اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی فلاح وبہبود اور ان کے حقوق کا دائرہ کار: شرعی اور پاکستانی قوانین کے تناظر میں تجزیہ

تحقیقی مقالہ برائے **ایم۔فل (علوم اسلامیہ)**

مقالہ نگار

محمد مجتبیٰ

ایم فل سکالر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت

رجسٹریشن نمبر: 1801 Mphil/IS/F19

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

نومبر، 2022ء

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی فلاح وبہبود اور ان کے حقوق کا دائرہ کار: شرعی اور پاکستانی قوانین کے تناظر میں تجزیہ

تحقیقی مقالہ برائے **ایم۔فل (علوم اسلامیہ)**

مقالہ نگار

محمد مجتبیٰ

بی ایس، کلیۃ اللغۃ العربیۃ (الجامعہ الاسلامیہ بالمدینہ المنورہ)، ۲۰۱۸ء

یہ مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا ہے

ایم-فل علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

© (محمد مجتبیٰ، 2022ء)

بسم الله الرحمن الرحيم

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد فیکلٹی آف سوشل سائنسز

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے۔ وہ مجموعی طور پر کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی اف سوشل سائینسز سے اس مقالے کی منظوری کی سفارش کی جاتی ہے۔

مقالے کا عنوان: اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی فلاح وبہبود اور ان کے حقوق کا دائرہ کار: شرعی اور پاکستانی قوانین کے تناظر میں تجزیہ

The welfare of non-Muslims in the Islamic State and the scope of their rights: Analysis in the context of Sharia and Pakistani law

Islami riyasat mai ghair muslimon ki falah-o-behbood awr un ky haqooq ka daera kaar:sharee aor pakistani qawaneen ky tanazur mai tajzeya

نام ڈگری: (ایم فل) ماسٹر آف فلاسفی علومِ اسلامیہ

نام مقالہ نگار: محمد مجتبیٰ رجسٹریشن نمبر: 1801 Mphil/IS/F19

شعبہ: اسلامی فکر وثقافت

ڈاکٹر نور حیات خان --------------------

نگران مقالہ — نگران مقالہ کے دستخط

ڈاکٹر مستفیض احمد علوی --------------------

صدر شعبہ اسلامی فکر وثقافت — صدر شعبہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان --------------------

ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز — ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر عامر اعجاز ____________________

(پروریکٹر اکیڈمکس، نمل) — پروریکٹر اکیڈمکس، نمل

تاریخ: ----------------------

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں محمد مجتبیٰ ولد عبدالرب

رجسٹریشن نمبر:1801 Mphil/IS/F19 رول نمبر:MP-F19-522

طالب، ایم فل، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل ہونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفا اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی فلاح و بہبود اور ان کے حقوق کا دائرہ کار: شرعی اور پاکستانی قوانین کے تناظر میں تجزیہ

The welfare of non-Muslims in the Islamic State and the scope of their rights: Analysis in the context of Sharia and Pakistani law

Islami riyasat mai ghair muslimon ki falah-o-behbood awr un ky haqooq ka daera kaar:sharee aor pakistani qawaneen ky tanazur mai tajzeya

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا ہے، اور **ڈاکٹر نور حیات خان** کی نگرانی میں تحریر کیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہی اور جمع کرایا گیا ہے، اور نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: محمد مجتبیٰ

دستخط مقالہ نگار:___________________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

Abstract

The welfare of non-Muslims in the Islamic State and the scope of their rights: Analysis in the context of Sharia and Pakistani law

Islam is the religion of welfare of humanity. Respect for humanity, human dignity and equality is the basic manifesto of Islam. Islam has given superiority over all other creatures by making man the Ashraf al-Mukhaluqat. For the well-being of humanity, Islam has given all the human beings religious, moral, social and economic rights in every sphere of life, which are a reward from Allah Almighty. No person has the authority to suspend them

The first right among the welfare and rights of the subjects is the establishment of peace and security in the eyes of Islam. It cannot be ignored in any way. Respect for a citizen has its place, but the Islamic state has its own system which is above everything, so it is important to highlight the limitations and restrictions of this system so that the peace of the society is not disturbed.

What are the rights that a non-Muslim citizen does not have while living in an Islamic state? It is also important to know these rights so that a non-Muslim citizen who lives in any Islamic state is not guilty of those issues which are not acceptable and enforceable for the Islamic state and its law. Also, the limits of an Islamic state should also be known and the non-Muslim living in it should also understand what are the limits of the Islamic state for the rights I have acquired and for his welfare. And what are the rights that he does not get? So that in light of it he is not guilty of those violations for which he may deserve punishment.

This topic is also important in the sense that in the Islamic Republic of Pakistan, all non-Muslim citizens have all the basic rights granted by Islam, but what are the non-Sharia issues that are committed on the basis of these rights nowadays are causing unrest in the society? Therefore, there is an urgent need to bring out the limitations and limitations of these rights acquired by non-Muslim subjects.

.

Chapters: 1)Legislation on minorities in the Islamic State
2)Welfare of non-Muslims and Islamic teachings
3) Determining the rights and boundaries of non-Muslims in Sharia law
4) Review of the scope of the boundaries of non-Muslims in the context of the Constitution of Pakistan and the law

Key words: welfare,Non-Muslims,Islamic state, Rights,Shariah,Pakistani Law

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	مقالہ کی منظوری کا فارم	I
2	حلف نامہ	II
3	ABSTRACT	III
4	اظہار تشکر	VI
5	انتساب	VII
6	مقدمہ	VIII
5	**باب اول: اسلامی ریاست میں اقلیتوں سے متعلق قانون سازی**	1
6	**فصل اول:** اسلامی ریاست میں قانون سازی کی اہمیت	2
7	**فصل دوم:** اسلامی ریاست میں غیر مسلموں سے متعلق قانون سازی کی اہمیت	16
8	**باب دوم: اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی فلاح و بہبود**	23
9	**فصل اول:** فلاح و بہبود اور غیر مسلموں کا تعارف	24
10	**فصل دوم:** غیر مسلموں کی فلاح و بہبود اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	36
11	**فصل سوم:** غیر مسلموں کی فلاح و بہبود آئین پاکستان کے تناظر میں	45
12	**باب سوم: اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے حدود کا دائرہ کار**	55
13	**فصل اول:** حقوق اور حدود کا مفہوم	56
14	**فصل دوم:** غیر مسلموں کے بنیادی حقوق کے حدود کا دائرہ کار	70
15	**فصل سوم:** غیر مسلموں کے حقوق سے متعلق اسلامی قوانین پر شبہات کا جائزہ	100
16	**فصل چہارم:** تحفظ حقوق میں عالمی اور اسلامی قوانین میں توافق و تخالف کا تجزیہ	127
17	**باب چہارم: غیر مسلم شہریوں کے حوالے سے پاکستانی قوانین اور شرعی قوانین میں توافق و تخالف**	139
18	**فصل اول:** آئین پاکستان میں مذکور غیر مسلموں کے حدود کا دائرہ کار	140

19	**فصل دوم:** غیر مسلموں کے وقوع پذیر واقعات اور آئین و قانون	151
20	**فصل سوم:** غیر مسلموں کی فلاح و بہبود اور ان کے حقوق کا دائرہ کار: پاکستانی قوانین اور شرعی قوانین میں توافق و تخالف	161
21	نتائج بحث	171
22	سفارشات	173
23	مصادر و مراجع	174

اظہار تشکر(A Word of Thanks)

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔جو کائنات کا خالق و مالک اور علیم و قدیر ہے۔اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں جس کی توفیق نے ہر مرحلہ زندگی پر حق کی راہنمائی نصیب فرمائی۔۔ مجھے حضرت محمد ﷺ کے امتی ہونے کا شرف بخشتے ہوئے بے شمار نعمتوں کے ساتھ حصول علم کے شوق سے بھی نوازا۔اپنی لازوال نعمتوں سے بہرا ور فرمایااور اس قابل بنایا کہ یہ علمی کاوش بخیریت پایا تکمیل تک پہنچا سکوں۔میں کروڑوں مرتبہ اس ذات باری تعالی کے آگے سر بسجود ہوں اور اس کے آگے نہایت ادب اور عجز و انکساری کے ساتھ شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے قلم پر احسان کیا،طاقت بخشی اور توفیق عطا کی جس کی بدولت آج ایک چھوٹی سی علمی کاوش پوری ہونے جارہی ہے۔ ان گنت درود سلام پیش کرتا ہوں حضرت محمد ﷺ کے ذات بابرکات پر جو فخر موجودات اور رہبر برکات ہیں ﷺ۔

میں اپنے والدین کا نہایت شکر گزار ہوں جن کی مخلصانہ تعاون نے مجھے علم کے زیور سے بہرا ور کیا،ہر مشکل میں ساتھ دیا اور میرے واسطے دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھائے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ کا فضل اور ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج مجھے ایم فل کا مقالہ مکمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

میں اس تحقیقی کاوش کو اپنے مقالہ کے نگران ڈاکٹر نور حیات صاحب(چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ نمل یونیورسٹی اسلام آباد)،ڈاکٹر ریاض سعید صاحب اور محترمہ عاصمہ جبین صاحبہ کی معاونت،راہنمائی اور تعاون کا ثمرہ سمجھتا ہوں۔ جن کی علمی سرپرستی اگر مجھے نہ ملتی تو آج مجھے اس تحقیقی مقالہ کو لکھنے کی سعادت نصیب نہ ہوتی۔مقالہ نگاری کے دوران ان کے لحہ بہ لحہ نگرانی،معاونت،انتہائی قیمتی ہدایات اور مشوروں سے یہ مقالہ تکمیل کے مراحل تک پہنچا۔علاوہ ازیں میں اپنے ان تمام اساتذہ کرام کی مشکور ہوں جنہوں نے مقالہ ہٰذا کی تکمیل میں میری ہر قدم پر مدد کی۔میں نمل یونیورسٹی کا ممنون ہوں ، کہ مجھے اس مقالہ لکھنے کا موقع دیا۔اور اس کے تکمیل کے لئے نہایت قابل، مخلص و مشفق، محنتی، باذوق اور خوش اخلاق شخصیت کے حامل اساتذہ فراہم کئے۔

مجتبیٰ

محمد

انتساب

میں اپنی تحقیقی کاوش اپنے واجب الاحترام والدین کے نام منسوب کرتا ہوں جنکی
دعائیں میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔

موضوع کا تعارف:(Introduction to the topic)

دین اسلام انسانیت کی فلاح و بہبود کا دین ہے۔ انسانیت کا احترام، انسان کا وقار اور مساوات اسلام کا بنیادی منشور ہے۔ اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر باقی تمام مخلوق پر فضیلت عطا کی ہے[1] اور انسان کو باقی تمام مخلوقات میں بہتر شکل و صورت سے نوازا ہے[2] اسلام نے انسانوں میں مساوات کو بہت اہمیت دی اور امتیازات کا خاتمہ کیا اور برتری کا معیار تقویٰ کو قرار دیا ہے[3] اور رنگ و نسل کی بنیاد پر معیار فضیلت کو رد کر دیا ہے[4] اسلام نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے تمام عالم انسانیت کو مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی الغرض ہر شعبہ زندگی میں متعین اور بے شمار حقوق عطا کیے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہیں۔ کسی بھی شخص کو انہیں معطل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کسی بھی اسلامی ریاست میں موجود غیر مسلم رعایا کو مسلم رعایا کی طرح یکساں اور زندگی کے بنیادی حقوق حاصل ہیں۔

ہر ریاست کا اپنا ایک قانون اور دستور ہوتا ہے، جس کی پاسداری رعایا پر لازمی ہے۔ اسی طرح اسلامی ریاست کا ایک شرعی دستور اور قانون ہے، جس کی بالا دستی کا خیال رکھنا غیر مسلموں پر بطور ذمہ داریاں عائد ہے، اس کا خیال رکھنا اور تقاضوں کو پورا کرنا غیر مسلم رعایا پر لازم ہے۔ اور جو حدود ان کے لیے متعین ہیں، ان سے تجاوز کرنا ان کے لیے ممنوع ہے۔

اسلامی ریاست میں موجود غیر مسلم رعایا کی فلاح و بہبود و حقوق مسلم رعایا کی طرح یکساں ہیں، لیکن اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان کی فلاح و بہبود و حقوق کے متعین حدود و قیود اور کچھ پابندیاں بھی ہیں جن سے تجاوز کا حق نہیں دیا جا سکتا۔

آجکل جو مسائل جنم لے رہے ہیں ان کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ لوگ اپنے حدود سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اور حقوق کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور ساتھ ہی دوسروں کے دینی تعلیمات کو ہدفِ تنقید بنا کر بدنام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ

---

1 ۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحملنَاهمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهم عَلٰى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (سورة بنى اسرائيل:70)

2 ۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْم(سوره التين:04)

3 ۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (سورة الحجرات:13)

4 ۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى(احمد بن حنبل، المسند : حديث: 23536)

مقدسات کو ہدف تنقید بنانے اور بے حرمتی سے باز نہیں آتے اور آزادی اظہار رائے کے نام پر لوگوں کو مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر رعایا اسی طرح اپنے حدود سے تجاوز کرتی رہے تو ریاست کے اندر بدامنی کی فضا قائم ہو گی۔ اس کے ساتھ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے واقعات میں اضافہ ہو گا۔ اور یوں ریاست کو اپنی رٹ قائم کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا اور نقضِ امن کا خطرہ لاحق ہو گا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کئی ایسے واقعات سامنے آئے ہیں جن میں اسلام اور ریاست کے متعین کردہ حقوق اور حدود سے تجاوز کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں بدامنی کی صورتِ حال پیدا ہوتی ہے لہذا اس امر کو واضح کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کے لیے اسلامی ریاست کا دائرہ کار کیا ہے؟ اور وہ کونسے حقوق ہیں جو اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے انہیں حاصل ہیں، اور یہ کہ ان حقوق کے حدود و قیود کیا ہیں جن سے وہ تجاوز نہیں کر سکتے؟

موضوع تحقیق پر سابقہ کام کا جائزہ:(Literature Review)

زیر بحث موضوع پر براہ راست کوئی اہم کام تا حال نہیں ہوا ہے البتہ اس موضوع سے ملتے جلتے جزوی طور پر جو کام ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

تحقیقی مقالہ جات

- "اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق، عصری افکار و رجحانات ایک تجزیاتی مطالعہ" مقالہ نگار: محمد سعد اللہ، پی ایچ ڈی، پنجاب یونیورسٹی، 1999ء۔

اس مقالے میں انہوں نے اسلامی ریاست کے خدوخال، خصوصیت و امتیازات کو تفصیلی ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ، غیر مسلموں کے حقوق سے متعلق اسلامی فلسفہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اسلامی فلسفہ برائے اقلیتیں اور عصری افکار و رجحانات کا ایک تجزیاتی اور تفصیلی مطالعہ پیش کیا ہے۔

- اسلام اور مغرب میں اقلیتوں کے حقوق (مقالہ نگار: محمد مدثر، پی ایچ ڈی، نمل یونیورسٹی، 2015)

اس مقالہ میں اقلیتوں کا تعارف اور حقیقت کو اسلامی اور مغربی تناظر میں ذکر کیا گیا ہے، اس مقالے کا بنیادی موضوع اقلیتوں کے حقوق ہے۔ اس مقالہ میں اسلامی فلسفہ اور مغربی فلسفہ برائے اقلیت کو تفصیلی ذکر کیا گیا ہے، اور ان دونوں فلسفوں کا تقابلی اور تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔

- اسلام میں اقلیتوں کے حقوق: خصوصا پاکستان(مقالہ نگار: سید حیدر شاہ، پی ایچ ڈی، یونیورسٹی آف بلوچستان، 2006)

اس مقالہ میں اقلیتوں کے حقوق سے متعلق اسلامی تعلیمات کو تفصیلا بیان کیا گیا ہے، اقلیتوں کے حقوق خصوصا پاکستان کے قانون کے تناظر میں ذکر کیا گیا ہے۔

- پاکستان میں غیر مسلم اقلیتیں: حیثیت و کردار (مقالہ نگار: ناصرہ اکبر، ایم فل، پنجاب یونیورسٹی، 2006)

اس مقالہ میں پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، پاکستان میں ان کی قانونی، سیاسی اور سماجی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے، اور پاکستان کی غیر مسلم اقلیتوں کے کردار کو تفصیلا زیر بحث لایا گیا ہے۔

- بنیادی انسانی حقوق اور مذاہب عالم (مقالہ نگار: سیف اللہ، ایم فل، پنجاب یونیورسٹی)

اس مقالہ میں انسان کے بنیادی حقوق کا مذاہب عالم کی تعلیمات کے پیرائے میں مطالعہ کیا گیا ہے، ہر مذہب انسان کے بنیادی حقوق کا علمبر دار ہے، لیکن اسلام کی تعلیمات انسان کے بنیادی حقوق جن کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے، تمام حقوق کی مکمل ضامن ہیں۔

- پاکستان میں عیسائی اقلیت اور ان کی مراعات کا تحقیقی جائزہ (مقالہ نگار: حافظ عقیل احمد، ایم فل، بہاوالدین زکریا یونیورسٹی، 2003)

اس مقالہ میں پاکستانی عیسائیوں کے حقوق اور مراعات کو ذکر کیا گیا ہے، یہ مقالہ پاکستان میں عیسائی اقلیت کے حقوق و مراعات کے حوالے سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔

- پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق: قرآن و سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ (مقالہ نگار: عشرت حسین بصری، پی ایچ ڈی، بہاوالدین زکریا یونیورسٹی، 2009)

اس مقالہ میں پاکستان کے موجودہ قوانین برائے اقلیتوں کا جائزہ لیا گیا ہے، اور ان کا قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیہ کیا ہے۔ یہ مقالہ قوانین برائے اقلیت کے حوالے سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔

- اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق (مقالہ نگار: صائمہ تبسم، ایم فِل، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، 2011)

یہ مقالہ غیر مسلموں کے حقوق کے حوالے سے جامع معلومات کا حامل ہے، اس مقالہ میں اسلامی ریاست کا صحیح تصور پیش کیا گیا ہے، غیر مسلموں کے وہ تمام حقوق جو انہیں اسلامی ریاست میں حاصل ہے، انکو تفصیلا بیان کیا گیا ہے۔

- پاکستانی آئین و قانون میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض، معاہدات نبوی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی و تحلیلی مطالعہ (مقالہ نگار: محمد امتیاز، پی ایچ ڈی، نمل یونیورسٹی اسلام آباد، 2014)

اس مقالہ میں غیر مسلموں کے متعلق پاکستان کے ائین و قانون کی تشریح کی گئی ہے، اور اسلامی ریاست کے تحت رہتے ہوئے غیر مسلموں کے فرائض کو بھی تفصیلا بیان کیا گیا ہے۔

Research Articles

- **Constitutional Issues and the treatment of pakistan's Religious minorities (Farahnaz ispahani,pages 222-237, published online:11 jun 2018)**
  Farahnaz (2018) focuses on the blasphemy law and its exploitation in targeting non muslims in pakistan.
- **Non-Muslims in Muslims majority socities: with focus on the middle east and pakistan(Ahlstand and K.and Gunner G,(2011 England. The Lutherworth press)**
  Ahlstand and Gunner discuss the role and interaction between majority and groups in pakistan.Their research includes participants who work in different fields,including law, educational institutes and religious organisations.They have focused on important issues related to treatments of non muslims womens in pakistan and the impact of islamization of pakistani law on minority groups.
- **Religious minorites in pakistan(Abdul majid,JPUHS, 2014,vol.27.no1.pp 1-10)**
  In his research on the trteatment of religious minorities in pakistan, Abdul majid asserts that by and large, the christians community is treated with respect and honor.They are given equal citizienship in pakistan, as compared to other countries like india.
- **Under the shadow of islam: the plight of the christians minority in pakistan.(Journal:Contemporary south asia(volume 20, 2012- issue 2:A state in flux: Paksitan in the context of National and Regional change).17 May 2012)**
  Shaun Gregory has investigated the reasons for the Widespread support of the murders of salman taseer and shahbaz bhatti. He asserts that vpakistan is becoming an increasingly conservatist state where the blasphmey law is often abused.

مندرجہ بالا مقالہ جات اور آرٹیکلز میں جتنا بھی تحقیقی کام ہوا ہے ان میں وہ حقوق بیان کیے گئے ہیں جو ایک غیر مسلم شہری کو اسلامی ریاست کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے حاصل ہیں۔ زیر بحث موضوع کے حوالے سے پہلے کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا، لہٰذا اس موضوع کو زیر تحقیق لایا جارہا ہے۔

زیر بحث مقالہ میں ان حقوق کو تحقیق کا موضوع بنایا جائیگا جو ایک غیر مسلم شہری کو مسلم ریاست کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے حاصل نہیں ہیں۔ ایک غیر مسلم شہری پر یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ وہ کونسے حقوق ہیں جو اسے حاصل نہیں ہیں۔

زیر بحث موضوع پر کام کرنے کا جواز:(Rationale of the study)

رعایا کی فلاح و بہبود و حقوق میں سب سے اولین حق اسلام کی نظر میں امن و سلامتی کا قیام ہے۔ اس کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایک شہری کا احترام اپنی جگہ لیکن اسلامی ریاست کا اپنا ایک نظام ہے جو ہر چیز سے بالاتر ہے لہذا اس نظام کے حدود و قیود کو اجاگر کرنا ضروری ہے تاکہ معاشرے کا امن خراب نہ ہو اور ریاست کے نظام کا عزت اور وقار بھی قائم رہے۔

اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے وہ کونسے ایسے حقوق ہیں جو ایک غیر مسلم شہری کو حاصل نہیں ہیں ان حقوق کا جاننا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ وہ غیر مسلم شہری جو کسی بھی اسلامی ریاست میں رہتا ہو وہ ان امور کا مرتکب نہ ہو جو ایک اسلامی ریاست اور اسکے قانون کے لیے قابل قبول اور قابل عمل نہیں ہیں۔ نیز ایک اسلامی ریاست کے حدود کا بھی پتہ چل جائے اور اس کے اندر رہنے والے غیر مسلم کو بھی یہ اندازہ ہو جائے کہ مجھے حاصل شدہ حقوق اور اسکی فلاح و بہبود کے لیے اسلامی ریاست کے حدود کیا ہیں؟ اور وہ کونسے حقوق ہیں جو اسے حاصل نہیں؟ تاکہ اس کی روشنی میں وہ ان خلاف ورزیوں کا مرتکب نہ ہو جس پر وہ سزا کا مستحق بن سکتا ہے۔

دور حاضر میں عقلی، منطقی اور شرعی لحاظ سے اس موضوع پر تحقیق کی ضرورت اس لئے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ مسلم ریاست نے غیر مسلم رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے کیا کیا حقوق متعین کئے ہیں اور کن کن حقوق سے انہیں محروم رکھا اور وہ کون کونسے حدود و قیود ہیں، جو ایک مسلم ریاست کے رعایا کی حیثیت سے ان پر لاگو کئے ہیں۔ تاکہ ایک اسلامی ریاست کو اپنے قوانین کے مطابق حالات سنبھالنے میں مشکلات کا سامنا بھی نہ کرنا پڑے اور رعایا کے درمیان عدل و مساوات کا میزان بھی قائم رہ سکے۔

یہ موضوع اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں تمام غیر مسلم شہریوں کو اسلام کے عطا کردہ تمام بنیادی حقوق حاصل ہیں لیکن دور حاضر میں ان حقوق کی بنیاد پر وہ کون سے غیر شرعی امور ہیں، جن کا ارتکاب معاشرے میں بدامنی کا سبب بن رہے ہیں؟ لہذا غیر مسلم رعایا کو حاصل شدہ ان حقوق کے حدود و قیود کو سامنے لانے کی اشد ضرورت ہے۔

بیان مسئلہ:(Statement of the problem)

امن و سلامتی کا قیام کسی بھی ریاست کی اہم، لیکن اسلامی ریاست کی اولین ترجیح ہے۔ امن و سلامتی کو نظر انداز کرنے کی اجازت اسلامی ریاست کسی کو بھی نہیں دیتا۔ ایک شہری کا احترام اور فلاح و بہبود و حقوق اپنی جگہ لیکن

اسلامی ریاست کا اس حوالے سے اپنا ایک نقطہ نظر ہے جو ہر چیز سے بالا تر ہے۔ لہذا اسلامی نظام کے حدود و قیود کو اجاگر کرنا ضروری ہے تاکہ معاشرے کا امن خراب نہ ہو اور ریاست کے نظام کا عزت اور وقار بھی قائم رہے۔

تحقیق کے مقاصد:(Research Objectives)

- اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کے دائرہ کار کی تحقیق کرنا
- اسلام میں انسانی حقوق کے حدود کا تعین اور درست تصور اجاگر کرنا
- عصر حاضر میں حقوق کے حدود سے تجاوز کے اسباب و محرکات کو تلاش کرنا
- شرعی اور پاکستانی آئین و قانون میں توافق و تخالف کا جائزہ لینا

تحقیق سے متعلق بنیادی سوالات:(Research Questions)

- اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کی فلاح و بہبود کا طریقہ کار کیا ہے؟
- غیر مسلموں کے سیاسی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی حقوق کا دائرہ کار کیا ہے؟
- غیر مسلم شہریوں کے حقوق میں اسلامی اور پاکستانی قوانین میں کہاں تک توافق و تخالف پایا جاتا ہے؟

تحدید:(Limitation and Delimitations)

زیر بحث مقالہ میں غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کے لیے اسلامی ریاست کا دائرہ کار اور صرف انہی حقوق کو موضوعِ بحث بنایا جائے گا، جو کسی بھی اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور جو حقوق ان کو حاصل ہیں، ان کے حدود کو بیان کیا جائے گا۔ ان حدود، اور قیود کے حکمتیں بھی زیر بحث لائے جائیں گے۔

منہج تحقیق(Research Methodology)

- مقالہ ہٰذا میں تجزیاتی منہج تحقیق کو اپنایا گیا ہے۔
- بنیادی اور ثانوی آخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

بنیادی مصادر: قرآن مجید، احادیث، آئین پاکستان وغیرہ

ثانوی مصادر: فتح الباری، کتاب الخراج، احکام اہل الذمۃ وغیرہ

- اس کے بعد مواد کا ہر پہلو سے تجزیہ کیا گیا ہے۔
- ای لائبریریوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے، تحقیق کے جدید ذرائع؛ مکتبہ شاملہ، انٹرنیٹ وغیرہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے

باب اوّل

اسلامی ریاست میں اقلیتوں سے متعلق قانون سازی

فصل اوّل: اسلامی ریاست میں قانون سازی کی اہمیت

فصل دوم: اسلامی ریاست میں اقلیتوں سے متعلق قانون سازی کی اہمی

فصل اول

اسلامی ریاست میں قانون سازی کی اہمیت

قانون کی لغوی واصطلاحی تعریف

قانون کی لغوی تعریف

لفظ " **قانون** " کا استعمال عربی زبان میں بھی رہا ہے، جس کا اصل **"قنن"** ہے۔ اس سے قانون، مقنن، تقنین وغیرہ جیسے الفاظ بنائے گئے ہیں۔ بعض عربی حکماء و محققین نے اس کا عربی لغت میں استعمال سے انکار کیا ہے۔ جیسے محمد بن ابی بکر الرازی نے اسکا انکار کیا ہے، اور اس لفظ کو اپنی لغت میں لکھنے سے بھی گریز کیا ہے۔[5]

قانون کے متعلق "مرتضیٰ زبیدی" نے لکھا ہے کہ:

"لفظ قانون اصل میں یونانی یا فارسی زبان کا لفظ ہے"۔[6]

حقیقت میں لفظ " قانون " قرون اولیٰ میں عربوں کے ہاں مستعمل رہا ہے اس بات کی تائید میں صحبی محمصانی لکھتے ہیں کہ:

"بعض محققین نے قانون کی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ یہ کلمہ اصل میں یونانی زبان سے عربی زبان میں داخل ہوا ہے"۔[7]

"A Dictionary of law" میں قانون کو مغربی اصطلاح کہا گیا ہے:

" Western law term which is used for Basic regulations , Basically it is a corrupted form of the Greek word Kannan, The law came into English."[8]

قانون مغربی اصطلاح ہے جو بنیادی ضوابط کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ بنیادی طور پر یہ لفظ یونانی لفظ Kannan کی ایک خراب شکل ہے۔ انگریزی زبان میں آنے کے بعد قانون بنا۔

القاموس المحیط میں ہے:

"القَانُونُ : مقياسُ كل شيء وطريقُه"[9]

---

5 الرازی، محمد بن ابو بکر، مختار الصحاح، (مترجم عبد الرزاق) مطبوعہ، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۳، ص:۶۵ ۷

6 الزبیدی، محمد بن محمد، تاج العروس من جواہر القاموس، الناشر، دار الہدایۃ، 1341ء، 9/315

7 صحبی محمصانی, فلسفہ التشریح، دار العلم للملایین، طبعہ ثالث، ۱۳۰۸ھ، ۱۹۶۱ء، ص:۱۶

8 A dictionary of law, L.B. Curzon, Mc Donald and Evans, 1979, P : 45

9 الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط،، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1415ھ، 1995ء، 2/267

قانون ہر چیز کا پیمانہ اور طریقہ ہے ۔

لسان العرب میں ہے:

"القَانُونُ : كل شيء طريقُه و مقياسه " (10)

اردو کی معروف ترین لغت "فرہنگ آصفیہ" میں ہے کہ:

قانون کا مادہ ق۔ن۔ن، ہے اور اس کے متعدد معانی بیان ہوئے ہیں جن میں کسی چیز کی بنیاد، جڑ، اصل، ضابطہ، دستور اور آئین وغیرہ ہیں ۔ (11)

لفظ "قانون" کا استعمال

لفظ قانون کا استعمال کئی طرح سے کیا گیا ہے، جن کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں :

آلہ موسیقی

یونانی یا بازنطینی زبان میں قانون کے نام سے موسیقی کا ایک آلہ تھا جسے افلاطون نے ایجاد کیا تھا ۔ (12)

مشرقی آلات

فیروز آبادی لکھتے ہیں کہ:

اس لفظ کا استعمال مشرقی آلات مزامیر کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جبکہ آج کل اس لفظ کا استعمال یورپ کی زبان میں " قانون کلیسا" کے معنی میں ہوتا ہے ۔ (13)

قانون کی اصطلاحی تعریف

مختلف علماء و مفکرین نے قانون کی مختلف تعریفات کی ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

---

10 ابن منظور، محمد بن أبي بکر، لسان العرب،، الدار المصرية للتاليف والترجمة، 1316ء، ج:17، ص:229

11 سید احمد دہلوی ، فرہنگ آصفیہ، مطبوعہ، اسلامیہ پریس، لاہور، جنوری 1898ء، 3/365، وحید الزماں کرانوی ، القاموس الاصلاحی، ، مطبوعہ، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، ص:359

12 قلعجي، محمد رواس، معجم لغة الفقهاء، دار النفائس للطباعة والنشر والتوزيع، 1408ھ، ج:1، ص:355

13 فیروز آبادی , محمد بن یعقوب، قاموس المحیط، 2/269

ڈاکٹر محمد عبدالجواد محمد[14] کہتے ہیں:

"أن القانون يعني النظام الثابت وعلى ذلك فالنظام تعريف القانون، قال :وكلمة قانون يونانية الأصل وانتقلت إلى اللاتينية ثم إلى الفرنسية ومعناها القاعدة"۔[15]

"قانون سے مراد مستحکم نظام ہے اور اسی کے مطابق یہ نظام قانون کی تعریف ہے۔ انہوں نے کہا: لفظ قانون یونانی زبان کا لفظ ہے پھر لاطینی زبان میں چلا گیا اور پھر فرانسیسی زبان میں۔ اور اسکا معنٰی ہے، اصول، قاعدہ"۔

A.w.Mohsen لکھتے ہیں:

" The rules for human actions, which are mandatory for the people or for the actions and conciliation of a section of a society or group, are called Law"[16]

انسانی اعمال کے لئے وہ اصول جن کی پابندی لوگوں کے لئے یا کسی معاشرے یا گروہ کے کسی حصے کے اعمال اور مفاہمت کے لئے لازمی ہے، اسے قانون کہتے ہیں۔

وشکی[17] (Vishki) نے لکھا ہے:

"Law is the name of a set of rules regarding the customs and traditions of a nation. The power of the state confirms it and its power protects it".[18]

"قانون کسی قوم کے رسم ورواج اور طرز عمل سے متعلق اصولوں کے ایک مجموعے کا نام ہے۔ ریاست کا اختیار اس کی طاقت سے تصدیق کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے"۔

ارسطو (Aristotle) کی تعریف:

"Laws are general rules that produce a kind of order in the actions and desires of the citizens, which are devised in a rational manner by a legislator, and which are effective only if the governed accept and obey them. Because legislation is a rational activity."[19]

---

14 وکیل، کلیۃ الحقوق، بجامعۃ القاہرۃ (سابقا)، استاد بالمعہد العالی للقضاء، جامعۃ الامام احمد بن سعود۔

15 محمد عبدالجواد محمد، التطور التشريعي في المملكة العربية السعودية- الطبعة الأولى، ص 14 ومابعدها.

16 The pocket lap Lexicon, A.W,Moshen,1951,P: 216

17 وشکی کا شمار روس کے اہم قانون دانوں میں ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو: اسلام اور جدید سیاسی و عمرانی افکار، ص:179

18 Quoted Bv Good hart in, New outline of modern knowledge, P: 582

19 Aristotle and the concept of Law, 1967, p: 2

"قوانین ایسے عمومی قواعد ہیں جو شہریوں کے اعمال اور خواہشات میں ایک قسم کا حکم پیدا کرتے ہیں، جو کسی قانون ساز کے ذریعہ عقلی انداز میں وضع کیے جاتے ہیں، اور جو اسی صورت میں مؤثر ہوتے ہیں جب حکومت ان کو قبول کرے اور ان کی پاسداری کرے۔ کیونکہ قانون سازی ایک عقلی سرگرمی ہے"۔

اسلامی ریاست میں قانون سازی کی ضرورت واہمیت

کسی بھی معاشرے کے لئے سلیقے سے اور بغیر کسی پریشانی اور فسادات کے چلانے کے لیے بنیادی قواعد کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاشرے میں انصاف اور مساوات کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ اصول وضوابط طے کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم تاریخ میں نظر دوڑائیں تو لاتعداد جنگیں اور لڑائیاں جو انسانی نسلوں کے درمیان رہی ہیں اس کی بنیادی وجہ آپس میں اختلاف ہے جو ان کے عقائد، ذات، اور فرقوں میں تھا۔ بہت ساری جنگیں نہ لڑی جاتیں اگر لوگوں نے امن سے بات کرنے کا انتخاب کیا ہوتا اور ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی سے رہنے کے لئے قواعد مرتب کئے ہوتے۔ آہستہ آہستہ ہم نے سیکھا کہ ہمیں ایک دوسرے کو برداشت کرنا سیکھنا چاہئے۔ اب ہمارے معاشرے میں مناسب قانون موجود ہے جو ہمیں بتاتا ہے کہ معاشرے میں رہتے ہوئے لوگوں کے ساتھ کیسا رویہ رکھا جائے ۔ قانون معاشرے میں لوگوں کو مختلف ثقافت، پس منظر اور قومیت کے ساتھ آپس میں ہم آہنگی کے ساتھ رہنے کو کہتا ہے۔

دین اسلام بھی انسان کو اس بات کا پابند بناتا ہے کے وہ قانون اور ضابطے کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"((الدنیا سجن المؤمن)) "۔ [20]

"دنیا مسلمان کے لیے ایک جیل خانہ ہے"

اس دنیا میں انسان کی تمام تر حرکات قانون اور ضابطے کے مطابق ہوگی۔ دین اسلام کے لحاظ سے کوئی بھی اس پابندی سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ وہ تمام ممالک جو خود کو بڑا جمہوریت پسند اور آزادی پسند تصور کرتے ہیں انکا بھی قانون کے بغیر چلنا ممکن

---

20 القشیری، ابی الحسین مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم (بشرح النووی)، کتاب: الزھد والرقائق، (4058/9)، حدیث نمبر: 7283

نہیں ہے، بظاہر تو انکی زبان پر آزادی کا نعرہ رہتا ہے جو حقیقت میں دھوکہ ہے کیونکہ وہ صرف مذہب اور عقائد کی قید سے نکلنے کو آزادی تصور کرتے ہیں۔ اگر ہم یورپی ممالک کی مثال لے تو لاتعداد لوگ جو وہاں رہائش اختیار کرنا چاہتے ہیں لیکن ان ممالک کے بنائے ہوئے قوانین کی پیچیدگیوں کی وجہ سے انکو رہائش نہیں ملتی۔ اگر انسانی خواہشات کو قید کرنے والا مجرم ہے تو پھر آج کے ترقی یافتہ ممالک سب سے بڑے مجرم ہیں ، جنھوں نے پسماندہ ممالک کے لوگوں کو اپنے ملکوں کی سکونت سے محروم رکھا ہے۔ لہذا جب ترقی یافتہ ممالک قانون کے بغیر نہیں چل سکتے تو ترقی پذیر ممالک میں قانون کے مطابق زندگی گزارنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

مقاصد قانون

کسی بھی معاشرے میں قانون کے اہم مقاصد درج ذیل ہیں:

1. معاشرے میں امن کا قیام۔
2. لوگوں کے آپس میں مسائل کا حل پیش کرنا۔
3. افراد کے حقوق کا تحفظ کرنا۔
4. لوگوں کے درمیان بہترین تعلقات کو برقرار رکھنا۔
5. عدل وانصاف کا قیام۔
6. سماج کی ترقی میں انسانی صلاحیتوں کو ظاہر کرنے کے مواقع فراہم کرنا۔

اسلام ایک مکمل دین اور ضابطہ حیات ہے۔ اسلام نے انسانیت کو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی عطا کی ہے، اسلام نے جہاں انفرادی زندگی میں فرد کی اصلاح کی ہے، وہاں انسان کی اجتماعی زندگی کے متعلق بھی بہترین اصول دئے ہیں۔ اسلام میں عبادات، معاملات، تجارت، سیاست، اخلاقیات، عدالت ، قیادت ہر شعبہ زندگی کو اولین درجہ حاصل ہے ، اور سب کے بارے میں مکمل تعلیمات وضع کئے ہیں۔

اسلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے، کہ اس میں قانون اور اخلاق دونوں بیک وقت ساتھ چلتے ہیں، قانون اخلاق کی رکھوالی کرتا ہے، اور اور اخلاق قانون کی حفاظت کرتا ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ ایک ہی وقت میں مدرس اخلاق تھے، اور قانون دان بھی۔

شرعی قانون کو ہر لحاظ سے انسان کے اپنے بنائے ہوئے قانون پر فوقیت حاصل ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. عدل
2. برابری و میانہ روی
3. عقل و مصلحت سے مطابقت
4. انسانی عادات سے ہم آہنگی

عدل

شرعی قانون کی وہ خصوصیت جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہے، وہ عدل ہے، عدل سے اس دین کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ﴾"۔[21]

"بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا"

اسلام کی نظر میں انسانوں کے مابین رنگ و نسل، جنس، قبائل اور خاندان کی بنا پر کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا اور ان میں تقسیم صرف پہچان کی غرض سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا-اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ-اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾"۔[22]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے بے شک اللہ جاننے والا خبر دار ہے"۔

اسلام کی اس امتیازی صفت کو نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے:

"((یا أیها الناس! إن ربكم واحد وإن أباكم واحد، ألا لا فضل لعربي على عجمي ولا عجمي على عربي ولا أحمر على أسود ولا أسود على أحمر إلا بالتقوى))"۔[23]

---

21 النحل:90/16

22 الحجرات 13/49

23 الشیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد، دار العلم، ممبئی، 411/5,1994

"لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں، مگر تقویٰ کے ساتھ"۔

اسلام میں تمام قوانین کی بنیاد عدل پر ہے، جبکہ اس کے برعکس انسانی قانون میں کسی کو برتری اور کسی کی تذلیل و حق تلفی ہوئی ہے، اور اس کی مثال ہمیں امریکہ وغیرہ جیسے ممالک کے قوانین سے واضح ہوتی ہے، جہاں رنگ و نسل کی بنیاد پر برتری حاصل رہی ہے ۔

برابری و میانہ روی

عالم انسانیت کے لیے انسانیت و میانہ روی کا رویہ شرعی قانون کی امتیازی صفات میں سے ہے۔ مرد و عورت انسانی معاشرے کی بنیادی جزء ہے، لیکن اس کے باوجود اسلام سے پہلے عورت کے ساتھ جانوروں کا سلوک کیا جاتا تھا، ان کو معاشرے کا بنیادی حصہ ہوتے ہوئے بھی کوئی حقوق حاصل نہیں تھے۔ عورت کو اپنی جان و مال پر بھی کوئی اختیار نہیں تھا، اور بعض ملکوں میں جو نام نہاد حقوق حاصل ہی تھے ، اس کے پیچھے ان کے خاص عزائم تھے۔

اس کے برعکس اسلام نے مردوں اور عورتوں کو برابری کے حقوق عطا کئے اور مرد و عورت کو برابری کا مقام عطا کیا گیا، لیکن سماجی زندگی کے پیش نظر ان میں فرق روا رکھا گیا ہے جو قوت و صلاحیت کی بنیاد پر ہے۔ گھر اور بچوں کی تربیت عورت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے جبکہ گھر اور افراد کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"﴿وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ-وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾"۔[24]

"اور عورتوں کیلئے بھی مردوں پر شریعت کے مطابق ایسے ہی حق ہے جیسا (ان کا) عورتوں پر ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے"

عقل و مصلحت سے مطابقت

24 البقرہ:2/228

شرعی قانون انسانی عقل اور مصلحت کے مطابق ہیں، جبکہ انسانی قانون اکثر انسانی عقل اور مصلحت کے برعکس ہوتے ہیں، جیسے ہم اگر شراب نوشی کو لیتے ہیں، تو اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک کے قوانین میں شراب نوشی کی اجازت ہے، حالانکہ انہیں بخوبی علم ہے، کہ اسکے انسانی صحت پر مضر اثرات ہیں، لیکن چونکہ یہ قانون انسان کا خود ساختہ ہے، اس لیے انسانی صحت کے مصالح کا خیال نہیں رکھا گیا، اس کے برعکس اسلامی قانون میں شراب نوشی کے انسانی صحت پر مضر اثرات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کو حرام قرار دیا گیا ہے ، اس کے دیگر تمام امور میں بھی اسلامی قانون انسانی عقل و مصلحت کے عین مطابق ہے۔

انسانی عادات سے ہم آہنگی

اللہ تعالیٰ انسانوں کا خالق و مالک ہے، تو اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون انسانوں کی عادات و فطرت سے واقف ہو گا۔ اسی وجہ سے اللہ نے جو دین انسانوں کے لیے پسند فرمایا اس دین میں انسانی عادات سے ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"﴿فِطْرَتَ اللهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾"۔[25]

"اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا"۔

اب جو بھی اس فطرت سے بغاوت کرے گا وہ ہمیشہ نقصان میں ہو گا۔ اگر ہم انسان کے بنائے ہوئے قانون پر غور کریں، تو ان میں فطری قوانین کی مخالفت بہت پائی جاتی ہے، جیسے ہم مثال لیتے ہیں، کہ اسلام میں عورت کو ناقص عقل اور جلد باز کہا گیا ہے،" اور اسی وجہ سے عورت کو طلاق کا اختیار نہیں دیا گیا، اب یہ فیصلہ عورت کی فطرت کے مطابق کیا گیا ہے، اس کے برعکس مغربی دنیا میں عورت کو مرد کے برابری پر لانے کے لیے طلاق کا اختیار عورت کو بھی دیا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا ، کہ اب وہاں طلاق کی شرح حد سے بڑھ گئی ہے۔ اسی طرح اسلام نے جرائم پر سخت سزائیں دینے کا حکم دیا ہے، کیونکہ اس کے بغیر انسان ان جرائم کو چھوڑتا نہیں ہے ، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"﴿وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾"[26]

"اور اے عقل مندو! خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے تاکہ تم بچو"۔

---

25 الروم:30/30

26 البقرہ:179/2

اسلام میں قتل کی سزا قتل رکھی گئی ہے، لیکن مختلف ممالک میں یہ سزا ختم کر دی گئ ہے، اور اسکے بدلے نرم سزائیں متعارف کی ہیں، جس کی وجہ سے ان ممالک میں جرائم کی شرح روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

ان خصوصیات کے علاوہ بھی شرعی قانون کی بہت خصوصیات ہیں۔ حقیقت میں شرعی قانون پر چل کر ہی انسان دنیاو آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتاہے۔

عصر حاضر میں قانون کے دو شعبے نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور یہی دو شعبے رعایا کی خوشی،ترقی،اور امن و سلامتی کی ضامن ہے۔

۱) شخصی قانون

۲) ملکی قانون

اسلام کا شخصی قانون

شخصی قوانین عام طور پر فرد اور خاندان کے لیے ہوتے ہیں۔ اسلام میں فرد کی اصلاح کے لیے نماز، روزہ اور حج کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیاہے، اور یہ تینوں عبادات نفس کی اصلاح بھی کرتی ہے۔ یہ تینوں عبادات انسان کے اندر قانون کی پیروی، قربانی اور ہمدردی کا جذبہ اور احساس پیدا کرتی ہے ،اسی وجہ سے حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ان عبادات کا ذکر شروع میں ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ گھر اور خاندان کی مضبوطی کے لیے نکاح،مہر، کفالت،بچوں کی دیکھ بھال اور سرپرستی،طلاق وغیرہ کے احکامات بیان ہوئے ہیں اسکے علاوہ،خرید و فروخت،وصیت،ہبہ،شفعہ،وراثت کے قوانین موجود ہیں،جو انسان کی خوشحال زندگی کی ضامن ہیں۔

اسلام کا ملکی قانون

ملکی قانون میں کچھ چیزوں کا لحاظ اور ان کی حفاظت کو قانون میں ایک خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱) حفاظت نفس

۲) حفاظت نسب

۳) حفاظت مذہب

۴)حفاظت مال

۵)حفاظت عقل

دنیا کے کسی بھی نظام اور قانون میں ان چھ چیزوں کو وہ تحفظ حاصل نہیں ہے جو اسلامی قانون میں میسر ہے۔

حفاظت نفس

نفس کی حفاظت کے سلسلے میں قرآن مجید نے دوٹوک مؤقف اپنایا ہے:

"﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى﴾"۔[27]

"اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا"۔

قصاص کے اس عادلانہ قانون کا مقصد یہ ہے کہ کسی شخص کا خون بے وجہ نہ بہایا جائے۔ یہاں تک کہ اگر کسی سے حقوق اللہ میں کوتاہی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دینگے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"((أنّ الله تجاوز لی عن أمتي الخطأ والنسيان))"۔[28]

"یعنی میری امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھول اور خطأ معاف ہے"۔

لیکن حقوق العباد میں معافی نہیں ہے، لہذا ناحق قتل کے بدلے میں قاتل پر کفارہ اور دیت لازم قرار دی گئ ہے، اور قاتل کے نامعلوم ہونے کی صورت میں "قسامت" کا قانون نافذ کیا جاتا ہے، جس میں اہل محلہ کو ذمہ دار ٹھرایا جاتا ہے۔ یہ تمام قوانین انسانی نفس کی حفاظت کے لیے ہیں ۔

حفاظت نسب

جنسی خواہشات کی غلامی کے باعث اجکل کے نام نہاد ترقی یافتہ ممالک کی حالت زار یہ ہے کہ وہاں نسب محفوظ نہیں ہے اس کے برعکس اسلام نے نسب کی جو حفاظت کی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کی عدالت یہ فیصلہ دینے پر مجبور ہوگئی کہ:

---

27 البقرہ:2/178

28 ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ ، الطلاق، باب طلاق المکروہ والناس، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، 1390ء، حدیث:2043

"چادر اور چاردیواری کی حفاظت اگر مطلوب ہے تو اسلام کے قانون رجم اور حد پر عمل کرنا ہو گا"۔(29)

نسب کی بگاڑ سے بچنے کے لیے نظر کی حفاظت کا حکم دیا گیا، کہ مسلمان مرد و عورت اپنی نظریں نیچی رکھیں، اسکے علاوہ فحاشی کا قلع قمع کرنے کے لیے پردے کا حکم دیا گیا۔ زنا کرنے کی صورت میں سزائیں مقرر کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"﴿اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾"۔(30)

"جو زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ہو تو ان میں ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ"

زنا سب سے بڑی بے حیائی ہے اور اس کی وجہ سے انسانی نسل کی حفاظت خطرے میں پڑتی ہے۔ قرآن، سنت، اجماع سے اسکی حرمت ثابت ہے۔ زنا سے چونکہ نسب خلط ملط ہو جاتی ہے اور نسب محفوظ نہیں رہتی اور بنی نوع انسان کے وجود کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے ۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُهُ نے زنا کی سزا میں کسی قسم کی نرمی سے منع فرمایا ہے۔

حفاظت مذہب

ہر انسان کا اپنے مذہب اور عقیدے سے دل کا رشتہ ہوتا ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں سمیت اسلامی معاشرے میں رہنے والے اہل الذمۃ کے مذہب کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے اور ان کے مذہب میں ہر قسم کے مداخلت سے منع کیا ہے اور انکو زبردستی انکے دین سے نہیں ہٹایا جا سکتا۔ ارشاد ربانی ہے:

"﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾"۔(31)

"دین میں کوئی زبردستی نہیں"۔

لیکن اسکے ساتھ دین اسلام جو غیر فانی اور ہمیشہ رہنے والا مذہب ہے اس سے روگردانی کرنے والا مرتد کہلاتا ہے اور مرتد کی سزا کے بارے میں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"((من بدّل دينه فاقتلوه))"۔(32)

---

29 راجپوت، حفیظ الرحمان، معاشرتی زندگی میں قوانین اسلام کی اہمیت وافادیت، مجلہ: التفسیر، ج:33، شمارہ:ا، 2019

30 النور:2/24

31 البقرہ:256/2

32 البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاري، باب حکم المرتد والمرتدۃ واستتابتھم، رقم:6922

"جس نے دین تبدیل کیا اس کو قتل کر دو"۔

مرتد شخص کو اس جرم کے مرتکب ہونے کے دن سے لیکر تین دن تک مہلت دی جائے گی کہ وہ توبہ کرلے، اگر توبہ کرتا ہے تو اسے معاف کر دیا جائے گا، بصورت دیگر قتل کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کچھ علماء کے نزدیک مرد اور عورت کے لیے ایک ہی حکم ہے، لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورت کو قتل کرنے کے بجائے نظر بند کیا جائیگا تاکہ قید سے تنگ آکر واپس اسلام میں آجائیں۔(33)

حفاظت مال

اسلام نے کسی کا مال ناحق کھانے پر سخت سزائیں متعین کی ہیں اور ان سزاؤں کی بنیادی وجہ دوسرے کی مال کی حفاظت کو یقینی بنانا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"﴿لَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾"۔(34)

"آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ"۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے:

"((كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهٗ وَعِرْضُهٗ وَدَمُهٗ))"۔(35)

"ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال، عزت حرام ہے"۔

اسلام میں اپنی مال کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا شہید ہے اور مال چھیننے والا جہنمی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا:

"اے اللہ کے نبی ﷺ اگر کوئی زبردستی میرا مال مجھ سے چھیننا چاہے"؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے اپنا مال مت دو"۔ اس آدمی نے پھر عرض کیا کہ "اگر وہ مجھ سے لڑے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم بھی اس سے لڑو"۔ پھر پوچھا: "اگر وہ مجھے قتل کر دے؟" تو

---

33 الدردیر، الشرح الکبیر علی مختصر الجلیل، مکتبہ دار الفکر، بیروت، 1360ء، ج:4، ص:301

34 النساء:4/29

35 القشیری، ابی الحسین مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ، دار السلام للنشر و التوزیع، ریاض، 1365ء، حدیث نمبر:6541

آپ ﷺ نے فرمایا:"تم شہید ہو"۔ پھر پوچھا:"اگر میں اسکو قتل کر دوں؟"تو آپ ﷺ نے فرمایا:"وہ جہنم میں جائے گا"۔[36]

شریعت میں حرمت رشوت کا اصل مقصد بھی اموال کا تحفظ ہے،اس کے علاوہ رشوت عدل وانصاف کے بگاڑ کا بھی ذریعہ ہے اس لیے رشوت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

حفاظت عقل

عقل جیسی نعمت کی بدولت انسان کو باقی مخلوقات پر فضیلت دی گئی ہے،اور خلیفۃ اللہ کا منسب بھی اس عقل کی بدولت ملا ہے۔اسی عقل کی بدولت انسان نے کامیابی کے مراحل طے کیے ہیں۔انسانی عقل کی مثال ایک قیمتی ہیرے کی ہے اور اس کی حفاظت وقت کی ضرورت ہے۔اس کی حفاظت دو طریقوں سے ممکن ہے:

۱) تعلیم

۲) نشہ آور اشیاء سے احتراز

تعلیم ہی وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعے حقیقت میں عقل کی حفاظت کی جا سکتی ہے اور اسی وجہ سے حصول علم کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔جس طرح جسم کی نشو نماء کے لیے غذا ضروری ہے بالکل اسی طرح عقل کی نشو نماء کے لیے علم ضروری ہے۔اسلام نے بھی عقل کے تحفظ کے لیے علم کو لازمی قرار دیا ہے،علم کے بغیر انسانی ذہن طرح طرح کے واہیات اور خرافات میں گرا رہتا ہے،علم کے بغیر عقل نہ تو دینی حقائق کو پہچان سکتا ہے اور نہ دنیوی۔اس لیے عقل کی حفاظت کے لیے علم لازمی ہے۔اسکے علاوہ عقل کی حفاظت نشہ آور اشیاء سے اجتناب بھی ہے،نشہ آور اشیاء انسانی عقل کو مفلوج کر دیتی ہے، اس لیے اسلام میں تمام نشہ آور اشیاء کو حرام قرار دیا گیا ہے ،اور سکے استعمال پر سزا مقرر کی ہے،چاہے وقتی طور پر فائدہ مند کیوں نا ہو۔قرآن کریم میں اس کی ممانعت کے بارے میں ارشاد ہے:

"﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ،قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ،وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾"۔[37]

---

36 ایضا

37 البقرہ:219/2

"تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"شراب مال کی تباہی اور عقل کی خرابی کا باعث ہے"۔[38]

اسلام میں صرف عقل کی حفاظت کے لیے نشہ آور اشیاء کو حرام قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اسکے بے تحاشا نقصانات اور بھی ہیں، جیسے شراب پینے سے انسان کی نہ صرف عزت و قار کو نقصان پہنچتا ہے، بلکہ انسان میں مختلف بیماریاں اپنا ٹھکانہ بنا لیتی ہے، جیسے کینسر، فالج وغیرہ ۔[39]

دین اسلام نے ان تمام برائیوں سے ایک دم نہیں روکا، بلکہ آہستہ آہستہ پہلے لوگوں کو ذہنی طور پر تیار کیا، پھر ان پر آہستہ آہستہ پابندی لگائی گئی اور آخر میں اس پابندی کی خلاف ورزی پر سزا مقرر کی گئی۔ جیسے شراب نوشی کی روک تھام کے لیے پہلے خاص موقعوں پر منع کیا گیا، پھر آہستہ مکمل طور پر حرام قرار دیا گیا اور آخر میں اس کی سزا مقرر کی گئی۔

اسلامی قانون کا فلسفہ جرم و سزا معاشرے میں عدل و مساوات کی ضمانت دیتا ہے اور ہر دور اور ہر عہد کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ عصر حاضر میں تمام مسائل کی بنیادی وجہ شرعی قانون سے انحراف ہے اس کے بغیر مسائل کا حل ممکن نہیں ہے۔ انسان کا بنایا ہوا مصنوعی قانون کبھی بھی اللہ کے بنائے ہوئے قانون کا مقابلہ نہیں کر سکتا، لیکن انسان اپنی نادانی کی وجہ سے اپنے خالق کا راستہ چھوڑ کر مخلوق کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا ہے ۔ ارشاد ربانی ہے:

"﴿اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ﴾"[40]

"وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے"۔

تبصرہ

مذکورہ بالا وجوہات سے سمجھا جاسکتا ہے، کہ انسانی دنیا کی رہنمائی آج بھی اسلامی قانون ہی کے ذریعہ ممکن ہے، اسلام ایک مکمل دین اور مکمل قانون ہے یہ ساری انسانیت کیلئے ایک فطری قانون ہے ۔

---

38 السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط فی الفقہ الحنفی، دار لمعرفۃ، بیروت، لبنان، 1409ھ، ج:2، ص:24

39 آفندی ابراہیم، اسرار الشریعہ الاسلامیہ، طبع، مصر، 1328ھ، ص:248

40 البقرہ:221/2

صدیوں سے انسان قانون سازی کے میدان میں کوشش کررہاہے اگرچہ اس میں الٰہی قوانین سے بڑی حدتک استفادہ کیاگیاہے، لیکن اس کے باوجود ابھی تک کوئی ایسامکمل قانون وضع نہ کیاجاسکا، جس کو ناقابل ترمیم قرار دیا جائے ،اور انسانی جذبات وافعال کامکمل آئینہ دار اس کو کہاجاسکے۔ یہ صرف قانون اسلامی ہے جو اپنے کو کامل ومکمل بھی کہتاہے اور ناقابل تنسیخ بھی قرار دیتاہے ۔

فصل دوم

اسلامی ریاست میں اقلیتوں سے متعلق قانون سازی کی اہمیت

اسلام عالم انسانیت کا دین ہے، جو انسانیت کے احترام اور امن و سلامتی پر بہت زور دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین کے دور کے بے شمار ایسے واقعات تاریخ کا حصہ ہیں، جن میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ اور یہاں تک کے دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے، کہ وہ تمام غیر مسلم جو امن پسند ہیں، اور اسلام دشمنوں کے ساتھ شامل نہیں، ان کے ساتھ رواداری کا سلوک کیا جائے، اور ان کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں کوئی فرق نہ رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿"لَا يَنْهٰكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ۔اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ"﴾۔[41]

"اللہ تمہیں ان لوگوں سے احسان کرنے اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے"۔

اسلام ایسے غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اقدامات پر زور دیتا ہے، اور ان پر کسی بھی قسم کا ظلم اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

عہد نبوی ﷺ

نبی کریم ﷺ کا دور تاریخ اسلام کا سنہرا دور ہے۔ نبی کریم ﷺ نے انسان کے تمام سماجی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کا احسن انداز میں تحفظ کیا اور بغیر کسی فرق کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی خیال رکھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

41 الممتحنہ 8:60

(("من قتل قتیلا من اھل الذمۃ لم یجد ریح الجنۃ، وان ریحھا لیوجد من مسیرۃ اربعین عاما"۔))[42]

"جس کسی نے اہل ذمہ میں سے کسی کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا حالانکہ اس کی خوشبو تو چالیس سال کی مسافت سے بھی سونگھی جاسکتی ہے"۔

سیاسی زندگی کے آغاز میں ہی نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں سے تعلقات قائم کرنے کے لیے مختلف امور پر صلح نامے کئے، جو غیر مسلموں سے تعلقات اجاگر کرنے کے لیے تا قیامت تمام مسلمانوں کے لیے رہنما ہے۔

ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں آباد یہودیوں کے قبائل سے ایک تاریخ ساز معاہدہ فرمایا۔ جو تاریخ میں "میثاق مدینہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ نبی کریم ﷺ کا پہلا معاہدہ ہے، جس میں غیر مسلموں کے حقوق کا مکمل تحفظ ہے۔[43]

اس تاریخ ساز معاہدہ کے پہلے 32 دفعات میں مہاجرین اور انصار سے متعلق احکامات بیان ہیں، اور باقی دفعات مدینہ میں موجود قبائل مدینہ کے حقوق و فرائض سے متعلق ہیں۔

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

"یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا باضابطہ انسانی معاشرہ قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا۔ انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی"۔[44]

نبی کریم ﷺ کے اقدامات غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کے بارے امن و سلامتی، انسانیت کے احترام، اور انسانی جان کے تحفظ بارے میں واضح تصور پیش کرتی ہے، جس کی کوئی مثال ملنا ممکن نہیں ہے۔

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ

---

42 بخاری، محمد اسماعیل، الصحیح، کتاب الجزیۃ، باب: اثم من قتل معاھدا بغیر اثم، حدیث نمبر: 3166، ج: 5، ص: 58

43 ثانی، محمد حافظ، ڈاکٹر؛ رسولِ اکرمؐ اور رواداری، کراچی، 1998ء، فضل سنز، ص: 57

44 ہیکل، حسین محمد؛ حیاۃِ محمدؐ (عربی)، ص 227

عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں غیر مسلموں کو وہ تمام حقوق اور تحفظ حاصل تھا، جن کا تعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہو گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں غیر مسلموں کے ساتھ جتنے بھی معاہدات کئے گئے، ان میں ان کے حقوق کو بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دمشق اور شام کی سرحدوں سے ایران اور عراق کارخ کیا، توراستے میں غیر مسلموں سے یہ معاہدہ کیا، کہ:

"على ان لا يهدم لهم بيعة ولا كنيسة وعلى ان يفربوا نواقيسهم فى اى ساعة شاء وا من ليل او نهار الا فى اوقات الصلاة، وعلى ان يخرجوا الصلبان فى ايام عيدهم واشترط عليهم ان يضيفوا المسلمين ثلاثة ايام و يبذر قومهم"۔[45]

"ان کے گرجے اور خانقاہیں منہدم نہیں کی جائیں گی۔ وہ نماز کے اوقات کے سوا باقی تمام اوقات میں اپنا ناقوس بجاسکتے ہیں، ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ان پر اپنے عید کے موقع پر صلیب نکالنے پر کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ مسلمان مسافر کی تین دن تک مہمان نوازی کریں، اور ضرورت پڑنے پر مسلمانوں کی جان ومال کی حفاظت کریں"۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں غیر مسلموں کو ہر طرح کے مراعات عطا کئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جن علاقوں کو فتح کیا، تو وہاں کے غیر مسلم رعایا سے معاہدات میں اس بات کو واضح کیا، کہ جزیہ کے بدلے ان کے جان ومال کی حفاظت مسلمانوں کی زمہ داری ہے، اگر مسلمان ان کی جان ومال کی حفاظت نہ کر سکیں، تو جزیہ وصول نہیں کرینگے۔ مختصر یہ کہ عہد صدیقی میں جتنے بھی علاقے فتح کئے گئے، توان علاقوں کے غیر مسلموں کے حقوق کو مکمل تحفظ دیا گیا۔

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ

عہد فاروقی میں بھی غیر مسلم باشندوں کے حقوق کو مکمل تحفظ حاصل تھا۔ غیر مسلم اسلامی ریاست میں خود کو زیادہ محفوظ سمجھتے تھے۔ اس بارے میں مشہور مستشرق منٹگمری واٹ لکھتے ہیں:

"The chiristians were probably better off as dhimmis under muslim arab rulers than the they had been under the byzantine greeks".[46]

---

45 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، 1979ء، ص:158

46 Montgomery,w watt, islamic political thought: The Basic concepts(London: Edinburg University press.1968),p:51

"عیسائی خود کو یونانی بازنطینی حکمرانوں کی رعیت میں رہنے سے مسلم حکمرانوں کی رعیت میں محفوظ سمجھتے تھے"۔

عہد فاروقی میں حکمرانوں کو غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کی خصوصی تاکید کی جاتی تھی، اور ان سے تمام معاملات میں خاص طور پر ٹیکس عائد کرنے اور وصول کرنے میں خصوصی رعایت کا حکم دیا جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں غریب ،بوڑھے، مسافر اور ضرورت مند غیر مسلموں کو بیت المال سے وظیفہ جاری کیا گیا تھا،اور ان کو ٹیکس معاف کر دیا گیا تھا۔ ان سے ٹیکس کی وصولی میں احتیاط کیا جاتا تھا، کہ ٹیکس کی وصولی میں کوئی زبردستی نہ کی جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں غیر مسلموں سے کئے گئے معاہدات پر سختی سے عمل کیا گیا۔

عہد عثمانی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امن و سلامتی اور ترقی و خوشحالی کے لحاظ سے ایک کامیاب دور تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی غیر مسلموں کے حقوق کو مکمل تحفظ حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں یہ فرمان جاری کیا تھا، کہ:

"انی اوصیک بھم خیرا فانھم قوم لھم الذمۃ"۔[47]

"میں تمھیں یہ نصیحت کرتا ہوں، کہ ان غیر مسلموں سے حسن سلوک کرو۔ یہ وہ قوم ہے، جنہیں جان، مال، عزت و آبرو اور مذہبی تحفظ حاصل ہے"۔

عہد علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی غیر مسلموں کو تمام حقوق کی حفاظت حاصل تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک مسلمان کو لایا گیا، جس پر ذمی کے قتل کا الزام تھا۔ ثابت ہونے پر آپ نے قصاص کا حکم دیا۔ بعد میں مقتول کے وارث نے معاف کیا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے تسلی کر کے اس مسلمان کو رہا کیا، کہ کہیں مقتول کے وارث کو ڈرایا یا دھمکایا تو نہیں گیا؟ جس پر مقتول کے وارث نے کہا، کہ ایسا نہیں ہے، مجھے اپنا خون بہا مل چکا ہے۔ تب آپ رضی اللہ عنہ نے رہائی کا حکم دیا اور فرمایا:

"انما بذلوا الجزیۃ لتکون دمائھم کدمائنا واموالھم کاموالنا"۔[48]

"انھوں نے جزیہ اس لیے خرچ کیا ہے، کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں"۔

---

47 ابو یوسف، کتاب الخراج، ص:80

48 عسقلانی، محمد بن علی، الدرایۃ فی تخریج آحادیث الھدایۃ، دار المعرفۃ، بیروت، 1989ء ج:2، ص:263

تبصرہ

دین اسلام انسانیت کا درس دیتا ہے، اور انسانی جان کی حفاظت اس دین کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ اسلام نے غیر مسلموں کو وہ تمام حقوق دیے ہیں، جو کسی بھی دوسرے مذہب میں ان کو حاصل نہیں ہے۔ اسلامی ریاست کے حدود میں ہر شخص کو اسلام نے جان ومال، عزت و آبرو کا تحفظ دیا ہے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

لہذا اس بات کی اشد ضرورت ہے، کہ دور حاضر میں بھی نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے، تمام مسلم حکمرانوں کے لیے آپ ﷺ کے معاہدات کی شکل میں ایک واضح رہنمائی موجود ہے، جس میں اقلیتوں کے حقوق کی ادائیگی اور پاسداری کے بارے میں سختی سے تلقین ملتی ہے۔

پاکستان میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر مسلموں کو تحفظ فراہم کیا ہے اور انہیں آزادانہ زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کیے۔ اسی ذمہ داری سے با احسن عہدہ برا ہونے کی خاطر پاکستان کی اسلامی ریاست نے غیر مسلموں کے حقوق کے حوالے سے نہ صرف قانونی چارہ جوئی کی ہے بلکہ عملاً بھی اس کا ثبوت پیش کیا ہے ۔

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی قیام پاکستان سے پہلے اسلامی ریاست کا تصور پیش کرتے ہوئے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی مکمل یقین دہانی کرائی تھی۔ قائد اعظم محمد علی جناح کو اللہ تعالی نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ انسانیت دوست سیاستدان تھے۔ آپ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ ملک کو صحیح معنوں میں خوشحال، مضبوط اور پر امن بنانے کے لیے اشد ضروری ہے کہ پاکستان میں رہنے والے امن پسند شہریوں کے حقوق کی تسلی بخش انداز میں حفاظت کی جائے۔ قائد اعظم نے کئی مقامات پر پاکستان میں رہنے والے غیر مسلموں کے ساتھ بہترین سلوک اور رواداری کی اہمیت پر زور دیا۔ 24 اپریل 1943ء کو آل انڈیا مسلم لیگ دہلی کے اجلاس میں خطبۂ صدارت دیتے ہوئے فرمایا :

"اقلیتوں کی بدرجہ اتم حفاظت ہونی چاہیئے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ نہ صرف عادلانہ بلکہ فیاضانہ سلوک کر کے واضح ترین ثبوت پیش کیا ہے۔"[49]

15 نومبر 1942ء کو آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن جالندھر کے سالانہ اجلاس سے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

---

[49] بقاء، محمد شریف، قائد اعظم کے اسلامی افکار، نظریہ پاکستان ٹرسٹ، لاہور، 2009ء، ص: 33-30

"ہماری مذہبی تعلیم ہمیں یہ حکم دیتی ہے کہ مسلمان حکومت میں ہر غیر مسلم اقلیت کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جائے۔"[50]

قائد اعظم نے یکم فروری 1943ء کو اسماعیلی کالج بمبئی سے تقریر کرتے ہوئے کانگریس کے ہندو رہنماؤں سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ:

"ہم تمہاری اقلیتوں کے ساتھ مہذب حکومتوں سے بھی زیادہ بہتر انداز میں سلوک کریں گے کیونکہ اقلیتوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے کا ہمیں قرآن کریم نے حکم دیا ہے۔"[51]

24 دسمبر 1943ء کو کراچی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہندوستان اور پاکستان کا یہ مقدس فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے کی اقلیتوں کے ساتھ عدل اور انصاف کا برتاؤ کریں اور ان کی حفاظت بھی کریں۔"[52]

پاکستان میں اقلیتوں سے متعلق قانون سازی

پاکستان بن جانے کے بعد سے عصر حاضر تک ہر دور میں غیر مسلموں کے جان و مال کے تحفظ کے حوالے سے نہ صرف قانون سازی ہوتی رہی بلکہ عملاً بھی بہت کچھ ہوا البتہ چند ایک افسوس ناک واقعات بھی پیش آتے رہے ہیں لیکن وہ صرف غیر مسلموں کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا شکار ملک کے رہنے والے تمام طبقات ہوئے اور ان واقعات کے محرک دہشت گرد افراد کا کسی بھی مذہب سے کوئی تعلق نہیں وہ انسانیت کے دشمن ہیں ۔

1956ء کے پہلے دستور میں بھی تمام اہلیان پاکستان کے جملہ حقوق کے مساوی تحفظ کی ضمانت فراہم کی گئی۔اسی طرح 1962ء کے آئین میں تمام پاکستانیوں کی بلا امتیاز مسلم و غیر مسلم تمام مذہبی معاشرتی وسیاسی حقوق کے مساویانہ تحفظ کی ضمانت دی گئی اور ان کو تمام بنیادی حقوق کی فراہمی کے ساتھ جان و مال کے تحفظ کی بھی ضمانت دی گئی ۔[53]

---

50 ایضا

51 بقاء، محمد شریف، قائد اعظم کے اسلامی افکار، ص:33-30

52 ایضا

53 ایم اے ملک، تاریخ آئین پاکستان، پی ایل ڈی، پبلشرز، لاہور، 1991ء، ص:59

1956ء کے آئین کی روح سے جو مساوی حقوق کے تحفظ کی بات کی گئی ہے اس کو پاکستان میں من وعن پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی اور تمام اقلیتوں کے جان ومال سمیت جملہ حقوق کا پوری طرح خیال کیا گیا۔اسی طرح 1962ء کے آئین میں بھی جو اقلیتوں کے حقوق بیان ہوئے،ان کو بھی بلا امتیاز مذہب پورا پورا ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ۔
1973ء کے دستور میں بھی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے ضمن میں تمام غیر مسلموں کی جان ومال کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔ان کو حق جائیداد دیا گیا یعنی کسی بھی غیر مسلم کی زمین وجائیداد کو بلا معاوضہ ومتبادل کے حکومت بھی قبضہ میں نہیں لے سکتی ۔[54]

آئین پاکستان کے آرٹیکل 36([55]) کے مطابق ریاست اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ کرے گی اور آئین کے ہی آرٹیکل 8([56]) کے مطابق بنیادی حقوق کے نقیض یا منافی قوانین کالعدم ہوں گے اور پاکستان چارٹر آف ہیومن رائٹس پر بھی عمل درآمد کا پابند ہے۔ آئین پاکستان کے مطابق پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق سب کو آزادی اور تحفظ حاصل ہے ۔ اسی طرح دنیا کے ہر معاشرے کی طرح پاکستان میں بھی آئین فرد کی سلامتی کو اہمیت دیتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب، ذات پات، رنگ نسل سے تعلق رکھتا ہو اس وقت تک اسکی جان نہیں لی جاسکتی سوائے اس کہ قانون اسکی اجازت دے۔اسی طرح آئین پاکستان کے آرٹیکل 9 ([57]) کے تحت فرد کو سلامتی حاصل ہے اور کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے اسکے کہ قانون اسکی اجازت دے۔یعنی آئین پاکستان قانون کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ہر شخص کو مکمل آزادی فراہم کرتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق محفوظ ہیں اور انہیں تحفظ بھی فراہم کیا جاتا ہے۔وہ آزادانہ اپنی مذہبی ومعاشرتی رسومات ادا کرتے ہیں۔اس ملک میں جہاں کہیں غیر مسلم رہتے ہیں وہ بالکل محفوظ ہیں۔ان پر کوئی جبر و تشدد نہیں ہوتا۔غیر مسلم اپنے مذہبی تہوار بھی بلا خوف وخطر جوش وخروش سے مناتے ہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ پوری دنیا کی بہ نسبت پاکستان میں اقلیتیں سب سے زیادہ محفوظ ہیں۔حال ہی میں آسیہ مسیحہ کے حق میں سپریم کورٹ کے فیصلہ نے یہ بات پھر سے ثابت کردی ہے کہ یہاں اقلیتوں کے جان کو مکمل تحفظ حاصل ہے اور آئین وقانون کو بالادستی حاصل

---

[54] ایضا،ص:85

[55] محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، دار التحقیق برائے علم ودانش، کراچی، 1988ء، ص:17

[56] ایضا،ص:5

[57] ایضا

ہے۔ دنیا بھر کے تمام مذاہب اور قوانین میں اقلیتوں کو سب سے زیادہ تحفظ اسلام نے دیا ہے اور جتنا تحفظ اسلام نے دیا ہے اس کے مطابق یہاں اقلیتیں بالکل محفوظ ہیں۔

جہاں پاکستان میں ان اقلیتوں کو ہر طرح کے بلا امتیاز شہری حقوق، جانی ومالی تحفظ حاصل ہے اور ان کے مقدس مقامات کا احترام روا رکھا گیا وہاں یہ اقلیتیں بھی قومی زندگی کے ہر شعبہ دفاع، امور خارجہ، فنانس، قانون، تعلیم و تحقیق، صنعت و تجارت، سول ایڈ منسٹریشن، فلاحی اور تعمیراتی میدانوں وغیرہ میں اپنی ناقابل فراموش خدمات انجام دے کر وطن عزیز کی تعمیر وترقی میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ ان کی حب الوطنی پر آج تک شک نہیں کیا گیا بلکہ وہ بھی اکثریتی مسلمان آبادی ہی طرح محب وطن پاکستانی ہیں۔

باب دوم

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی فلاح وبہبود

فصل اول: فلاح وبہبود اور غیر مسلموں کا تعارف

فصل دوم: غیر مسلموں کی فلاح وبہبود اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

فصل سوم: غیر مسلموں کی فلاح وبہبود آئین پاکستان کے تناظر میں

فصل اول

فلاح وبہبود اور غیر مسلموں کا تعارف

فلاح وبہبود کا تعارف

فلاح کی لغوی تعریف

مقاییس اللغۃ میں ہے:

"(فلح)، الفاء و اللام و الحاء اصلان صحیحان۔احدھما یدل علی شق، والاخر علی فوز وبقاء۔فالاول: فلحت الارض: شققتھا۔ والاصل الثانی: الفلاح: البقاء و الفوز "[58]

فلاح میں، فاء، لام اور حاء اصل ہیں۔ دو معنیٰ پر دلالت کرتا ہے ایک تقسیم کی طرف اشارہ کرتا ہے اور دوسرا فتح اور بقاء کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پہلا: زمین کی تقسیم کی۔ یعنی تقسیم کرنا، اور دوسرا: بقاء اور فتح۔

المنجد میں ہے:

"افلح الرجل بالشيئ"۔[59]

مطلوب پر کامیاب وفتح مند ہونا۔

"الفلح، و الفلاح: کامیابی، درستی، حال، بقا۔ نجات کو کہا جاتا ہے۔ حی علی الفلاح: یعنی کامیابی اور نجات کے راستے کی طرف آؤ۔ الفلاح: سحری"۔[60]

لسان العرب میں ہے:

---

58 ابن فارس، ابی الحسین احمد بن فارس، مقاییس اللغۃ، دار الجیل، بیروت، 1988ء، ج:1، ص:475

59 لوئس معلوف، المنجد، مترجم: مولانا عبد الحفیظ بلیاوی، مکتبہ قدسیہ، لاہور، 1979ء، ص:653

60 ایضا

"الفلح والفلاح، الفوز و النجاة و البقاء فی النعیم و الخیر۔ وفی حدیث ابی الاحداح، بشرک اللہ بخیر و فلح،ای بقاء و فوز، وھو مقصور من الفلاح وقد افلح۔قال اللہ عزّ من قائل قد افلح المؤمنون،ای اصیروا الی الفلاح"۔[61]

الفلح و الفلاح سے مراد، کامیابی، فتح اور بقاء خوشی اور بھلائی میں۔ جیسا کہ حضرت ابی الاحداح رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، کہ اللہ آپکو، نیکی اور کامیابی، یعنی بقاء اور کامیابی سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ایمان والوں نے یقینا فلاح پا لی ہے"۔ یعنی انھوں نے نجات حاصل کر لی۔

المعجم الوسیط میں ہے:

"قیل الفلاح، الفوز و یقال لا افعل ذلک فلاح الدھر،ای بقاءہ"۔[62]

اور کہا گیا، کہ الفلاح سے مراد کامیابی ہے،اور یہ کہ ایسا نہ کرو، ہمیشہ کے لیے، یعنی ہیشگی کے معنی میں۔

المعجم العربی بین یدیک میں ہے:

"فلاح: فلح، یفلح،فلاحا: حصل علی ما یرید." فلح من خرج من الدنیا،بذنب قلیل ".لا یفلح الکسلان"۔[63]

یعنی اس نے حاصل کیا وہ، جو وہ چاہتا تھا، یعنی جو چاہتا تھا، اس میں کامیاب ہو گیا۔ اور کہا گیا: کامیاب ہوا، وہ شخص جو دنیا سے کم گناہ کر کے نکل گیا۔ مزید کہا گیا۔ سست، کاہل شخص کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

الصحاح فی اللغۃ میں لکھا ہے:

"الفَلاحُ:الفوز والنَجاة،والبَقاء،والسحور. یقول الرجل لامرأته: اسْتَفْلِحِي بأمرِكِ،أي فوزي بأمرك۔وقول الشاعر:ولكن ليس للدنيا فَلاحُ أي بقاء. وفي الحديث: "حتى خفنا ان يفوتنا الفلاح"۔ يعنى السحور۔ ويقال: إنمَّا سُمِيَ بذلك لأن به بقاء الصوم. وحَيَّ على الفَلاحِ،أي أقبل على النجاة.والفَلَحُ:لغةٌ في الفلاح"۔[64]

---

61 ابن منظور، محمد بن ابی بکر، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1395ء، الطبعۃ الاولی: 1: ص: 547

62 ابراہیم مصطفیٰ، احمد الزیات، حامد عبد القادر، محمد النجار، المعجم الوسیط، دار الدعوۃ، 1360ء، ج: 2، ص، 700

63 الفوزان، عبد الرحمان، مختار حسین، محمد فضل، المعجم العربی بین یدیک، 1425، الریاض، ص: 260

64 الجوہری، ابی نصر اسماعیل بن حماد الجوہری، الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1398ء، ج: 2، ص: 50

الفلاح سے مراد فتح، نجات، بقا اور سحری ہے۔ مرد اپنی بیوی سے کہتا ہے: میں تمہارے حکم میں کامیاب ہو جاؤں گا، یعنی تمہارے حکم سے جیتوں گا۔ اور شاعر نے کہا: لیکن دنیا میں کوئی کامیابی نہیں، کوئی بقا نہیں۔ اور حدیث میں ہے: "تو ہم ڈرتے تھے کہ ہم الفلاح کو کھو دیں گے۔" اس کا مطلب ہے سحری۔ اور کہا جاتا ہے: الفلاح کو سحری اس لیے کہا گیا کہ یہ روزے کو برقرار رکھتا ہے۔ حی علی الفلاح: یعنی کامیابی اور نجات کے راستے کی طرف آؤ۔

بہبود کی لغوی تعریف

اردو لغت میں لکھا ہے:

"فارسی زبان کا لفظ ہے۔ بہ (کسرہ ب مجہول) + بود۔ فارسی زبان سے ماخوذ صفت "بہ" کے ساتھ فارسی مصدر "بودن" کا حاصل مصدر "بود" ملنے سے مرکب بنا۔ اردو میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں اس سے مراد، بھلائی، بہتری، فائدہ، رفاہ، ترقی، افزونی ہے"۔ [65]

فیروز اللغات اردو میں ہے:

"بہبود: (بہ۔ بود)۔ بہتری، نفع، فائدہ، بھلائی"۔ [66]

فرہنگ آصفیہ میں ہے:

"بہبود سے مراد ہے، بہتری، فائدہ، خیریت، عافیت، فراغبالی، خوش اقبالی، ترقی، افزونی"۔ [67]

فلاح و بہبود کا مفہوم

عربی زبان سے مشتق اسم "فلاح" کو حرف عطف "و" کے ذریعے فارسی سے ماخوذ اسم "بہبود" کے ساتھ ملانے سے مرکب عطفی بنا۔ اردو میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مراد فائدہ اور بھلائی ہے۔

"فلاح و بہبود کو رفاہ عامہ بھی کہا جاتا ہے، یہ کسی بھی معاشرے میں رہنے والے عوام کی معیار زندگی، اور ان کے وجود کی راحت و سکون کو بہتر بنانے کے لیے کیا جانے والا عمل ہے"۔ [68]

کیمبرج ڈکشنری میں فلاح و بہبود کی تعریف یوں کی گئی ہے:

---

65 www.urdulughat.info 24/08/2021

66 مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات اردو، فیروز سنز، لاہور، 1990ء، ص:226

67 دہلوی، مولوی سید احمد، فرہنگ آصفیہ، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، 1978ء، ج:1، ص:437

68 Ur.wikipedia.org./wiki/ فلاح۔و۔بہبود 24/08/2021

"Help given,especially by the state or an organization,to people who need it."(69)

فلاح و بہبود سے مراد ریاست یا کسی تنظیم کی طرف سے ان لوگوں کی مدد کرنا، جو ضرورت مند ہو۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں ہے:

"practical or financial help that is provided, often by the government, for people or animals that need it".(70)

عملی یا مالی مدد جو اکثر حکومت کی طرف سے لوگوں یا جانوروں کو فراہم کی جاتی ہے جن کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

فلاح و بہبود کا قرآنی و نبوی تصور

انسانیت کی فلاح و بہبود کا مقصد ریاکاری کا نہ ہونا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو۔ انسانیت کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی اس خوبی کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

"﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾"۔(71)

"وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں ان کا انعام ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

فلاح و بہبود میں ریاکاری اور دکھاوے کا اسلام میں اجازت نہیں ہے، کیونکہ ریاکاری شرک کی ایک قسم ہے، اور شرک کرنے والوں کے لیے اسلام میں سخت وعید آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا:

"((قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ،مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي، تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ))"۔(72)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ میں شرک والوں کے شرک سے بے پرواہوں، جو آدمی میرے لئے کوئی ایسا کام کرے۔ کہ جس میں میرے علاوہ کوئی میرا شریک ہو، تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں"۔

---

69 https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/welfare 25/08/2021

70 https://www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/american_english/welfare 25/08/2021

71 البقرہ:2/262

72 قشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح، حدیث نمبر:2985، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1385، 4/2289

اسلام میں اس بات کی بھی اجازت نہیں ہے، کہ انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے ناجائز ذرائع آمدن کو استعمال کیا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ﴾"۔[73]

"آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تم فرمادو: ان دونوں میں کبیرہ گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ دنیوی منافع بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟ تم فرماؤ: جو زائد بچے۔ اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو"۔

مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ اس نکتہ کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"کہ اس آیت نے اسلامی شریعت کا یہ مزاج واضح کر دیا کہ جو چیزیں اخلاقی اعتبار سے مضر ہیں اگر ان سے کوئی فائدہ بظاہر بنی نوع انسان کو پہنچتا بھی ہو یا پہنچایا بھی جاسکتا ہو تب بھی ان کے ضرر کے پہلو کے غلبہ کے سبب اسلام میں ان سے احتراز ہی واجب ہے"۔[74]

انسانی فلاح وبہبود دراصل خلق خدا کی خدمت ہے، اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں ہمارے لیے بہترین رہنمائی ہے، زندگی کی تمام شعبوں میں۔ نبی کریم ﷺ نے انسانی فلاح وبہبود کے سنہرے اصول متعین فرمائے ہیں:

"((خير الناس من ينفع الناس))"۔[75]

"تم میں سے بہترین وہ ہے، جو لوگوں کو نفع دیں"۔

غیر مسلم کی تعریف واقسام

---

73 البقرہ:2/219

74 اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 1403ھ، 1/471

75 علاؤ الدین، علی بن حسام الدین، کنز الاعمال، حدیث نمبر:44154، دار الاشاعت، کراچی، 14/128

غیر مسلم کی تعریف

غیر مسلم سے مراد وہ شخص ہے، جو نہ دل سے ایمان تسلیم کرتا ہے، اور نہ زبان سے اللہ تعالیٰ کی توحید، اور نبی کریم ﷺ کی رسالت، اور خاتم النبیین ہونے کا اقرار کرتا ہو۔[76]

محمد رفیق طاہر[77] غیر مسلم کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"اسلام کے مقابل صرف اور صرف کفر ہی ہے، اسکے سوا کچھ بھی نہیں، لہذا غیر مسلم کا مطلب بھی کافر ہی ہوتا ہے، خواہ اسے کوئی بھی نام دے دیا جائے۔ مثلا: یہودی، عیسائی، اہل کتاب، ہندو، مجوسی، سکھ، وغیرہ یہ سب کافر ہیں، غیر مسلم ہیں"۔[78]

دار الافتاء جامعہ العلوم الاسلامیۃ کے مطابق:

"غیر مسلم/کافر سے مراد وہ شخص ہے، جو ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے دین اسلام سے انکاری ہو"۔[79]

آئین پاکستان کے آرٹیکل 260بی(II) میں غیر مسلم کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"غیر مسلم سے مراد، وہ شخص ہے، جو مسلمان نہ ہو، اور یہ شخص عیسائی،، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو، قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی بھی اور نام سے پکارتے ہوں)، یا بہائی، یا شیڈولڈ کاسٹ (کمّی ذات، نچلا طبقہ) سے تعلق رکھتا ہو"۔[80]

غیر مسلموں کی اقسام

---

76 https://www.thefatwa.com/urdu/questionID/90/ 01/09/2021

77 ابو عبد الرحمان محمد رفیق طاہر، جامعہ دار الحدیث ملتان کے مدرس ہیں۔

78 محمد رفیق طاہر، احکام و مسائل (مسائل تکفیر و خروج)، 1437ھ۔
https://www.rafiqtahir.com/ur/play-swal-623.html 01/09/2021

79 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی، فتویٰ نمبر: 143812200055
https://www.banuri.edu.pk01/09/2021

80 آئین پاکستان، آرٹیکل، 260بی(II)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تقسیم دو گروہوں میں کی ہے۔

- مؤمن
- کافر

ارشاد ربانی ہے:

"﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾"۔ (81)

"وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی مسلمان ہے اور اللہ تمہارے کام خوب دیکھ رہا ہے"۔

کافر / غیر مسلموں کی مختلف اقسام ہیں:

- اہل کتاب
- شبہ اہل کتاب
- غیر اہل کتاب

اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام غیر مسلموں کو فقہاء کی اصطلاح میں اہل الذمۃ کہا جاتا ہے۔ذیل میں مختصرا غیر مسلموں کی تمام اقسام کو بیان کیا گیا ہے:

اہل کتاب

اہل کتاب سے مراد غیر مسلموں کی وہ قسم ہے، جن کے پاس قرآن مجید کے علاوہ دوسری آسمانی کتاب موجود ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

81 التغابن:64/2

"﴿"يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِى اِبْرَاهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِه اَفَلاَتَعْقِلُوْنَ"﴾"۔ (82)

"اے اہل کتاب! ابراھیم کے معاملہ میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو اس کے بعد اتری ہیں، کیا تم یہ نہیں سمجھتے"۔

حنبلی اور شافعی فقہاء اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں

یوسف فیروز آبادی لکھتے ہیں:

"ویقول الحنابلة و الشافعية ان اہل الکتاب ھم الیہود و النصاریٰ"۔ (83)

حنفی فقہاء کے نزدیک:

"ان کل من اعتقد دینا سماویا ولہ کتاب منزل کالتوراۃو الانجیل وصحف ابراہیم و سیش،و زبور یعتبر من اہل الکتاب"۔ (84)

"وہ تمام لوگ اہل کتاب کہلاتے ہیں، جو کسی بھی آسمانی کتاب کو مانتے ہو، جیسے، توراۃ، انجیل، صحف ابرہیم علیہ السلام اور صحف سیش علیہ السلام اور زبور"۔

شبہ اہل کتاب

شبہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں، جو توراۃ اور انجیل کے علاوہ کسی کتاب کے ماننے والے ہوں۔فقہاء کے نزدیک ان میں دو گروہ شامل ہیں:

- صابی

82 ال عمران:3/65

83 فیروز آبادی، ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیروز آبادی، اللمع فی اصول الفقہ، مطبعہ عیسی البابی الحلبی، مصر 1343ھ، 10/44

84 ابن عابدین، محمد امین الشہر ابن عابدین، حاشیہ دار المختار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی، 1970، 3/37

- مجوسی

صابی

صابی کا مطلب ہے، خارج ہونا۔ ایک دین سے خارج ہو کر دوسرے دین میں شامل ہونے کی وجہ سے انھیں صابی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ انھوں نے یہودی اور نصاری دین کو چھوڑ کر ستاروں اور ملائکہ کی عبادت شروع کر دی۔ ڈاکٹر محی الدین لکھتے ہیں:

"انهم قوم بين اليهود والمجوس"۔ [85]

"یہ (صابی) یہودی اور مجوسی کی درمیانی قوم ہے"۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق:

"انهم من اہل الكتاب"۔ [86]

"بیشک یہ اہل کتاب میں سے ہے"۔

عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

"انهم يعتقدون بالخالق عزوجل و يؤمنون و يدعون انهم يتبعون تعليم آدم ونبيهم يحی جاء۔۔۔وعندهم كتاب يسمونهم (الكاتزابرا) ای صحف آدم ومن عباداتهم الصلوة دون سجود يودونها فی اليوم ثلاث مرات"۔ [87]

"یہ لوگ اللہ پر اعتقاد رکھتے ہیں، اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اور یہ دعویٰ کرتے ہیں، کہ وہ آدم علیہ السلام کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں، اور انکے نبی یحیٰ آئے،۔۔۔۔اور انکے پاس ایک

---

85 محی الدین الائی، الدعوہ الاسلامیہ وطورھافی شبھہ القارۃ الھندیۃ، دار القلم، دمشق، 1391ھ، ص:231-232

86 محی الدین ابی محمد عبد القادر محمد القرشی، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، مجلس دائرہ المعارف النظامیۃ الکائنۃ، ہند، 1332ھ 42/2

87 ابن قیم، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر ابن قیم الجوزیۃ، احکام اہل الذمۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1995ء، ص:14

کتاب تھی، جسکانام الکانزابرامن صحف آدم کہتے ہیں، ان کی عبادات میں سجدے کے بغیر نماز ہے، جو دن میں تین دفعہ ادا کرتے ہیں"۔

موجودہ زمانے میں یہ گروہ عراق میں موجود ہے۔

مجوسی

مجوسی گروہ کے بارے میں بھی علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ اہل کتاب ہیں، بعض کے نزدیک شبہ اہل کتاب ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ انھیں اہل کتاب تصور کرتے ہیں۔ اس بات کی دلیل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں:

"انا ،اعلم الناس ،بالمجوس كان لهم ،علم ،يعلمونه و كتاب يدرسونه وانما ملكهم سكر فوقع على ابنته او اخته فاطلع عليه اهل مملكةقال اتعلمون ديناخيرا من دين آدم وقد ينكح بنيه وبناته واناعلى دين آدم...،وقداسرى على كتابهم فرفع بين اظهر هم وذهب العلم ،الذى فى صدورهم فهم اهل الكتاب"۔[88]

"میں مجوسیوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ ان کے ہاں علم تھا، جس کو وہ جانتے تھے، اور کتاب تھی، جسے وہ پڑھتے تھے۔ ان کا بادشاہ تھا، جس نے نشہ کی حالت میں بیٹی یا بہن سے جماع کر لیا، جس کا اہل مملکت کو پتا چل گیا۔۔ کہا کہ آدم کے دین سے بہتر کسی دین کو جانتے ہو؟۔ وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا آپس میں نکاح کرتے تھے، میں آدم کے دین پر ہوں اسی دوران انکی کتاب ان کے درمیان سے اٹھالی گئی، اور جو علم ان کے سینوں میں تھا، غائب ہو گیا۔ سو یہ اہل کتاب ہیں"۔

جمہور فقہاء انکو اہل کتاب میں شمار نہیں کرتے، اور دلیل میں یہی روایت ہے، جس میں واضح طور پر موجود ہے، کہ اگر ان کے پاس کتاب تھی بھی، تو وہ ان سے اٹھالی گئی ہے۔ اور نہ یہ اپنے دین کے بارے میں علم رکھتے ہیں۔ ان کے اہل کتاب نہ ہونے کی دلیل میں حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت منقول ہے:

---

88 الحافظ ابوعبید القاسم، کتاب الاموال (بیروت: دار الفکر، 1998ء)، ص:129-130

"(("قال انی،آشھد لسمعت رسول اللہ یقول:سنواہم اھل کتاب غیرنا کحی نسائہم ولا اکلی ذبائہم"))"۔[89]

"انھوں نے کہامیں گواہی دیتاہوں، کہ میں نے رسول کو کہتے سنا ہے، ان کے بارے میں

اہل کتاب کا طریقہ اختیار کرو، البتہ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرنا، اور ان کا ذبیحہ نہ کھانا"۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی واضح ہو گیا، کہ یہ شبہ اہل کتاب ہے، اہل کتاب نہیں ہے، کیونکہ اگر اہل کتاب ہوتے، تو باقی اہل کتاب عورتوں سے کی طرح ان کی عورتوں سے بھی نکاح جائز ہوتا، اور انکا ذبیحہ کھانا بھی جائز ہوتا۔

غیر اہل کتاب

غیر اہل کتاب میں مختلف گروہ شامل ہیں:

- دہریہ
- مشرک
- مرتد
- منکرین رسالت
- قادیانی

دہریہ

یہ گروہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے انکار کرتے ہیں۔

"ھم منکرون الخالق ویقولون لا الہ ولا صنائع للعالم"۔[90]

دہریہ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے، کہ دنیا میں تمام چیزیں خود بخود پیدا ہوتی ہیں۔ انکا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے:

﴿"وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ"﴾ ۔[91]

---

89 ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیۃ، احکام اھل الذمۃ (بیروت: مکتبہ دار الجیل، 2001ء)، ص:31۔

90 ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزی، تلبیس ابلیس (مصر: مطبعۃ السادۃ، 1340ھ)، ص:41۔

91 الجاثیۃ:45/24

"اور بولے وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا"۔

مشرک

اس گروہ میں وہ لوگ شامل ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں۔ جیسے بت پرست وغیرہ۔

مرتد

اس سے مراد وہ شخص ہے، جو دین اسلام سے پھر گیا، مرتد کہلاتا ہے۔ مرتد کا مطلب پھرنے والا، یعنی مرتد وہ شخص ہے، جو اپنا عقیدہ بدلنے والا ہے۔ جیسے ابن قدامہ المقدسی لکھتے ہیں:

"الراجع عن دين الاسلام الى الكفر"۔[92]

"یعنی دین اسلام سے کفر کی طرف پھرنے والا شخص مرتد کہلاتا ہے"۔

منکرین رسالت

ابن عابدین ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وهولاء يومنون،با لله،ولكنهم ينكرون بعثة الرسول فلا يومنون بنبى،ولا رسول"۔[93]

"یہ لوگ اللہ پر تو ایمان رکھتا ہے، لیکن رسالت کا منکر ہے، کسی نبی یا رسول پر ایمان نہیں رکھتا"۔

قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی اس فرقے کا بانی تھا، انسویں صدی میں انگریزوں نے مسلمانوں کو دین اسلام اور

---

92 ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد المقدسی، المغنی (المملکۃ السعودیۃ العربیۃ: دار العلم الکتب، 1995ء) 8/125

93 ابن عابدین، محمد امین الشہر، حاشیہ رد المختار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، 3/287۔

خاص طور پر جہاد سے دور کرنے کے لیے اس فرقے کو بنایا۔ یہ گروہ نبی کریم ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہین کرتے، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے، کہ آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ اور ضرورت کے مطابق اللہ نبی مبعوث فرماتے رہتے ہیں، اور غلام قادیانی انبیاء میں سے افضل ترین ہیں۔ [94]

فقہاء نے احکام کے اعتبار سے فقہ کی کتابوں میں غیر مسلموں کی چار اقسام کا ذکر کیا ہے:

1. اہل الذمہ:

اہل الذمہ سے مراد وہ غیر مسلم ہیں، جو اسلامی ریاست کے قانون کی پاسداری کا عہد کرکے وہاں سکونت اختیار کرتے ہیں ۔

2. مستامن:

وہ غیر مسلم جو تجارت کے سلسلے میں یا وقتی ضرورت کے تحت عارضی طور پر اسلامی حکمران کی اجازت سے اسلامی ریاست میں رہائش اختیار کریں ۔

3. معاہد:

اس میں وہ تمام غیر مسلم شامل ہیں، جو الگ ملک میں رہنے کے باوجود مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرلیں ۔

4. حربی:

وہ غیر مسلم جن سے دار الاسلام کا کسی قسم کا بھی معاہدہ نہ ہوا ہو ۔ [95]

فصل دوم

غیر مسلموں کی فلاح و بہبود اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

زمانہ جاہلیت میں ایک مضبوط سیاسی نظام کے فقدان کی باعث جزیرۃ العرب میں سیاسی و سماجی انتشار موجود تھا۔ لوگوں کی جان و مال غیر محفوظ تھے، ظلم و انتشار پھیلانے والوں سے کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ ظلم و ستم کرنا اور ایک دوسرے کی حق تلفی

---

94 https://forum.mohaddis.com/threads/22654 05/11/2021

95 مفتی محمد شفیع، جواہر الفقہ، مکتبہ دار العلوم کراچی، کراچی، 1341ھ، ج:2، ص:294-291

کرنا بہت عام سی بات تھی۔ اس صورت حال کے پیش نظر اس وقت کچھ انسانیت کا درد رکھنے والے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ، کہ ایک معاہدے کے تحت ایسے اقدامات کیے جائیں، جس سے ظلم و زیادتی کی روک تھام ہو، اور ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کی جائے، اور معاشرے میں رہنے والے ہر ضرورت منداور محتاجوں کی مدد کو یقینی بنایا جائے۔ اس معاہدہ میں نبی کریم ﷺ بھی شریک تھے، لیکن یہ معاہدہ اعلان نبوت سے پہلے ہوا تھا، سیرت کی کتابوں میں یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مذکور ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوری نے اس معاہدے کے اہم نکات کو یوں تحریر کیے ہیں:

- ملک سے بدامنی کو دور کیا جائیگا۔
- مسافروں کی حفاظت کی جائیگی۔
- غریبوں کی امداد کو جاری رکھا جائیگا۔
- ظالم کو ظلم کرنے سے روکا جائیگا۔[96]

نبوت کے اعلان کے بعد نبی کریم ﷺ نے چھوٹے، بڑے، مرد، عورت، والدین، اولاد، غلام، غیر مسلم اور یہاں تک کے حیوانوں کے حقوق بھی مقرر فرما کر ان کو پورا کرنے کا حکم دیا۔

ڈاکٹر حمید اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "پیغمبر اسلام کا زمانہ مبارک تاریخ عالم میں ایک انقلابی نقطہ اور ایک عہد آفرین دور کی حیثیت رکھتا ہے"۔[97]

میثاق مدینہ میں اقلیتوں کی فلاح وبہبود کے لیے ان کو مذہبی، اخلاقی، سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی ہر قسم کے حقوق عطا کیے گئے۔ اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کی فلاح وبہبود کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہے؟ ان تعلیمات کو ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں:

حسن سلوک

---

96 منصور پوری، محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، دار الاشاعت، کراچی، 2001ء، ص:42

97 ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دار الاشاعت، کراچی، ص:103

دین اسلام انسانیت کی فلاح وبہبود کا دین ہے،اس دین کی یہ سب سے اہم امتیازی خصوصیت ہے، کہ اس نے نہ صرف اسلامی ریاست میں رہنے والے امن پسند غیر مسلموں سے حسن سلوک کا حکم دیا،بلکہ اسلام کو نقصان پہنچانے والے دشمنوں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا،اور ان کے حقوق کو متعین کیا۔اور ان حقوق کو پورا کرنے کا سختی سے حکم دیا،اور عدولی پر سخت سزا کی وعید سنائی گئی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿"وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ،اِعْدِلُوْا،هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى "﴾ ۔[98]

"اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو(بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے"۔

اس آیت کی روشنی میں تمام مسلمانوں پر عدل و انصاف کرنا لازم کر دیا گیا ہے،اگرچہ جنگ کا زمانہ اور ماحول کیوں نہ ہو۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿"وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَاتَعْتَدُوْا،اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ "﴾ ۔[99]

"اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو"۔

حسن سلوک کے یہ احکا صرف قرآن مجید ہی میں نہیں،بلکہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات مبارکہ بھی اس سلسلے میں واضح ہیں۔آپ ﷺ جب بھی لشکر روانہ کرتے تو فرماتے:

(("رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: انطلقوا باسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله ولا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلا ولا صغيرا ولا امرأة ولا تغلوا وضموا غنائمكم وأصلحوا وأحسنوا إن الله يحب المحسنين")) ۔[100]

---

98 المائدۃ:8/5

99 البقرۃ:190/2

100 السجستانی، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، کتاب الجہاد(باب فی دعاء المشرکین)، المکتبہ الاسلامیۃ،1341ء،ج:3،ص:38

"اللہ کے نام پر اور اسکی مدد پر نکلو، اور رسول اللہ کی ملت پر، بہت بوڑھے آدمی اور چھوٹے بچوں کو، اور نابالغ اور عورتوں کو قتل نہ کرو، اور مال غنیمت میں چوری نہ کرو، اور عہد شکنی نہ کرو، اور کسی مقتول کی صورت نہ بگاڑو اور صلح رکھو اور احسان کرو، بیشک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

جو غیر مسلم اسلامی ریاست میں معاہدے کے تحت سکونت اختیار کرتے ہیں، ان کے بارے آپ ﷺ کی تعلیمات واضح ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(("مَن ظلم معاهدًا،أو انتقصه حقًا،أو كلَّفه فوقَ طاقتِه،أو أخذ منه شيئًا بغيرِ طيبِ نَفسٍ منه، فأنا حَجيجُه يوم َالقيامة"))۔[101]

"جو کسی معاہد پر ظلم کریگا، یا اس کی حق تلفی کرے، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈال دے، یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے، تو قیامت کے دن میں اسکا وکیل ہونگا"۔

اسی طرح ذمی اور وہ غیر مسلم جس کو امن و سلامتی کی یقین دھانی کرائی جائے، اور پھر اسے قتل کیا جائے، تو آپ ﷺ نے اس پر ان الفاظ میں برہمی کا اظہار فرمایا ہے:

(("أيما رجل أمن رجلا على دمه ثم قتله،فأنا من القاتل بريء، وإن كان المقتول كافرا")) ۔[102]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی شخص کو جان کا آمان دیا، اور پھر اسکو قتل کر دیا، تو میں اس سے بیزار ہوں، اگرچہ مقتول کافر کیوں نہ ہو"۔

جس طرح اسلامی ریاست میں ذمی اور غیر مسلم محفوظ ہے، اسی طرح ان کے مال کی حفاظت کا بندوبست بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(("ألا لا تحل أموال المعاهدين إلا بحقها")) ۔[103]

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خبردار معاہدین کے اموال بغیر اجازت کے حلال نہیں ہے"۔

---

101 ایضا، حدیث نمبر: 3052

102 امام ابی حاتم، محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، باب الجنایات، دار المعرفہ، بیروت، لبنان 1401ء، ج: 13، ص: 320

103 السجستانی، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، حدیث نمبر: 3314

خلفاء راشدین نے بھی غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کے بارے میں آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل جاری رکھا، تاریخ کی کتابیں مثالوں سے بھری پڑی ہیں۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت جو وصیتیں فرمائی تھی، ان میں ایک وصیت یہ بھی تھی:

"و اوصیہ بذمۃ اللہ،و ذمۃ رسولہ، ان یوفی لھم بعھدھم، و ان یقاتل من ورائھم، و ان لا یکفوا فوق طاقتھم"۔[104]

"یعنی میں ان لوگوں کے حق میں وصیت کرتا ہوں، جن کو خدا اور رسول کا ذمہ دیا گیا ہے، (یعنی ذمی) کہ ان سے جو عہد ہے وہ پورا کیا جائے، اور ان کی حمایت میں لڑا جائے، اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے"۔

عدالتی و قانونی تحفظ

اسلامی نظام کی اہم خصوصیات میں اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام شہریوں کے لیے مساوات اور فوری عدل و انصاف پر مبنی نظام کی فراہمی ہے۔ عادلانہ مساوات پر مبنی نظام شہریوں کا حق ہے، اور ریاست کی ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید میں ریاست کی اس ذمہ داری کا یوں ذکر آیا ہے:

﴿"وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ۔اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ۔اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا"﴾۔[105]

"اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے"۔

اسلامی نظام غیر مسلموں سے عادلانہ مساوات کا جو حکم دیتا ہے، اس کا ثبوت میثاق مدینہ کا تحریری دستور اور نبی کریم ﷺ کے معاہدات ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی ان کو عادلانہ، مساوات کی فراہمی کو یقینی بنایا۔

"قبیلہ بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس یہ مقدمہ آیا، تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا، کہ قاتل کو ورثاء مقتول کے حوالہ کیا

---

104 بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مطبوعۃ، میرٹھ، 1387ء، ص:187

105 النساء: 4/58

جائے۔ مقتول کا وارث حنین تھا، قاتل کو اس کے حوالہ کر دیا گیا۔ اور اس نے اسکو قتل کر دیا"۔[106]

اسلامی ریاست میں فوجداری قانون ہو، یا دیوانی قانون مسلم اور غیر مسلم کے لیے یکساں ہے، جو سزا کسی جرم میں مسلم کی ہو گی، وہی غیر مسلم کی بھی ہو گی، غیر مسلم ہونے کے ناطے کوئی تفریق نہیں کی جائیگی، البتہ غیر مسلم کے لیے شراب اور خنزیر کو قانون سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔[107] کسی مسلمان کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے، کہ وہ غیر مسلم کے شراب اور سور کو تلف کریں۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے، تو اس پر تاوان کی ادائیگی لازم ہو جائیگی۔ درالمختار میں ہے:

"ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ"۔[108]

"مسلمان اسکے شراب اور خنزیر کو تلف کرنے کی قیمت ادا کریگا"۔

شخصی معاملات

غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کے لیے اسلامی ریاست میں ان کے شخصی معاملات کو ان کے اپنی ملت کے قانون کے مطابق حل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلامی قانون ان پر نافذ نہیں ہو گا۔ اگر ان کے پرسنل لاء (مذہبی و قومی قانون) میں کسی چیز کی اجازت ہے، اور اسلامی قانون میں وہ امر ممنوع بھی ہو، تب بھی اسلامی عدالت ان کے قانون کے مطابق اس معاملے کا فیصلہ کریگا۔ جیسے اگر ان کے مذہب میں عدت کا تصور نہیں ہو، تو ان کے لیے اس فعل کو جائز قرار دیا جائیگا۔ خلفاء راشدین اور تمام اسلامی حکومتیں اسی اصول پر عمل پیرا رہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس معاملے میں فتویٰ طلب کیا تھا:

" ما بال الخلفاء الراشدین ترکوا اہل الذمۃ وماھم علیہ من نکاح المحارم و اقتفاء الخمور والخنازیر ؟"۔

"کیا بات ہے، کہ خلفاء راشدین نے اہل الذمۃ کو اجازت دی ہے، محرمات کے ساتھ شراب، سور اور نکاح کے معاملے میں"۔

---

106 العسقلانی، علامہ حافظ ابن حجر، الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ، مطبوعہ دہلی، 1954ء، ص:360

107 السرخسی، ابی بکر محمد بن احمد، المبسوط، دار احیاء التراث العربی، 1319ء، ج:13، ص:38-37

108 ابن عابدین، محمد امین، الدر المختار، زکریا بکڈپو، انڈیا، 1401ء، ج:3، ص:273

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا:

"انما بذلوا الجزیۃ،لیترکوا وما یقتضون ،وانما انت متبع ولا مبتدع و السلام"۔

"انھوں نے جزیۃ دینے پر رضامندی اسلیے ظاہر کی تھی، کہ انھیں انکے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی اجازت دی جائیگی۔ آپکی ذمہ داری پچھلے طریقے پر عمل پیرا ہونا ہے، نہ کہ نئ طریقے ایجاد کرنا"۔

البتہ اگر غیر مسلم اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں، اسلامی عدالت سے کہ انکے مقدمے کا فیصلہ اسلامی قانون کے مطابق کیا جائے، تو پھر عدالت اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرے گی۔[109]

غیر مسلم محتاجوں کی امداد

اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم / اہل الذمۃ اگر اپنے لیے ذریعہ معاش کے حصول کے قابل نہ رہیں، تو ان کی ضروریات کے مناسبت سے ریاست اسلامی بیت المال سے ان کے لیے وظیفہ جاری کریگا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ کو فتح کیا، تو اہل حیرہ سے یہ معاہدہ فرمایا:

"ایما شیخ ضعف عن العمل و اصابتہ آفۃ من الآفات، وکان غنیا فافتقر،وصار اہل دینہ یتصدقون علیہ،طرحت جزیتہ و عیل من بیت مال المسلمین ، وعیالہ ما اقام بدار الھجرۃ او دار السلام"۔[110]

"جو بوڑھا آدمی کسب کمانے کے قابل نہیں رہا، یا کسی آفت نے گھیر لیا، جس کی وجہ سے معذوری کا شکار ہو گیا، یا پہلے صاحب حیثیت تھا، ابھی مفلس ہو گیا، اور اسکے ہم مذہب لوگ اسکی مفلسی کا اقرار کریں، تو اس کو ٹیکس معاف کر دیا جائیگا، اور اس کے لیے اور اسکے اہل و عیال کے لیے ان کی ضروریات کے مطابق وظیفہ جاری کیا جائیگا، جب تک وہ دارالسلام میں سکونت اختیار رکھیں گے"۔

---

109 المبسوط، ج:5، ص:38-41

110 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، 1410ء، ص:85

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک روز مسجد سے باہر ایک نصرانی فقیر کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا، تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انکا حال معلوم کرنے کے بعد فرمایا:

"یہ تو کوئی انصاف کی بات نہ ہوئی، کہ جب تو جوان اور طاقتور تھا، تو ہم نے اس وقت تجھ سے ٹیکس وصول کیا، اب جب تم پر بڑھاپا حاوی ہو گیا ہے، تو ہم تمھیں بے یارو مددگار چھوڑ دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت حکم دیا اور ان کے لیے تاحیات بیت المال سے وظیفہ جاری فرمایا"۔[111]

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے تحت نے اپنے عامل عدی کو حکم نامہ بھیجا، کہ اپنے حلقے میں ان تمام اہل الذمۃ، جو بوڑھے ہیں، اور کسب معاش کمانے کے قابل نہیں ہے، انکے لیے ان کی ضروریات کے مطابق بیت المال سے وظیفہ جاری کر دو۔[112]

اسی طرح اگر کوئی ذمی دشمن کی قید میں ہو، اور اسکو آزاد کرنے کے لیے فدیہ دینے کی ضرورت پیش آئیں، تو فدیہ بیت المال ادا کریگا۔[113]

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

(("ان رسول اللہ ﷺ تصدق صدقۃ علی اہل بیت من الیہود، فھی تجری علیہم")) ۔[114]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ایک گرانہ کو صدقہ دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کے بعد بھی وہ انھیں دیا جاتا رہا"۔

جزیہ وخراج میں رعایت

---

111 ابو عبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، ادارہ تحقیقات الاسلامیۃ، اسلام آباد، ص:42

112 ایضا، ص:42

113 ایضا، ص:127

114 ایضا، ص:728

غیر مسلموں پر جزیہ اور خراج کی ادائیگی کے لیے زبر دستی کرنے سے اسلامی تعلیمات میں ممانعت ہے، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لا یکلفوا فوق طاقتھم"[115]

شام کے سفر کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا، کہ ایک عامل جزیہ کی وصولی کے لیے ذمیوں کو سزا دے رہا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لا تعذب الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبھم اللہ یوم القیامۃ"۔[116]

"لوگوں کو تکلیف نہ دو، اگر کوئی لوگوں کو عذاب میں مبتلا کریگا تو قیامت کے دن اللہ اسے عذاب میں مبتلا کریگا"۔

امام ابو یوسف لکھتے ہیں، کہ جو ذمی محتاج یا فقیر ہو، اسکو جزیۃ معاف کیا جائیگا۔[117] اگر کوئی ذمی مر جائیں، اور اس پر جزیہ کے بقایا جات واجب الادا ہو، تو وہ اس کے وراثت سے وصول نہیں کیا جائیگا، اور نہ اس کے وارثوں سے اس کا مطالبہ کیا جائیگا۔ امام ابو یوسف لکھتے ہیں:

" إذا کان الذمي محتاجاً أو فقیراً یغفر علیہ الجزیہ، او مات قبل ان تؤخذ منہ او اخذ بعضھا و بقی البعض، لم یؤخذ بذلک الورثۃ، ولم تؤخذ من ترکتہ"۔[118]

ذمیوں سے ملکی انتظامات میں مشورہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی حکمرانی میں ان تمام معاملات میں جن کا تعلق غیر مسلم اہل الذمۃ سے تھا، تو ان معاملات میں اہل الذمۃ سے مشورہ لیا ہے، اور انکے مشورہ کے بغیر ان معاملات کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتے تھے۔ مصر کے انتظامات میں سقوقس سے رائے لیں، اور اسی طرح عراق سے عجمی رئیسوں کو بلا کر ان سے مالگذاری کے حالات دریافت

115 ابو یوسف، کتاب الخراج، ص:88

116 ایضا، ص:71

117 ایضا، ص:70

118 ایضا

کئے۔ اور مالگذاری کی وصولی کے وقت اہل الذمہ رئیسوں کو بلا کر ان سے حلف لیتے تھے، کہ مالگذاری کی وصولی میں ان پر کوئی سختی تو نہیں کی گئی۔[119]

ملازمتیں

وہ مناصب جو اسلامی نظام میں کلیدی حیثیت کے حامل ہیں، ان مناصب کے علاوہ باقی تمام مناصب میں مسلم اور غیر مسلم کے لیے ایک ہی معیار ہو گا، اور جو اہل ہونگے، تو بلا امتیاز اس کو منتخب کیا جائیگا۔ اسی طرح صنعت و تجارت میں ان کو مکمل آزادی حاصل ہے، کوئی ایسی پابندی نہیں، جو خاص صرف غیر مسلموں کے لیے ہو۔ اسلامی ریاست کے تمام شہری، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم، معاشی میدان میں جدوجہد کا حق دونوں کو یکساں حاصل ہے۔

الغرض! فلاح و بہبود میں اسلام نے مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق روا نہیں رکھا ہے، اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، کہ اسلام فلاح انسانیت کا دین ہے۔

---

119 علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1999ء، ص:471

فصل سوم

غیر مسلموں کی فلاح وبہبود آئین پاکستان کے تناظر میں

پاکستان اور غیر مسلم اقلیتیں

مملکت پاکستان کا وجود خالص نظریاتی ریاست کے طور پر ہوا۔خطے میں دیگر نظریاتی مملکتوں کی بنسبت پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کی عزت و آبرو، جان ومال ہر لحاظ سے محفوظ ہے، اور انھیں سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی ہر قسم کے حقوق حاصل ہیں، اور پاکستان میں غیر مسلموں کو تعصب، تنگ نظری اور نسل پرستی وغیرہ کا کوئی خوف نہیں ہے۔

11 اگست 1947ء

11 اگست 1947ء کے تاریخی خطاب کے دوران بابائے قوم حضرت قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے اس مملکتِ خداداد میں اقلیتوں کے تحفظ اور جمہوریت کے حوالے سے انتہائی وقیع گفتگو فرمائی تھی۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا:"پاکستان میں آپ کو اپنے مندروں،مسجدوں اور پرستش گاہوں میں جانے کی آزادی ہے۔ آپ کسی بھی مذہب کے مقلد ہوں یا آپ کی ذات اور عقیدہ کچھ بھی ہو،اس سے پاکستان کی حکومت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہماری ریاست کسی تمیز کے بغیر قائم ہو رہی ہے۔ ایک فرقے یا دوسرے فرقے میں کوئی تمیز نہیں ہو گی۔ نہ ذات اور عقیدوں کی تمیز ہی ہو گی۔ ہم اس بنیادی اصول کے تحت کام شروع کر رہے ہیں کہ ہم ایک ریاست کے باشندے اور مساوی باشندے ہیں۔ اب ہمیں اس بات کو ایک نصب العین کے طور پر اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے اور پھر کچھ عرصہ بعد آپ دیکھیں گے کہ ہندو،ہندو نہیں رہے گا اور مسلمان،مسلمان نہیں رہے گا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے مذہب مٹ جائیں گے کیونکہ مذہب کو ماننا ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے۔ میرا مطلب سیاسی تمیز سے ہے۔ وہ سب ایک قوم ہو جائیں گے۔"

اس خطاب میں آپ نے ایک اسلامی ریاست کے بنیادی فریضے یعنی مذہبی آزادی کا اعلان فرمایا تھا جو قرآنی احکامات کے عین مطابق ہے"۔

حکومت پاکستان کی جانب سے 2017 میں کی جانی والی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی کل آبادی 20 کروڑ،77 لاکھ،74 ہزار اور 520 افراد پر مشتمل ہے۔ مردم شماری کے مطابق پاکستان میں اکثریت مسلم آبادی کی ہے، جو 96.47 فیصد ہے۔ [120] پاکستان میں اقلیتوں کی تعداد 2017 کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق [121]:

غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کے لیے آئینی اقدامات

غیر مسلم اقلیتوں کی تعداد کل آبادی کے تناسب سے	
ہندو	1.73 فی صد
عیسائی	1.27 فی صد
قادیانی / احمدی	0.09 فی صد
شیڈولڈ کاسٹ	0.41 فی صد
دیگر فرقے (سکھ، کلاش، پارسی وغیرہ)	0.02 فی صد

آئین پاکستان میں غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کے لیے جن خصوصی مراعات کا ذکر ہے، آئین میں مذکور ان دفعات کو مختصرا بیان کرتے ہیں:

مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی

آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر 20 کے مطابق:

(الف) "پاکستان کے ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہو گا"۔

(ب) "ہر مذہبی گروہ اور اسکے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار رکھنے، اور انکا انتظام کرنے کا حق حاصل ہو گا"۔ [122]

---

120 https://www.bbc.com/urdu/pakistan-41052081 04/09/2021

121 https://www.humsub.com.pk/397466/voa-2057 04/09/2021

122 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:12

خصوصی ٹیکس سے استثنیٰ

آئین کے آرٹیکل 21 کے مطابق:

"کسی شخص کو کوئی ایسا خاص محصول ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا، جس کی آمدنی اسکے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ و اشاعت پر خرچ ہو"۔ (123)

مذہب کے بارے میں تعلیمی اداروں سے متعلق تحفظات

آئین کے آرٹیکل 22 کے مطابق:

1) "کسی تعلیمی ادارے میں تعلیم پانے والے کسی شخص کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینے، یا مذہبی عبادت میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا، اگر اسکا تعلق اسکے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو"۔

2) "کسی تعلیمی ادارے پر محصول لگانے، یا استثنیٰ دینے یا رعایت دینے میں کسی اقلیتی گروہ سے امتیازی سلوک نہیں کیا جائیگا"۔

قانون کے تابع:

(الف) "کسی مذہبی فرقے یا گروہ کو کسی تعلیمی ادارے میں جو اسی گروہ کی سرپرستی میں ہو، اسی گروہ کے طلباء کو تعلیم سے نہیں روکا جائیگا"۔

(ب) "ذات، نسل، مذہب کی بناء پر کسی ایسے تعلیمی ادارے میں داخلہ لینے سے نہیں روکا جائیگا، جس کو سرکار سے امداد ملتی ہو"۔ (124)

شہریوں سے مساوات

آئین کے آرٹیکل 25(1) کے مطابق:

---

123 ایضا

124 محمد ریاض، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ص:12

"قانون کی نظر میں تمام شہری مساوی ہیں، اور یکساں قانونی تحفظ کے مستحق ہیں"۔[125]

ہر شہری کے ساتھ قانون کے تحت برتاؤ کیا جائے

آئین کے آرٹیکل 4 کے مطابق:

1) "ہر وہ شخص جو پاکستان میں ہو، خواہ وہ عارضی طور پر کیوں نہ ہو، اسکا یہ حق ہے کہ اس سے قانون کے مطابق برتاؤ کیا جائے"۔

خاص طور پر

(الف)"بغیر کسی قانون سازی کے لوگوں کی زندگی آزادی، جسم، شہرت، دولت میں دخل اندازی نہیں کی جائے گی، کسی شخص کو اُس کام کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا، جس سے قانون نے نہ روکا ہو"۔

(ب)"کسی آدمی کو ایسا کام کرنے کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، جس کی قانون نے حوصلہ افزائی نہ کی ہو"۔[126]

عام مقامات میں داخلے کی بلا تفریق اجازت

آئین کے آرٹیکل 26 کے مطابق:

"عوامی تفریح گاہ یا ایسے مقامات جو صرف مذہبی اجتماع کے لیے خاص نہ ہوں، وہاں تک رسائی کے سلسلے میں کسی شہری سے نسل، مذہب، ذات، جنس، رہائش کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا"۔[127]

ملازمتوں میں تفریق کے خلاف تحفظ

آئین کے آرٹیکل 27 کے مطابق:

---

125 ایضا: ص:15

126 ایضا: ص:4

127 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:15

"کسی شہری سے جو پاکستان کی خدمت میں تقرری کا اہل ہو، نسل، مذہب، ذات، جنس، یا، رہائش یا جائے پیدائش کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا"۔[128]

زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ

آئین کے آرٹیکل 28 کے مطابق:

"دفعہ 251 کے تابع ہر جماعت یا شہری جو کہ مخصوص زبان رسم الخط یا ثقافت رکھتے ہوں اس کا حق حاصل ہو گا، کہ وہ ان کو قانون کے مطابق محفوظ رکھ سکیں اور انہیں فروغ دے سکیں۔ اور اس مقصد کے لئے ادارہ قائم کر سکیں"۔[129]

اقلیتوں کا تحفظ

آئین کے آرٹیکل 36 کے مطابق:

"مملکت اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا جن میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے، تحفظ کرے گی"۔[130]

معاشرتی انصاف کی ترقی اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ

آئین کے آرٹیکل 37 کے مطابق:

(الف) "ریاست پسماندہ علاقوں میں تعلیمی اور معاشی ترقی میں خصوصی دلچسپی لے گی"۔

(ب) "معاشرہ میں خصوصاً پسماندہ طبقوں کے افراد کے لئے ناخواندگی کو ختم کرے گی، اور کم سے کم مدت میں ثانوی لازمی تعلیم مفت مہیا کرے گی"۔

---

128 ایضا

129 ایضا، ص:16

130 ایضا، ص:17

(ج) "فنی، پیشورانہ واعلی تعلیم کا حصول میرٹ کی بنیاد پر ہو گا، اور تمام افراد کے لئے یکساں مواقع مہیا کرے گی"۔

(د)"سستا اور فوری انصاف کو یقینی بنایا جائے گا"۔

(ہ) "تمام شہریوں کو حصول ملازمت میں انصاف کو یقینی بنایا جائے گا،ان کی بلالحاض جنس و عمر بچوں اور عورتوں سے کسی قسم کی بیگار نہیں لی جائے گی۔ ملازمت کے دوران خواتین کو بوقت زچگی چھٹیوں کی سہولت ہو گی"۔

(و) "مختلف علاقوں کے لوگوں کو بذریعہ تعلیم وتربیت زرعی وصنعتی ترقی اور دیگر ذرائع سے اس قابل بنادیا جائے گا، کہ مختلف ملازمتوں کے ذریعے پاکستان کی قومی خدمت میں مکمل شمولیت اختیار کر سکیں"۔

(ز) "شراب کے استعمال کی ممانعت ہو گی، سوائے ادویات میں استعمال ،اور غیر مسلموں کو اپنے مذہبی تہواروں میں استعمال کرنے کی اجازت ہو گی"۔[131]

حق ووٹ دہی

آئین کے آرٹیکل 51(2A) کے مطابق:

"پاکستان کے تمام شہریوں کو قومی اسمبلی کے ممبران کو آزادی کے ساتھ ووٹ دینے کا حق حاصل ہے، اور اسمبلی کے ممبران کے مطابق قانون کے مطابق چننے کا حق حاصل ہے"۔

"کلاز 2 آے میں خصوصی طور پر قومی اسمبلی کی 10 سیٹیں پاکستان کی تمام غیر مسلم اقلیتوں کیلئے مخصوص کی گئی"۔[132]

صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی

آئین کے آرٹیکل 106 کے مطابق:

---

131 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:18

132 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:29

"صوبہ جات بلوچستان، پنجاب، خیبر پختون خواہ اور سندھ کی صوبائی اسمبلی میں مقرر کردہ نشستوں کے علاوہ ان اسمبلیوں میں اقلیتوں کے لئے درجہ ذیل نشستیں محفوظ رکھی جائیں گی"۔[133]

بلوچستان ---۔(3)

خیبر پختون خواہ ---۔(3)

پنجاب ---۔(8)

سندھ ---۔(9)

اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے حکومتی اقدامات

آئین پاکستان اور قانون میں تمام شہریوں کا یکساں حقوق حاصل ہیں، اور ذات پات، رنگ و نسل اور مذہب کی بنا پر کسی میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ حکومت پاکستان نے بھی اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف اوقات میں مختلف اقدامات اٹھائے ہیں۔ جن کو مختصرا بیان کرتے ہیں:

ضلعی سطح پر اقلیتی کمیٹیاں

غیر مسلموں کو روزمرہ کی بنیاد پر درپیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے ہر ضلع کی سطح پر کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں، تاکہ بروقت ان مسائل کو حل کیا جا سکیں۔ ان کمیٹیوں کا اجلاس ضلعی آفیسر کی صدارت میں ہوتا ہے۔[134]

اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن

حکومت پاکستان نے وزیر برائے اقلیتی امور کے زیر نگرانی ایک اعلیٰ سطح کا قومی کمیشن تشکیل دیا ہے، جسکا مقصد غیر مسلم اقلیتوں کی، مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ اس کمیشن کی شقیں درج ذیل ہیں:

- ان احکام و قوانین ہر غور و فکر کرنا، جو اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کا تصور پیش کرتے ہوں۔

---

133 ایضا، ص:65

134 سہ ماہی رسالہ "عالم اسلام اور عیسائیت"، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، 1994ء، ص، 24

- اقلیتوں کی معاشرے میں مکمل نمائندگی اور شرکت کو یقینی بنانے کے لیے حکومت کو اقدامات کی سفارش کرنا۔
- اقلیتوں کے مذہبی مقامات کے تحفظ کو یقینی بنانا۔[135]

اقلیتوں کے لیے قومی ثقافتی ایوارڈ

غیر مسلموں کی ثقافت کی حفاظت اور اشاعت کے لئے حکومت نے قومی ثقافتی ایوارڈ کے نام پر ایک سکیم شروع کیا ہے، جو اقلیتوں کو مختلف میدانوں میں نقد انعام اور سرٹیفیکیٹ عطا کرتا ہے۔[136]

مشاورتی کونسل برائے اقلیتی امور

حکومت پاکستان نے اقلیتوں کے معاملات کے لیے ایک مشاورتی کونسل تشکیل دی ہے۔ اس کونسل میں چھ سرکاری افسران اور 65 غیر سرکاری افسران شامل ہیں۔ جن میں ایم۔ این۔ اے اور ایم۔ پی۔ اے بھی ہیں۔ اس کونسل کی بدولت حکومت پاکستان نے غریب اور ضرورت مند اقلیتوں کی مختلف اوقات میں مالی مدد کی۔ اسکے علاوہ قدرتی آفات میں ان کی اعانت کی۔[137]

تعلیمی میدان میں ترقی کے لیے قائم کئے گئے فنڈز میں اقلیتوں کے لیے کوٹہ مخصوص کیا گیا، وفاقی سطح پر بھی، اور صوبائی سطح پر بھی۔ اس کے علاوہ ملک کے مختلف کالجز میں انکے لئے الگ نشتیں مقرر کی گئی ہیں، اور عام نشستوں پر بھی داخلہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اسکے علاوہ ملک کے سرکاری ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ان کے مذہبی تہواروں کے موقع پر خصوصی پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔[138]

غیر مسلموں کے لیے ویلفیئر فنڈز جاری کرنا

---

135 سہ ماہی رسالہ "عالم اسلام اور عیسائیت"، ستمبر 1993ء، ص،21

136 ایضا

137 ایضا، اکتوبر، 1997ء، ص:23

138 سردار مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، ص:251-250

غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کے لیے پاکستانی حکومت کی طرف سے ویلفیئر فنڈز جاری کرنے کی بیشتر مثالیں موجود ہیں، جن میں 2004 میں متحدہ مجلس عمل کی حکومت کے اس اقدام کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کہ اس حکومت نے 22 ملین روپے کے فنڈز میں 12 ملین روپے غیر مسلموں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیے۔

"In Rs.22 million for Auqaf,Haj and religious and minority affairs, Mutahida Majlis-i-Amal has set aside Rs. 12 million for welfare package for minorities".(139)

غیر مسلم طلباء کے لیے وظائف

پاکستان میں ذہین مسلم طلباء کی طرح غیر مسلم ذہین طلباء کی تعلیم کے لیے بھی وظائف جاری کیے جاتے ہیں، تاکہ غیر مسلم طلباء جو معاشی لحاظ سے کمزور ہیں، وہ اپنی تعلیم مکمل کر سکیں۔ 1995ء پنجاب حکومت نے غیر مسلم طلباء کے لیے وظائف کا اعلان کیا تھا۔ اس ضمن میں اس وقت کی حکومت نے ساٹھ ہزار (60،000) روپے کی وظائف کی منظوری دی تھی۔ (140) اسی طرح 2015 میں بھی حکومت پنجاب نے پنجاب کے اقلیتی طلباء کے لیے سکالرشپ کا اعلان کیا تھا، جن میں:

- For Professional Education Rs. 50,000/-p.a
- Postgraduate level Rs. 35000/-p.a
- Graduation level Rs. 30,000/ p.a
- Intermediate level Rs. 20,000/ p.a
- Matric level Rs. 15000/ p.a (141)

سال 21-2020 میں بھی حکومت پنجاب نے اقلیتی طلباء کے لیے 25 ملین روپے کے وظائف مقرر کیے ہیں۔ (142)

متروکہ وقف املاک بورڈ کا قیام

متروکہ وقف املاک بورڈ کا قیام اپریل 1960ء میں عمل میں لایا گیا تھا، اس کا مقصد غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہوں کے انتظامات کو دیکھنا ہے، اور حفاظت کو یقینی بنانا ہے۔ (143)

مائنارٹیز بل 2016

139 Daily "Dawn" Lahore, 28 june,2004 (12/09/2021)

140 روزنامہ "نوائے وقت"، 26 ستمبر 1995ء (2021/09/12)

141 روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، پاکستان، 7 دسمبر 2015۔ (2021/09/12)

142 https://hrma.punjab.gov.pk/minority_students_scholarship (12/09/2021)

143 https://www.roznama92news.com 7 april 2020. (12/09/2021)

پاکستان کی سندھ اسمبلی نے مائنار ٹیز بل 2016 کثرت رائے سے منظور کر لیا ہے جس کے تحت جبری مذہب کی تبدیلی اور معاونت پر تین سے پانچ سال قید کی سزا ہو سکتی ہے جبکہ مقدمات کی سماعت کے لیے خصوصی عدالتیں قائم کی جائیں گی ۔

مسلم لیگ فنکشنل کے اقلیتی رکن نند کمار گوکلانی نے جبری مذہب کی تبدیلی کے خلاف بل پیش کیا جو صوبائی وزیر اقلیتی امور ڈاکٹر کھٹو مل نے پڑھ کر سنایا اور کہا کہ اقلیتوں کو جبری مذہب کی تبدیلی کے لیے مجبور کیا جاتا رہا ہے اور نو عمر لڑکیوں کو ورغلا کر مذہب تبدیل کرنے کے معاملات عام ہیں۔

اس بل کے مطابق اگر کوئی صغیر (کم سن) یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے مذہب تبدیل کر لیا ہے تو اس کی دعوے کو قبول نہیں کیا جائے گا تاہم صغیر کے والدین یا کفیل اپنے خاندان کے سمیت مذہب تبدیل کرنے کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مذہب کی جبری مختلف حوالوں سے ہو گی اس کو صرف جبری شادی یا جبری مشقت تک محدود نہیں سمجھا جائے گا۔

اس بل میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی کا جبری مذہب تبیدل کرنے کا الزام ثابت ہو جاتا ہے تو ملزم کو پانچ سال قید اور جرمانے کی سزا سنائی جائے گی اور یہ جرمانہ متاثرہ فریق کو دیا جائے گا ۔

تبصرہ:

حکومت پاکستان جس طرح اپنے مسلم رعایا کو قرآن و سنت اور آئین و دستور کے مطابق حقوق کی ادائیگی کر رہی ہے، اسی طرح غیر مسلم اقلیتوں کو بھی تمام حقوق حاصل ہے۔ حکومت پاکستان نے ہمیشہ اسلامی تعلیمات و دستور کی روشنی میں پاکستان میں رہنے والے غیر مسلموں کے حقوق کا خاص خیال رکھا، اور غیر مسلموں کے حقوق کو مراعات کی شکل دی۔ حقوق کی ادائیگی کے اعتبار سے پوری دنیا میں پاکستان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

باب سوم

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے حدود کا دائرہ کار

فصل اوّل: حقوق اور حدود کا مفہوم

فصل دوم: غیر مسلموں کے بنیادی حقوق کا تعین اور حدود کا دائرہ کار

فصل سوم: غیر مسلموں کے حقوق سے متعلق اسلامی قوانین پر شبہات کا جائزہ

فصل چہارم: تحفظ حقوق میں عالمی اور اسلامی قوانین میں توافق و تخالف کا جائزہ

فصل اول

حقوق اور حدود کا مفہوم

حقوق کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

حق کا لغوی معنیٰ

لفظ حقوق جمع ہے حق کا۔ اور اسکا مادہ "ح-ق-ق" ہے۔ معنی و مفہوم کے لحاظ سے یہ لفظ بہت وسیع ہے یہی وجہ ہے کہ اہل لغت اسکے مختلف معنی ذکر کرتے ہیں۔

حق کا ایک معنی باطل کے ضد کے طور پر آتا ہے، جیسا کہ، ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ لفظ حق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الحَقُّ: نقيض الباطل، وجمعه حُقوقٌ وحِقاقٌ"۔[144]

"الحق عکس ہے الباطل کا،اور اسکی جمع حقوق اور حقاق ذکر ہوتا ہے"۔

ایک معنی حق بطور اسماء الہی کیا گیا ہے، جیسا کہ، فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں:

"الحَقُّ :من أسماءِ اللهِ تعالى، أو من صِفاتِهِ، والقُرْآنُ، وضِدُّ الباطِلِ، والأمر المَقْضِيُّ، (والعَدْلُ، والإِسْلامُ، والمالُ، والمِلْكُ، والمَوجود الثابِتُ، والصِدْقُ)، والموتُ، والحَزْمُ، وواحدُ الحُقُوقِ "۔[145]

"الحق اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے، اور صفات میں سے، الباطل کا عکس حق کہلاتا ہے، حق سے مراد فیصلہ کن معاملہ ہے، اسکے علاوہ حق کے معانی میں انصاف، اسلام، مال، ملکیت، سچائی، موت، وغیرہ ہے، اور حق واحد ہے حقوق کا۔

ایک معنی حق کا مطابقت کا بھی کیا گیا ہے، جیسا کہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"ح- ق- ق ھی مادہ اصل للحق۔ اصل الحق المطابقۃ و الموافقۃ کمطابقۃ رجل الباب فی حقہ۔۔فالا عصبیۃ اولیٰ فی ذالک"۔[146]

---

144 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الانصار، لسان العرب، بیروت، لبنان، 1982، دار صادر، ج:3، ص:255

145 فیروزآبادی، محمد بن یعقوب، قاموس المحیط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1995ء، 3/221

146 اصفہانی، حسین بن محمد راغب, المفردات فی غریب القرآن،، دار القلم الدار الشامیۃ، دمشق، بیروت، لبنان، 2010ء، ص:125

"الحق کامادہ اصل ح۔ق۔ق ہے اور اسکا اصل مطابقت وموافقت ہیں، جس طرح ایک دروازے کی جوڑ اپنے گھڑے میں اس طرح پیوست ہو، کہ بغیر کسی روکاوٹ کے گھومتی رہے۔اور کہا جاتا ہے، کہ میں حق بات سے متعلق اس سے جھگڑا کیا، اور حاوی رہا۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب عورت اپنی جوانی کو پہنچ جاتی ہے تو عصبہ زیادہ حقدار ہے"۔

انگریزی زبان میں حق کے لیے RIGHTS کا لفظ استعمال ہوا ہے۔آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کی مختلف تعریفات ذکر ہے:

Rights: Correct, moral or socially appropriate...(147)

"حق: درست، اخلاقی یا سماجی لحاظ سے مناسب"۔

Rights: "Good or justified, true or correct a fact"(148)

قرآن مجید میں بھی لفظ **حق** مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے، جن میں چند درج ذیل ہیں:

- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"﴿وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ﴾"۔(149)

"اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا"

الدامغانی رحمۃ اللہ علیہ(150) کے مطابق اس آیت کریمہ میں **حق بمعنیٰ اسلام** ہے۔(151)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حق سے متعلق مختلف اقوال بیان کئے ہیں:

۱: حق سے مراد اسلام ہے۔

۲: حق سے مراد قرآن ہے۔

---

147 Oxford advanced learner's dictionary, p:1011

148 Ibid

149 الاسراء: 81/17

150 شیخ الحسین بن محمد الدامغانی، دامغان میں پیدا ہوئے، جو ایران کا شہر ہے، آپ حنفی فقہاء میں ہے، اور قاضی قضاء کے عہدے پر بھی فائز رہے ہیں۔

151 الدامغانی,الحسین بن محمد، قاموس القرآن، اصلاح الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم، مکتبہ دار العلم للملایین، 1983ء، ص:139

۳: حق سے مراد جہاد ہے۔

۴: حق سے مراد اللہ کی عبادت ہے۔[152]

- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾"۔[153]

"بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی"

الدمغانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہاں حق **"توحید"** کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔[154]

- ارشاد ربانی ہے:

"﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ﴾"۔[155]

"یہ وہ ہیں جن پر بات ثابت ہو چکی"

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں، کہ یہاں حق کے معنیٰ **واجب** ہے۔[156]

- ارشاد ربانی ہے:

"﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا﴾"۔[157]

"بے شک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا"

یہاں حق بمعنیٰ **یقین** ہے۔

صاحب لسان العرب ابن منظور نے اس لفظ کی وضاحت یوں بیان کی ہے:

"وقولہ تعالیٰ: ولا تلبسوا الحقّ بالباطل؛ قال أبو اسحاق: الحقّ امر النبیﷺ،وما اتیٰ بہ من القرآن؛ وکذلک قال فی قولہ تعالیٰ: بل نقذف بالحقّ علی الباطل۔ وحق الأمر یحِق ویحُق حقّاً و حقوقاً:صار حقّاً و ثبت؛ قال الأزھری:معناہ وجب یجب

---

152 ابن جوزی,جمال الدین عبد الرحمان، زاد المسیر فی علم التفسیر،، مکتبہ الاسلامیہ، بیروت، لبنان، 1404ھ، ص:58-57

153 الصافات:37/37

154 الدامغانی، الحسین بن محمد، قاموس القرآن اصلاح الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم، ص:140

155 الاحقاف: 18/46

156 الدامغانی، الحسین بن محمد، قاموس القرآن، اصلاح الوجوہ والنظائر فی القرآن الکریم، ص:140

157 یونس:36/10

وجوباً،وحق عليہ القول وأحققتہ أنا۔وفی التنزیل:قال الذین حق علیهم القول: أی ثبت، قال الزجاج: هم الجن و الشیاطین۔ وقولہ تعالیٰ: ولكن حقت كلمتہ العذاب علی الكافرین؛أی وجبت و ثبت، وكذلک:لقد حق القول علیٰ اكثرهم؛وحقہ یحقہ حقا وأحقہ۔كلاهما:أثبتہ وصار عندہ حقا لا یشک فیہ۔وأحقہ: صیرہ حقا۔وحقہ و حققہ:صدقہ؛وقال ابن درید: صدق قائلہ۔وحقّق الرجل اذا قال هذا الشئ هو الحق كقولک صدق۔ ویقال: أحققت الأمر احقاقا اذا أحكمتہ و صحّحتہ"۔[158]

ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ کے اس ذکر کردہ اقتباس میں لفظ حق کے حوالے سے درج ذیل اہم امور کچھ یوں ہیں:

- حق وباطل دو مختلف چیزیں ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"﴿وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾"۔[159]

"اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ"

- نبی کریم ﷺ کے احکامات بھی حقیقت ہیں

ابو اسحاق کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے احکام کے لیے بھی لفظ حق استعمال ہوتا ہے، اور جو قرآن مجید آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے وہ بھی "حق" ہے۔اور یہی مراد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ لیا گیا ہے:

"﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ﴾"۔[160]

"بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں"۔

- لفظ حق ثبوت کے لیے بھی استعمال ہوا ہے

وحقّ الأمر یحِقّ ویحِقّ حقّا و حقوقاً سے مراد کہ امر سچ ہوا اور ثابت ہو گیا۔الازھری کے مطابق اسکا مطلب وجب یجب وجوباً واجب ہونے کے ہے اوروحق علیہ القول وأحققتہ أنا سے مراد کہ اس پر لازم ہو گئی اور میں نے اسے ثابت کر دیا۔

قرآن مجید کی آیت:

---

158 ابن منظور،جمال الدین محمد بن مکرم الانصار،لسان العرب،ج:3،ص:256

159 البقرہ 2/42

160 الانبیاء 21/18

"﴿قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ﴾"۔[161]

"اور وہ جن پر عذاب کی بات واجب ہو گئی کہیں گے"۔

اس آیت میں حق کا معنٰی ثبت ہے۔

الزجاج کے مطابق وہ جن وشیاطین ہیں۔

قرآن مجید کی آیت:

"﴿وَ لٰکِنْ حَقَّتْ کَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْکٰفِرِیْنَ﴾"۔[162]

"مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا"

اس آیت کریمہ میں حقّت، وجبت وثبتت کے معنٰی میں ہے۔اسی طرح قرآن مجید کی آیت کریمہ:

"﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِهِمْ﴾"۔[163]

"بے شک ان میں اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے"

اس آیت کریمہ میں حق کا معنٰی وجب اور ثبت ہے۔باب افعال میں یہ احق یحق کے وزن میں آئے گا اور اسکا معنٰی ثابت کر دیا اور ثابت ہو گیا بنے گا، جس میں شک کی گنجائش باقی نہ ہو۔باب تفعیل میں یہ حقّق کے وزن پر آئے گا اور اسکا معنٰی صدّقہ بنے گا یعنی سچا ہونا۔احقاق کے وزن میں اسکا معنٰی پختگی اور درستگی بنے گا۔

وھبۃ الزحیلی کے نزدیک حق قانونی طور پر مستحق مفاد کو کہا جاتا ہے۔

"الحق هو مصلحة مستحقة شرعا"۔[164]

مصطفٰی زرقا کے مطابق حق ایک قابلیت ہے جس کے ذریعہ شریعت اختیار یا تفویض ہوتی ہے۔

"الحق هو اختصاص يقرر به الشرع سلطة او تكليفا"۔[165]

قاموس مترادفات میں حق کی جو مفاہیم بیان کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

ا)خلوص، صداقت، سچائی

---

161 القصص 63/28

162 الزمر: 71/39

163 یٰس: 7/36

164 الزحیلی، وھبہ بن مصطفٰی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، دمشق، شام، 1999ء، 9/4

165 الزرقاء، مصطفٰی بن احمد، المدخل الفقہی العالم، الناشر دار العلم، للطباعۃ والنشر والتوزیع، 2004ء، 10/3

۲)واجب،لازم،ذمہ داری

۳)عدل وانصاف

۴)اختیار،استحقاق

۵)مطابقت،موافقت

۶)اجر،بدلہ،پھل

۷)تحفہ،معاوضہ،بخشش

۸)اثاثہ،جاگیر،ملکیت،مسالکیت

۹)قسمت،بخت،بھاگ

۱۰)رتبہ،مرتبہ،عہدہ

۱۱)اللہ،خدا،پرماتما،پرمیشور۔[166]

المنجد فی اللغۃ والأعلام میں حق کی درج ذیل معنیٰ ذکر ہوئے ہیں:

"وجوب،ثابت ہونا،صدق،راستہ،عدل،الامر المقتضی،نصیب،اثاثہ،ملکیت،ثابت شدہ حصہ،موت،راستہ،ہوشیاری"۔[167]

حق کا اصطلاحی مفہوم

اہل لغت نے اپنی تصانیف میں جس طرح حق کی لغوی تعریف پر تسلی بخش بحث کی ہے،اسی طرح اصطلاحی مفہوم پر بھی سیر حاصل بحث ہوئی ہے۔ان میں سے چند ایک کا ذکر درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر عبد السلام العبادی نے حق کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے:

"اختصاص ثابت فی الشرع یقتضی سلطۃ او تکلیفا للہ علیٰ عبادہ او لشخص علیٰ غیرہ"۔[168]

---

166 وارث سرہندی، قاموس مترادفات،،ناشر اردو سائنس بورڈ،لاہور،1980ء،ص:246

167 لویس معلوف،المنجد فی اللغۃ الاعلام،الناشر بیروت،لبنان،1378ء،ج:1،ص:134

168 النمر،محمد الخلیل،اہل الذمۃ والولایات العامہ فی الفقہ الاسلامی،عمان،اردن،1409ء،ط۔1،المکتبہ الاسلامیہ،ص:127؛العبادی،عبد السلام،ڈاکٹر؛الملکیہ فی الشریعہ الاسلامیہ،عمان،مطبوعہ،مکتبہ الاقصیٰ،ج:ا،ص:102

"شریعت کا ایک مقرر دائرہ اختیار جس میں اللہ کی طرف سے بندوں پر کسی پابندی کا مطالبہ ہو، یا کسی شخص سے دوسرے شخص پر پابندی کا مطالبہ ہو"۔

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ حق کی اصطلاحی تعریف میں لکھتے ہیں:

"حق باطل کا متضاد ہے اور عمومی طور پر اسکا استعمال دو معنوں میں ہوتا ہے۔ ایک درست اور سچی بات جو عدل و انصاف پر مبنی ہو، خواہ اس بات کا تعلق ایمان سے ہو یا دنیاوی معاملات سے"۔

دوسرا معنی "حق وہ ہے جس کا احترام واجب ہے، چاہے وہ حق خدا کا ہو یا بندے کا یا نفس کا"۔[169]

اصول قانون کے ماہر ٹی۔ای۔ہالنڈ (T.E.Holland) نے حق کی تعریف یوں کی ہے:

"A right generally, as "One man's capacity of influencing the acts of another, by means, not of his own strength, but of opinion or the force of society".[170]

"حق سے مراد وہ شخصی صلاحیت ہے، جس کے ذریعے ایک شخص دوسرے شخص کے اعمال پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اس میں شخصی قوت کا کوئی دخل نہیں ہوتا، بلکہ معاشرہ اپنی قوت پر اسکا نفاذ کرتا ہے، یعنی معاشرہ اپنی طاقت اور دباؤ کے ذریعے اپنے افراد کو مجبور کرتا ہے، کہ آپس کے قانونی اور اخلاقی تقاضوں کو پورا کریں"۔

جیک ڈونلے[171] (Jack Donnelly) حق کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"The right is the claim as recognized in law and maintained by Governmental action".[172]

"حق ایک دعویٰ ہے جو قانون سے تسلیم شدہ ہے، اور اسکا نفاذ حکومتی کاروائی کے ذریعے ممکن ہے"۔

عبد الرزاق السنہوری[173] جو ایک مسلمان فقیہ ہے اسکے مطابق حق ایک انتہائی قیمتی مصلحت ہے، اور اسکا نفاذ قانون کے ذریعے ممکن ہے۔

"الحق مصلحة ذات قيمة مالية يحميها القانون"۔[174]

"حق وہ قیمتی مصلحت ہے جسے قانون کی حمایت حاصل ہے"

اصول قانون کے ماہر سالمنڈ[175] (Salmond) نے حق کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ:

---

169 مودودی، ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، 1980ء، ج:2، ص:453

170 T.E Holland, Elements of Jurisprudence, P.82

171 Professor.Director, human rights degree, university of denver America.

172 John Donnelly, The concept of Human rights

173 عبد الرزاق السنہوری مصر کے مشہور ماہر قانون، قانون کے پروفیسر، اور مصر کے جج اور سیاستدان رہ چکے ہیں۔

174 السنہوری، عبد الرزاق، مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی، دار الاحیاء التراث العربی، 1989ء، ج:3-1

175 Sir john salmond was a legal scholar,public servant and judge in New Zealand.

“A right is an interest recognized and protected by a rule of law. It is an interest, respect for which is a duty, and the disregard of which is a wrong”[176]

"حق سے مراد وہ مفاد ہے جسے اصول قانون تسلیم کر کے اسکی حفاظت کرتا ہے، اس مفاد کا احترام سب پر واجب ہے اور اسکی مخالفت کسی صورت جائز نہیں ہے"۔

فقہائے کرام کے نزدیک ان حقوق کی لاتعداد اقسام ہے جسے شمار نہیں کیا جا سکتا، لیکن بنیادی طور پر دو اقسام ذکر ہوتے ہیں:

۱) حقوق اللہ

۲) حقوق العباد

حقوق اللہ

الموافقات میں امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ **نے حقوق اللہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:**

"ما فهم من الشرع انه لا خيره فيه للمكلف كان له معنى معقول او غير معقول "۔(177)

"حقوق اللہ وہ ہے جسے شریعت نے ایسا سمجھایا ہو کہ مکلف اس میں کسی قسم کے انتخاب کا کوئی اختیار نہیں رکھتا، خواہ اس کی مصلحت انسان کی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں"۔

القرافی رحمۃ اللہ علیہ **نے حقوق اللہ کی تعریف یوں کی ہے:**

"حق الله تعالیٰ كما ذكرنا بأنه امره ونهيه"۔(178)

"اللہ کے احکامات اور نواھی اسکا حق ہے"

حقوق العباد

قاضی محمد بن فراموز اور علامہ قرافی نے حقوق العباد کی تعریف میں لکھا ہے:

176 Encyclopedia of religion and Ethics, Edited by James Hastings, Under “Rights”

177 الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی؛ الموافقات، قاہرۃ، مصر، 1410ء، مطبعۃ الشرق الادنی بالموسکی، ج:2، ص:318، 375

178 القرافی، شہاب الدین، ابو العاص، الفروق، مصر، 1346ھ، طبع اول، دار احیاء الکتب العربیہ، 1346ء ج:۱، ص:141

"ما يتعلق بہ مصلحۃ خاصۃ،کحرمۃ ،مال الغیر،وکبدل المتلفات،والخصوبات وأثمان البیعات الی غیر ذالک من مصالحۃ فی الدنیا"۔[179]

"وہ امور جو شخصی مصلحتوں سے وابستہ ہوں۔جیساکے دوسرے کا مال ناحق کھانے کی حرمت اور کسی کا مال جس پر ناحق قبضہ کیا گیا ہو اور تلف کیا گیا ہو ان کا نعم البدل،اور بیچی گئ چیزوں کی قیمتوں کا تعین کرنا اور اسی طرح کے باقی دنیاوی مصلحات"۔

نظریہ الحق میں حقوق العباد کی تعریف بیان کرتے ہوئے ابو سنہ[180] لکھتے ہیں:

"حق العبد بأنہ ما ترتب علیہ مصلحۃ لانسان و یتفرع الی عام و خاص،فالعام ما ترتب علیہ مصلحۃ عامۃ للمجتمع من غیر اختصاص بأحد،کالمرافق العامۃ،مثل المیاۃ والاضاءۃ، والخاص ھو ما ترتب علیہ مصلحۃ خاصۃ لفردہ،أو أفراد۔کحق کل ؤحد فی دارہ و عملہ"۔[181]

"بندے کا حق وہ ہے جو انسانی مصلحت کے مطابق ترتیب دی گئی ہے اور یہ عام اور خاص کی تقسیم پر مرتب ہے۔عام میں وہ تمام حقوق شامل ہیں جو معاشرے کے تمام افراد کے لیے ہوتے ہیں،جیسا کہ پانی اور روشنی سے یکساں فائدہ لیناسب کا حق ہے،اور خاص میں وہ حقوق شامل ہیں جو کسی خاص فرد یاافراد کے لیے ہوتے ہیں،جیساکہ ہر فرد کو اپنے گھر میں اپنی آزادی حاصل ہے"۔

حدود کا لغوی واصطلاحی معنٰی ومفہوم

حدود کا لغوی معنٰی

حدود جمع ہے حد کی۔ابن فارس کے نزدیک اسکا اصل الحاء۔الدال ہے،وہ لکھتے ہیں:

"الحاء و الدال أصلان: الأول: المنع و الثانی: طرف الشیء"۔

"فالحد: الحاجز بین الشیئین۔وفلان محدود اذا کان ممنوعا"۔[182]

---

179 ایضا

180 ڈاکٹر احمد فہمی ابوسنۃ،کا شمار عظیم فقہاء میں ہوتا ہے،آپ جامعہ الازھر میں اصول فقہ کے استاذ تھے۔(ف:20 ستمبر 2003 (أحمد-فهمي-أبو-سنة-شيخ-الأصوليين-2-2/https://islamonline.net/archive 9/11/2021

181 ابو سنہ،احمد فہمی،ڈاکٹر؛نظریہ الحق،قاہرہ،1971ء،مطبعۃ الاھرام،التجاریہ،المجلس الاعلیٰ للشؤن الاسلامیہ،ص:180

182 ابن فارس،ابوالحسین احمد،مقاییس اللغۃ،،دار الفکر،1979،ج:2،ص:3

"الحد میں "الحاء والدال" اَصل ہے۔ اسکا ایک معنیٰ ہے، پابندی، روک تھام، اور دوسرا: کسی چیز کی طرف اشارہ"۔

الحد دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ ہے، اور اگر کوئی پابند ہو تو وہ محدود ہو جاتا ہے۔

"وحد العاصی سمیّ حدّا لأنہ یمنعہ عن المعاودۃ"۔[183]

"معاصی کے حد کو حد، حد کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ اس حد کے ذریعے اسکو دوبارہ وہ کام کرنے سے منع کیا جاتا ہے"۔

ابن درید لکھتے ہیں:

"ھذا أمر حدد،أی منیع"۔[184]

"یعنی اس کام سے منع کیا گیا ہے، یعنی ممنوع ہے، اسکا کرنا کسی صورت جائز نہیں ہے"۔

ابن منظور نے حد کی لغوی تعریف ان الفاظ کی ہے:

"لقد عرفت معظم معاجم اللغۃ الحد و جمعہ حدود،الفصل بین الشیئین لئلا یختلط احدھما بالآخر أو لئلا یتعدی احدھما بالآخر و فصل ما بین شیئین حد بینھما و منتھی کل شیئ حدہ"۔[185]

"اکثر لغت کی ڈکشنریوں میں حد اور اس کی جمع حدود، سے مراد دو چیزوں کو آپس میں علیحدہ کرنا تاکہ انکا آپس میں اختلاط نہ ہو یا ان میں سے ایک دوسرے سے تجاوز نہ کریں۔ تو دو چیزوں میں فاصلہ یا علیحدگی ان میں حد ہے، اور ہر چیز کی انتہا اس کی حد ہوتی ہے"۔

المعجم الوسیط میں ہے:

"یعرف الحد بأنہ الحاجز بین شیئین و یقال وضع حدا للأمر أی أنھاہ"۔[186]

"حد دو چیزوں کے درمیان فاصلہ، علیحدگی یا روکاوٹ کو قرار دیا گیا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس معاملہ پر حد وضع کرو یعنی ختم کر دو۔"

---

183 ایضا، ص:4

184 ابن درید, محمد بن الحسن، الجمھرۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1,1356/58

185 ابن منظور, لسان العرب، ج:3، ص55.

186 اِبراھیم مصطفی, المعجم الوسیط، دار الدعوۃ ل، لتألیف والطباعۃ والنشر، اسطنبول، 1420ء، ص160.

سعید اَلخوری نے اقرب الموارد اور طاہر احمد النزاوی نے ترتیب قاموس المحیط میں حد کی لغوی تعریف میں لکھا ہے:

"الحد یعنی المنع"۔[187]

حد سے مراد ہے روک تھام۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حد سے مراد:

"الحد هو الحاجز بين الشيئين،الذى يمنع اختلاط أحدهما بالآخر،يقال:حددت كذا:جعلت له حداً يميز،وحد الدار ما تميز به عن غيرها"۔[188]

"حد دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ ہے، جو انہیں آپس میں ملنے سے روکتا ہے، کہا جاتا ہے، میں نے حد ایسے قائم کیا، یعنی فاصل قائم کیا تاکہ آپس میں تمیز پیدا ہو، اور کسی گھر کا حد وہ ہے جو اسے دوسرے گھروں سے علیحدہ کرتی ہے۔"

حد کا اصطلاحی مفہوم:

حد کی لغوی تعریف سے یہ بات واضح ہو گئی، کہ لغت میں حد کسی چیز سے روکنے یا دو چیزوں کے بیچ میں فاصلہ پیدا کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے، لہذا حد کی اصطلاحی تعریف بھی قریب قریب لغوی تعریف سے ہم آہنگ اور مناسبت رکھتا ہے، لیکن مختلف اعتبارات کی بناء پر حد کی اصطلاحی تعریف مختلف ہے، اس لیے ذیل کے سطور میں ہم قدر تفصیل سے ان مختلف اعتبارات کے لحاظ سے حد کی اصطلاحی تعریف بیان کر رہے ہیں:

شریعت کی اصطلاح میں حد کی تعریف

اسلام میں حدود ان احکام کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی زندگیوں کو منظم کرنے کے لئے مقرر کیے ہیں، شرعی اعتبار سے حدود ان سزاؤں کو بھی کہا جاتا ہے جو کسی بھی گناہ کے لیے قانونی طور پر طے شدہ ہو، تاکہ اس گناہ سے روکا جا سکے یا اس جیسے دوسرے گناہ میں پڑنے سے جس کے لیے سزا مقرر ہے۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"عقوبة مقدره واجبة حقا لله تعالىٰ،فلا يسمىٰ التعذير حدا،لانه ليس بمقدر،ولا يسمىٰ القصاص حدا،لأنه وان كان مقدرا،لكنه حق العباد،فيجرى فيه العفو و الصلح،وسميت هذه العقوبات حدودا،لأنها تمنع من الوقوع فى مثل هذا الذنب۔

---

187 سعید اَلخوري، اقرب الموارد،،، بیروت، سنۃ 1889،، ص 171، النزاوي، طاہر احمد، ترتیب القاموس المحیط، ج 1:، ط:1، 1959، ص:517

188 اصفہانی، امام راغب، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، دمشق، بیروت، 1412ھ، ط:ا، کتاب: الحاء، ص:221

أنواع الحدود خمسة :حد الزنا وحد القذف وحد السرقة وحد الحرابة او قطع الطريق وحد شرب الخمر ونحوه"۔[189]

شریعت نے پانچ جرائم کی سزائیں مقرر کی ہیں، اوران جرائم کی سزاؤں کو حدود کہا جاتا ہے:

۱)زنا

۲)بہتان

۳)چوری

۴)ڈاکہ زنی

۵)شراب نوشی

ان جرائم کی حدود مقرر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جرم کرنے والے کو تنبیہ ملیں اور وہ باز آجائیں، اور امن قائم رہے۔

عالمی اعتبار سے حد کی تعریف

عالمی اعتبار سے حد سے مراد ممالک کا آپس میں تقسیم کی نشاندہی ہے اور اس کی کچھ خصوصیات ہیں جن میں استحکام، دوام اور وضاحت شامل ہے۔

بین الاقوامی حدود یا سرحد کو ایک نکتہ یالائن سے تعبیر کیا گیا ہے جو زمین کے کسی علاقے کے اختتام کی وضاحت کرتا ہے اور ریاستوں کے علاقوں کو ان کے درمیان الگ کرتا ہے تاکہ ہر ریاست کا اختیار ان حدود میں قائم رہے۔

ڈاکٹر ابراہیم محمد العنانی[190] لکھتے ہیں:

"الحدود الدولية عبارة عن خطوط فاصلة بين الدول ولها سمات معينة و منها الثبات والدوام الواضح"۔[191]

ڈاکٹر روحی بعلبک[192] لکھتے ہیں:

---

189 الزحیلی، وھبہ بن مصطفیٰ، الفقہ الاسلامی وأدلتہ، ج:7، ص:275-274

190 ڈاکٹر ابراہیم العنانی مصر کے کبار علماء میں شمار ہوتا ہے۔ قانون ان کا تخصص ہیں، اور مصر کے ماہر قانون ہیں، اور مصر، قطر اور دیگر ممالک میں استاد قانون رہ چکے ہیں۔ (ar.wikipedia.org/wiki/قانون الدولى العام 09/11/2021)

191 العناني، إبراهيم محمد، القانون الدولي العام،، ط1، دار الفكر العربي، للطباعة والنشر، القاهرة، 1975-1976، ص287.

192 ڈاکٹر روحی البعلبکی لبنان کے ماہر قانون ہے، جامعہ لبنان کے كلية الحقوق والعلوم السياسية والادارية میں قانون کے استاد تھے، اور دار العلم للملايين، جو تالیف، ترجمہ اوت اشاعت کا کام کرتا ہے، اسکے مدیر بھی ہیں۔

"عرفت الحدود الدولية بأنها نطقه أوخط يحدد انتهاء مساحة من الأرض و تفصل أراضی الدول فيما بينها بحيث تمتد سلطة كل دولة ضمن هذه الحدود"۔[193]

"بین الاقوامی حدود وہ لائن ہے جو وضاحت کرتی ہے یا جن کا کام ریاست کے علاقے کو کسی حد تک وسعت دینا ہے اور اس کا تعین کرنا ہے۔ بین الاقوامی سرحدیں خطے اور کسی ملک کی خود مختاری کو دوسرے ممالک یا پڑوسی ملک سے الگ کرنے کی خیالی لائنیں بھی ہیں۔"

معاشرتی اور سماجی اعتبار سے حد کی تعریف

"الحدود فی العلاقات أمر صحیّ.إذ تحافظ علی استقامتها،وتساعد علی احتفاظ کل طرف باحترامه لنفسه وثقته بها، و علی الاستقرار العاطفی بین أطرافها.وضع حدود شخصية فی علاقاتکم لن یکون علاجا لکل مشکلاتها،لکنه یحمی من الآثار السلبية للاختلافات الکثيرة بين الطرفين".

"ماهی الحدود الشخصية ؟"

"الحدود في العلاقات الحدود في العلاقات الانسانية هی مجموعة من القواعد والمبادئ التی یضعها الشخص بوضوح للمحيطين به،ليحدد لهم الطريقة الملائمة للتعامل معه"۔[194]

سرحدیں تعلقات میں ایک اہم عنصر ہیں یہ اپنی سالمیت کو برقرار رکھتی ہیں، اور ہر پارٹی کو اس میں اپنی عزت نفس اور اعتماد، اور اپنی جماعتوں کے مابین جذباتی استحکام برقرار رکھنے میں مدد کرتی ہیں۔

آپ کے تعلقات میں ذاتی حدود طے کرنا ان کی تمام پریشانیوں کا علاج نہیں ہو گا، لیکن اس سے دونوں فریقوں کے مابین بہت سے اختلافات کے منفی اثرات سے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔

ذاتی حدود کیا ہیں؟

انسانی تعلقات میں حدود انسانی رشتوں کی حدود قواعد وضوابط کا ایک مجموعہ ہیں جو ایک شخص اپنے آس پاس کے لوگوں کے لئے واضح طور پر طے کرتا ہے، تاکہ اس سے نمٹنے کے لئے مناسب طریقہ کا تعین کرے۔ وہ اپنی زندگی کے تجربات، اپنے عقائد اور ذاتی رائے، اور ان چیزوں کے بارے میں اپنے تاثرات کے ذریعہ اس کے لئے مناسب حدود طے کرتا ہے۔

193 البعلبکی، روحی منیر، القاموس القانون الثلاثی، ط:1، بیروت، 2002، ص:681-679

194 Rotana.net/Boundaries definitions

سیاسی اعتبار سے حد کی تعریف

"الحدود بين الدول هی ظاهره سياسية يتفق عليها بين دولتين اواكثر من اجل تتحديد ملكية وسلطة وسيادة وقوانين دولة بالنسبة للدول التي تجاورها اوتحاددها۔ای بعبارة اخرى أنها النقاط التى تبدأ منها وتنتهى عندها سياده وسلطه وملكيه وقوانين دولة بالنسبة لجيرانهاأوهى لذلك توضح فقط على الخرائط الجغرافيه السياسيه بشكل خطوط تتبع ما اتفق عليه بين الدول من تعيين وفصل اراضى واقاليم كل دول عن الاخرى"۔(195)

"ریاستوں کے مابین سرحدیں ایک سیاسی رجحان ہیں جو کہ مشترکہ طور پر ملکیت، اختیار، خود مختاری اور ریاستی قوانین کا تعین کرنے کے لئے دو یا زیادہ ریاستوں کے مابین اتفاق رائے کے ساتھ ایک دوسرے سے رضامند ہوتے ہیں۔لہذا، یہ صرف جغرافیائی سیاسی نقشوں پر لکیروں کی شکل میں دکھایا گیاہے جو ان ممالک کے مابین اتفاق رائے ہوا ہے جس میں ہر ملک کی زمینوں اور علاقوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کے معاملے میں اتفاق کیا گیاہے۔"

قدرتی اعتبار سے حد کی تعریف

ڈاکٹر محمد ابراہیم حسن لکھتے ہیں:

"الحدود الطبيعية:هی التى تتفق مع الظواهر الطبيعية كالبحار و الصحارى و الجبال والمستنقعات وجميعها تمتد لمساحات كبيرة فاصلة بين السكان وتنوع نشاطهم الاقتصادى وتكوينهم الحضارى والاجتماعى"۔(196)

قدرتی سرحدیں وہ ہیں جو قدرتی مظاہر جیسے سمندری، صحرا، پہاڑ، جنگل اور دلدل کے ساتھ مطابقت پذیر ہیں۔ ان سب کا تعلق وسیع و عریض علاقوں تک ہے جو آبادی اور ان کی معاشی سرگرمیوں کے تنوع اور ان کی ثقافتی اور معاشرتی ساخت کو الگ کرتا ہے۔

تبصرہ

195 http://www.uobabylon.edu.iq/uobcoleges/lecture.aspx?fid=11&depid=1&lcid=37576

196 ڈاکٹر محمد ابراھیم حسن، الجغرافیا السیاسیۃ، مرکز الإسکندریۃ للکتاب، الإسکندریۃ، 1999، ص210

حقوق و حدود کے ان مباحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ یہ وہ معین حقوق اور حدود کار ہیں، جن سے تجاوز کرنا خطرناک ہے۔اس سے امن خطرے میں پڑ سکتا ہے۔انسان ذہنی اور جسمانی تکلیف سے دوچار ہو سکتا ہے، ضوابط و قوانین بے معنی ہو سکتے ہیں۔ معاشی، سیاسی اور مذہبی اور دیگر سرگرمیاں بے ضابطگی کا شکار ہو سکتی ہیں۔

لہذا یہ وہ انسانی اور الہامی حدود و قیود ہیں، جسکا لحاظ رکھنا انسانی معاملات زندگی منضبط کرنے کے لیے از حد ضروری اور ناگزیر ہے۔

فصل دوم

غیر مسلموں کے بنیادی حقوق کے حدود کا دائرہ کار

مبحث اول:

غیر مسلموں کے بنیادی حقوق

دین اسلام ایک عالمگیر دین ہے ،اور ایک طویل عرصہ تک اس دنیا کے بیشتر حصہ پر حکمرانی کی ہے، لیکن حکمران ہونے کے باوجود اپنے زیر اثر علاقوں میں رہنے والے غیر مسلموں کو کبھی بھی تنگ نظری، بے انصافی یا طرفداری کا تاثر نہیں دیا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ کبھی بھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس میں غیر مسلموں کے ساتھ کسی بھی قسم کی ناانصافی ہوئی ہو۔ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو جو حقوق حاصل ہیں وہ قرآن و سنت نے واضح کئے ہیں لہذا اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ریاست کی امن و سلامتی کو برقرار رکھنے کے لیے اپنے شہریوں کو انکے بنیادی حقوق عطا کریں۔ فقہ کی کتابوں میں غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں ایک عام قاعدہ ہے:

"لهم ما لنا و عليهم ما علينا"۔[197]

"جو کچھ ہمارے لیے ہے وہ ان کے لیے بھی ہے اور جو ہمارے اوپر واجب ہے وہ ان کے اوپر بھی ہے"

لیکن فقہ کا یہ قاعدہ قطعی نہیں ہے کیونکہ غیر مسلموں پر کچھ ذمہ داریاں ایسی ہے جو مسلمانوں پر نہیں ہے، جیسے غیر مسلموں پر جزیہ دینا اور مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا منع ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کے کچھ حقوق بھی ایسے ہیں جو مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے، جیسے غیر مسلم اپنے گھر میں چھپ کر شراب پی سکتا ہے لیکن مسلمان نہیں۔

اسلامی ریاست جو زندگی کے تمام معاملات میں اسلام کے اصولوں کے مطابق چلتا ہے، لہذا ضروری ہے کہ مسلم و غیر مسلم کے حقوق و فرائض میں فرق کیا جائے، چناچہ اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو جو حقوق حاصل ہے ان کو ذیل میں بیان کرتے ہیں:

---

197 الکاسانی، علاؤالدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، لبنان، 1402ھ، دار الکتاب العربی، ج:7، ص:100

عقیدے کی آزادی

اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کو جو حقوق حاصل ہے ان میں سب سے اہم ان کے عقائد کی آزادی کا حق ہے، چناچہ وہ بغیر کسی خوف و خطر اپنے دین فرائض و عبادات پر عمل کر سکتا ہے اور یہ آزادی اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ، قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾"۔[198]

"دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت کی راہ گمراہی سے خوب جدا ہو گئی ہے"

اس آیت کریمہ میں یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر مسلوں کی مذہب کی تبدیلی کے حوالے سے ہر قسم کی زبردستی سے منع فرمایا ہے، اور انکو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہ کر آزادی سے اپنے مذہبی رسومات کو ادا کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾"۔[199]

"تو کیا تم لوگوں کو مجبور کروگے یہاں تک کہ مسلمان ہو جائیں؟"

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ لوگوں کو اس بات پر مجبور کریں کہ ایمان لائیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"﴿وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾"۔[200]

"اور اُنہیں برا بھلا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ زیادتی کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے"۔

دین اسلام نے ہمیشہ اپنے پیروکاروں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ دوسرے مذاہب اور ان کے خداؤں کا بھی احترام کریں، اور انکو برا بھلا کہنے سے ہر وقت منع کیا ہے، چاہے انکے عقائد اسلام کے کتنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

---

198 البقرۃ: 256/2

199 یونس: 99/10

200 الانعام: 108/6

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ اس سلسلے میں لڑائی جھگڑے سے منع فرمایا ہے، انکو اپنے دین کے مطابق آزادی سے زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہے، البتہ دین کے بارے میں ان سے بحث و مباحثہ اخلاق کے دائرے میں رہ کر جائز ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

﴿"وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ"﴾ ۔[201]

"اور اے مسلمانو! اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر بہترین انداز پر"

علامہ عبد الوہاب بیان کرتے ہیں:

"اسلام نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ غیر مسلم پوری آزادی کے ساتھ اپنے شعائر کو قائم کریں۔

اسلام نے غیر مسلموں کو اس بات کی بھی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے معاملات میں اپنے دینی احکامات کی آزادی کے ساتھ پیروی کریں"۔[202]

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

"جتنے معاہدے غیر مسلموں سے کئے گئے ہیں ان میں جہاں انکی آزادی، جان، مال کے تحفظ کو تسلیم کیا ہے تو وہاں انکے مذہبی عقائد اور شعائر پر عمل کرنے کی بھی آزادی کو بھی تسلیم کیا ہے"۔[203]

اس بات کی دلالت میں نبی کریم ﷺ کا وہ امان نامہ جو آپ ﷺ نے اہل نجران کو عطا کیا تھا۔ اس میں یہ الفاظ درج ہیں:

(("علی ألا تهدم لهم بيعة، ولا يخرج لهم قسّ ولا يفتنوا عن دينهم، مالم يحدثو حدثا أو يأكلو الربا")) ۔[204]

"ان کے گرجوں کو نہیں گرایا جائے گا اور نہ ان کے مذہبی پیشواں کو نکالا جائے گا، اور انہیں انکے دین سے ہٹانے کی کوشش بھی نہیں کی جائے گی، جب تک وہ کوئی فساد والی بات نہ کریں یا سود خوری نہ شروع کریں"۔

---

201 العنکبوت: 29/46

202 خلاف، عبد الوہاب، السیاسۃ الشرعیۃ، مترجم: رئیس احمد جفری، مصر، 1405ء، ص: 29,101,131

203 جعفری، رئیس احمد، اسلامی جمہوریت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1968ء، ط: 1، ص: 171

204 السجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، 1389ء، ج: 3، ص: 167، حدیث رقم: 3041

اسی طرح علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"وان صلحوا فی بلادھم علی اعطاء الجزیۃ لم یمنعوا شیئا من ذالک(اظھار الصلبان والنواقیس)،ولم یؤخذوا بغیار ولا زنّار ولا تغییر شعورھم ولا مراکبھم لأنھم فی بلدانھم فلم یمنعوا من اظھار دینھم"۔[205]

"اگر وہ اس شرط پر صلح کرلیں کہ اپنے ملکوں میں جزیہ ادا کرینگے، تو انہیں صلیبیں نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا اور ان پر دوسری پابندیاں بھی نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ وہ صلح کی حالت میں ہیں، لہذا انکو اپنے دین اظھار سے نہیں روکا جائے گا"۔

تحفظ جان

دین اسلام امن و سلامتی کا دین ہے جو بے جا کسی کی جان کو نقصان پہنچانے سے منع کرتا ہے، اسلامی ریاست میں مسلموں کی طرح غیر مسلموں کی جان بھی اتنی ہی قیمتی ہے، اور دونوں کے لیے قصاص کا حکم بھی ایک جیسا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿"اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ"﴾ ۔[206]

"جان کے بدلے جان، اور آنکھ کے بدلے آنکھ"۔

یعنی اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کریگا تو بدلہ میں اسکو بھی قتل کیا جائیگا، اسی طرح اگر مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کریگا تو بھی قتل کر دیا جائیگا یا اگر غیر مسلم کسی مسلمان کو قتل کریگا تو وہ بھی قتل کر دیا جائیگا۔ ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿"کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی"﴾ ۔[207]

"تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص کا حکم دیا جاتا ہے"

امام الجصاص رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

205 ابن قدامہ، شمس الدین، الشرح الکبیر، بیروت، 1392ھ، دار الکتاب العربی، ط:2، ج:10، ص:621

206 المائدۃ: 5/45

207 البقرۃ: 2/178

"غیر مسلم کے قتل کے بدلے میں مسلمان قاتل کو قتل کیا جائیگا، یہ امر واجب ہے، کیونکہ عام حقوق میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں کا حکم ایک ہے، اور قصاص کا حکم عام ہے سب کے لیے"۔[208]

عام معاملات میں مسلم اور غیر مسلم دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے برابر ہے، اور قصاص کا حکم بھی دونوں کے لیے یکساں ہے۔ غیر مسلموں کے بارے میں نبی کریم ﷺ ہمیشہ مسلمانوں کو خبردار کرتے تھے، ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا:

(("قال الرسول ﷺ: من قتل معاہدا لم یرح رائحۃ الجنۃ، وان ریحھا لیوجد من میسرۃ أربعین عاما")) ۔[(209)]

"جس نے کسی اقلیتی فرد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا، بیشک جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنی لگتی ہے"۔

تحفظ جان سے مقصود یہ بھی ہے کہ ان پر کسی قسم کا تشدد نہ کیا جائے، اگر ان کی طرف سے مالی معاملات کی ادائیگی میں تاخیر کیوں نہ ہو جائے۔ اس مناسبت سے ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے:

"ھشام بن عروۃ سے یہ واقعہ نقل ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ شام کا دورہ کرکے جب واپسی فرما رہے تھے، تو شام کے راستے میں دیکھا کہ کچھ لوگ دھوپ میں جمع ہے اور ان کے سروں پر تیل ڈالا جا رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ان لوگوں کا کیا مسئلہ ہے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ ان پر جزیہ واجب ہے مگر ان لوگوں نے ادا نہیں کیا، جس کی وجہ سے انہیں سزا دی جارہی ہے، تاکہ جلد سے جلد جزیہ ادا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ان لوگوں کا کیا کہنا ہے اور جزیہ میں تاخیر کے حوالے سے کیا عذر پیش کر رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جزیہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان کو چھوڑ دو اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دو۔ کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ، بے شک جو لوگ دنیا میں لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں تو اللہ قیامت کے روز اسکو تکلیف میں مبتلا کریگا"۔ لہذا آپ کے حکم پر ان کو چھوڑ دیا گیا"۔[(210)]

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

---

208 الجصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، مصر، 1335ھ، مطبعۃ الجامعۃ السلفیۃ، ج:1، ص:164

209 البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الجزیہ، دہلی، کرزن پریس، 1930ء، ج:1، ص:448

210 ابو یوسف، کتاب الخراج، مکتبہ رحمانیۃ، لاہور، 1978ء، ص:125

"من كان له ذمّتنافدمه كدمنا و ديته كديتنا"۔[211]

"ذمیوں کا خون ہمارا خون ہے، قصاص کا حکم ایک ہے، انکا خون بہا اور مسلمان کا ایک ہے"۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ایک قول منسوب ہے:

"معاہد یا ذمی کا خون بہا مسلمان کے خون بہا کے برابر ہے"۔[212]

حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں بھی انہوں نے اس جیسے واقعات میں قصاص کا حکم صادر فرمایا۔[213]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے:

(("جس نے کسی اقلیتی فرد کو جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذمہ لیا گیا ہے، قتل کیا، اس نے اللہ کے ذمے کو توڑ ڈالا")) ۔[214]

نجی زندگی کا حق

علامہ الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ويجب على الامام الذب عنهم ومنع من يقصدهم من المسلمين و الكفار،واستنقاذ من أسر منهم،واسترجاع ما أخذ من أموالهم،سواء كانوا مع المسلمين أو كانوا منفردين عنهم فى بلدهم لانهم بذلوا الجزية لحفظهم و حفظ أموالهم"۔[215]

"امام پر اقلیتوں کا دفاع کرنا، اور مسلمانوں اور کافروں میں اگر کوئی انکو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے، انکو روکنا، انکے قیدیوں کی رہائی کا بندوبست کرنا، انکے اموال کی حفاظت کرنا اور چھینے گئے اموال انکو واپس لوٹانا۔۔ واجب ہے، یہ اسلامی ریاست پر اس لیے لازم ہے کہ انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کے لیے اسلامی ریاست کو جزیہ ادا کیا ہے۔" اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل ہے کہ وہ اقلیتوں کی دفاع کریں اندرونی مظالم سے بھی اور بیرونی مظالم سے بھی"۔

---

211 الزیلعی، عثمان بن علی بن محمد فخر الدین، تبیین الحقائق، کنز الدقائق، بولاق، مصر، 1314ھ، ط:1، ص:28

212 القرشی، یحیٰ ابن آدم، کتاب الخراج، مطبعہ المکتبہ العلمیہ، لاہور، 1395ھ،، ص:72

213 الزیلعی، عثمان بن علی بن محمد فخر الدین، تبیین الحقائق، کنز الدقائق، بولاق، مصر، 1314ھ، ط:1، ص:28

214 اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست،، انجمن خدام القرآن، لاہور، 1980ء، ص:222

215 الشیرازی، محی الدین نووی، المجموع شرح المذہب، (التکملۃ الثانیۃ)، ناشر زکریا علی یوسف، قاہرہ، مصر، 1399، ج:18، ص:197

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"((من ظلم معاہدا او انتقصہ حقا،او کلفہ فوق طاقتہ،او أخذ منہ شیئا بغیر طیب نفس منہ، فأنا حجیجہ یوم القیامۃ))"۔[216]

"جس نے کس معاہد پر ظلم کیا یا اسکی حق تلفی کی،اور اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف پہنچائی، یا اسکی مرضی کے بغیر اسکی کوئی چیز لی تو قیامت کے دن میں اسکی طرف سے مدعی ہونگا۔"

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ روزی کمانے کے لیے جو بھی پیشہ اختیار کرنا چاہے وہ کر سکتے ہیں، یہاں تک کے وہ مسلمانوں کی بستیوں سے دور جا کر خنزیر اور شراب کا کاروبار بھی کر سکتے ہیں۔ سودی کاروبار کے علاوہ باقی کاروبار بھی کر سکتے ہیں۔

تحفظ عزت ومال

عزت ومال کے تحفظ سے متعلق علامہ قرافی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"لأنہم فی جوارنا و فی خفارتنا وذمۃ اللہ تعالیٰ و ذمۃ رسول اللہ ﷺ و دین الاسلام، فمن اعتدی علیہم ولو بکلمۃ سوء، أو غیبۃ فی عرض أحدھم، أو نوع من انواع الاذیۃ، أو اعان علی ذلک فقد ضیع ذمۃ اللہ تعالیٰ و ذمۃ رسولہ و دین الاسلام"۔[217]

"کیونکہ وہ ہمارے پڑوس میں ہے اور ہماری حفاظت میں اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی حفاظت میں ہے، پس جو کوئی بھی ان کے ساتھ ظلم کرے گا، چاہے وہ بدزبانی یا غیبت کی صورت میں کیوں نہ ہو یا کسی اور صورت میں ہو، تو وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی ذمۃ کو ضائع کرے گا"۔

اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو عزت و تکریم عطا کی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

216 المودودی، ابوالاعلیٰ، حقوق اہل الذمۃ فی الدولۃ الاسلامیۃ، ص:361

217 القرافی، شہاب الدین ابو العاص احمد بن ادریس بن عبد الرحمان، الفروق، دار الاحیاء الکتب العربیۃ،، مصر، 1346ھ، ط:1، ج:3، ص:14

﴿"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"﴾ ۔[218]

"اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دُور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو کیا ہی بُرا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں"۔

علامہ قرافی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"والدعاء لهم بالهداية وان يجعلوا من اهل السعادة،ونصيحتهم فی جميع امورهم،فی دينهم،و دنياهم،وحفظ غيبتهم اذا تعرض احد لاذيتهم وصون اموالهم، وعيالهم واعراضهم"۔[219]

"انکو ہدایت کی طرف دعوت دینا تاکہ انکا شمار بھی اھل سعادت میں ہو جائیں اور انکے تمام دینی اور دنیاوی معاملات میں خیر خواہی کرنا نیکی ہے، اسی طرح اگر کوئی انکو اذیت دینا چاہے تو انکے اموال، اہل و عیال اور عزتوں کی حفاظت کرنا بھی نیکی میں شمار ہوتا ہے"۔

حق آزادی اظہار رائے

اظہار رائے کی جو آزادی اسلامی ریاست میں مسلمانوں کو حاصل ہے، اسی طرح غیر مسلموں کو بھی حاصل ہے، لیکن قانون کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے۔

غیر مسلم اپنی مذہب کی خوبیاں بیان کر سکتا ہے اور کسی دوسرے غیر اسلامی مذہب کے پیروکار کو اپنی دین کی طرف دعوت دے سکتا ہے۔ اسکے علاوہ قانون کے حدود میں رہتے ہوئے حکومت اس کی پالیسیوں وغیرہ پر تنقید کر سکتا ہے۔
قرآن مجید بھی ہمیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ اچھے انداز میں بحث و مباحثہ کر سکتے ہیں۔

---

218 الحجرات: 49/11

219 القرافی، الفروق، ج:3، ص:16

﴿"وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ"﴾ ۔(220)

"اور اے مسلمانو! کتابیوں سے نہ جھگڑو مگر بہتر طریقہ پر"

حسن الزین (221) لکھتے ہیں:

"لأن اذ دھارھا قد ترتب علی ھذہ الحریۃ ولأن العلوم تحتاج الی البحث والدراسۃ و التجربۃ والمناقشۃ بحریۃ، و العقل البشری لا یعطی ولا یبدع فی ظلال الاستبداد والکبت"۔(222)

"اگر یہ آزادی اظہار رائے نہ ہوتی تو تمام علوم غیر مؤثر ہوتی، کیونکہ یہ علوم آزادی کے ساتھ بحث و مباحثہ، تحقیق، تجربۃ، مطالعہ وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اور عقل انسانی کبھی بھی دباؤ کے نیچھے پروان نہیں چڑھ سکتا"۔

حق رہائش و نقل و حرکت

اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے تمام غیر مسلم رعایا کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ پوری ریاست میں ایک جگہ سے دوسری جگہ آجاسکتے ہیں اور رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔ انہیں یہ بھی آزادی حاصل ہے کہ وہ کہ وہ کسی بھی وقت دارالاسلام سے باہر جاسکتے ہیں، البتہ جنگی حالت میں اسلامی ریاست اپنے مسلم اور غیر مسلم رعایا پر پابندی لگا سکتا ہے۔ جیسا کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی کام کی بنا پر مدینہ سے باہر جانے سے منع فرمایا تھا۔

اسکے علاوہ غیر مسلم شہریوں کے گھروں کی عزت کو مد نظر رکھتے ہوئے انکے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ حکم مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لیے یکساں ہے۔ اور اس متعلق قرآن مجید میں واضح الفاظ میں ہدایات درج ہیں:

---

220 العنکبوت:29/46

221 لبنانی مصنف اور صحافی ہے، فلسفہ میں اور علوم انسانیہ میں ڈگری حاصل کی ہے، اور مختلف اخبارات سے وابستہ رہا ہے۔ (کتب حسن الزین https://www.noor-book.com/)

222 حسن الزین، اھل الکتاب فی مجتمع الاسلامی، بیروت، لبنان، 1402ھ، ص:118-113

﴿"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ-
ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ-فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْۚ-وَ اِنْ
قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ"﴾ ۔[223]

"اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور اُن کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔ پھر اگر اُن میں کسی کو نہ پاؤ، جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے"۔

انتظامی معاملات کا حق

اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کو انتظامی معاملات کے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(("لا يغيّره اسقف من سقيفاه ولا واقف من وقيفاه")) ۔[224]

"ان پادریوں اور راہبوں کو ان کے مذہبی طریقہ عبادت سے نہیں ہٹایا جائے گا اور نہ کاہنوں کو انکے پیشہ سے"

ڈاکٹر حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اس دفعہ کی رو سے نجران کے لوگوں مذہبی اور انتظامی امور میں مکمل آزادی حاصل تھی اور وہ اپنے تمام امور چاہے وہ انتظامی ہو یا مذہبی، مکمل آزاد اور بااختیار ہی تھے، اور انکو اپنے معاملات میں اسلامی حکومت سے توثیق کروانا لازم نہیں تھا"۔[225]

مبحث دوم

غیر مسلموں کے حقوق کا دائرہ کار

223 النور: 24/28-27

224 ابن زنجویۃ، ابی احمد حمید بن مخلد، الاموال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1401، 447/

225 حمید اللہ، محمد رسول اللہ ﷺ، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان، ص:158

دین اسلام انسانیت کی فلاح و بہبود کا دین ہے۔ انسانیت کا احترام، انسان کا وقار اور مساوات اسلام کا بنیادی منشور ہے۔ اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر باقی تمام مخلوق پر فضیلت عطا کی ہے۔

﴿"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحملناهمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْناهم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهم عَلٰى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا"﴾۔[226]

"اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو پاک وصاف چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا"۔

اور انسان کو باقی تمام مخلوقات میں بہتر شکل وصورت سے نوازا ہے۔

﴿"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ"﴾۔[227]

ترجمہ: "بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا"۔

اسلام نے انسانوں میں مساوات کو بہت اہمیت دی اور امتیازات کا خاتمہ کیا اور برتری کا معیار تقویٰ کو قرار دیا ہے۔

﴿"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ"﴾۔[228]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے"۔

اور رنگ و نسل کی بنیاد پر معیار فضیلت کو رد کر دیا ہے۔

﴿"يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى "﴾۔[229]

---

226 الاسراء: 17/70

227 التین: 95/4

228 الحجرات: 49/13

229 المسند، احمد بن حنبل، (مترجم: مولانا محمد ظفر اقبال)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1415، حدیث: 23536

"اے لوگو: آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارا رب ایک ہے، اور بے شک تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری حاصل نہیں اور کسی سفید کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سفید پر فضیلت حاصل ہے۔ مگر تقویٰ کے"۔

اسلام نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے تمام عالم انسانیت کو مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی الغرض ہر شعبہ زندگی میں متعین اور بے شمار حقوق عطا کیے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہیں۔ کسی بھی شخص کو انہیں معطل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کسی بھی اسلامی ریاست میں موجود غیر مسلم رعایا کو مسلم رعایا کی طرح یکساں اور زندگی کے بنیادی حقوق حاصل ہیں۔

ہر ریاست کا اپنا ایک قانون اور دستور ہوتا ہے، جس کی پاسداری رعایا پر لازمی ہے۔ اسی طرح اسلامی ریاست کا ایک شرعی دستور اور قانون ہے، جس کی بالادستی کا خیال رکھنا غیر مسلموں پر بطور ذمہ داریاں عائد ہے، اس کا خیال رکھنا اور تقاضوں کو پورا کرنا غیر مسلم رعایا پر لازم ہے۔ اور جو حدود ان کے لیے متعین ہیں، ان سے تجاوز کرنا ان کے لیے ممنوع ہے۔

اسلامی ریاست میں موجود غیر مسلم رعایا کی فلاح و بہبود و حقوق مسلم رعایا کی طرح یکساں ہیں، لیکن اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان کی فلاح و بہبود و حقوق کے متعین حدود و قیود اور کچھ پابندیاں بھی ہیں جن سے تجاوز کا حق نہیں دیا جا سکتا۔

آجکل جو مسائل جنم لے رہے ہیں ان کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ لوگ اپنے حدود سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اور حقوق کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور ساتھ ہی دوسروں کے دینی تعلیمات کو ہدفِ تنقید بنا کر بدنام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مقدسات کو ہدف تنقید بنانے اور بے حرمتی سے باز نہیں آتے اور آزادی اظہار رائے کے نام پر لوگوں کو مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر رعایا اسی طرح اپنے حدود سے تجاوز کرتی رہے تو ریاست کے اندر بدامنی کی فضا قائم ہو گی۔ اس کے ساتھ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے واقعات میں اضافہ ہو گا۔ اور یوں ریاست کو اپنی رٹ قائم کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا اور نقضِ امن کا خطرہ لاحق ہو گا، لہذا اس امر کو واضح کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ غیر مسلموں کی فلاح و بہبود کے لیے اسلامی ریاست کا دائرہ کار کیا ہے؟ اور وہ کونسے حقوق ہیں جو اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے انہیں حاصل ہیں، اور یہ کہ ان حقوق کے حدود و قیود کیا ہیں جن سے وہ تجاوز نہیں کر سکتے؟۔ ذیل میں انکے حدود کے دائراہ کار کو بیان کرتے ہیں:

عبادت گاہوں کی تعمیر

اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے غیر مسلموں کو تمام بنیادی عطا کیے گیے ہیں، ان حقوق میں اسلام نے اقلیتوں کو مذہبی آزادی بھی دی ہے، اور اسلام نے اپنے پیروکاروں کو اس بات کی قطعا اجازت نہیں دیتا، کہ وہ انکے مذہبی تہواروں میں کسی قسم کی مداخلت کریں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں پر کچھ پابندیاں بھی عائد کی ہیں، اور ان میں ایک پابندی یہ ہے، کہ غیر مسلم اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اپنے لیے نئ عبادت گاہ تعمیر نہیں کر سکتا، اور نہ ہی پرانی عبادت گاہ میں توسیع کی اجازت ہو گی۔ اسکے ساتھ کسی مسلمان مزدور کے لیے بھی اس بات کی اجازت نہیں ہے، کہ وہ کسی ایسی تعمیر میں حصہ لے اور نہ ہی حکمرانوں کو اس بات کے لیے شریعت اجازت دیتاہے، کہ وہ غیر مسلموں کے لیے نئ عبادت گاہ تعمیر کریں یا اس کے لیے جگہ مہیا کریں، ایسا کرنا شرک اور غیر اللہ کی عبادت کرنے میں مدد فراہم کرنا ہے، جو کہ قرآن کی رو سے حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿"وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى،وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ،وَ اتَّقُوا اللّٰهَ،اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"﴾۔[230]

"اور نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے"۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ:

"ابو یوسف نے سلیمان سے اور انھوں نے حنش سے اور عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ ان سے یہ دریافت کیا گیا کہ کیا عجمی لوگ (غیر مسلم) کو مسلمانوں کے شہروں میں اپنی عبادت گاہ یا گرجاگھر تعمیر کرنے کی اجازت ہے؟"۔

---

230 المائدہ: 5/2

"جن شہروں کو اہل عرب (مسلمانوں) نے آباد کیا ہو تو وہاں پر انکو عبادت خانہ یا کر جاگھر تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے، نہ ہی ناقوس بجانے کی اجازت ہے اور نہ شراب پینے کی اور نہ خنزیر رکھ سکتے ہیں۔ اور وہ شہر جو عجمیوں نے آباد کیا ہو اور پھر اللہ کے حکم سے عرب ان پر قابض ہو جائیں اور وہاں اپنی حکومت قائم کریں تو عجمیوں (غیر مسلموں) کو اس بات کی اجازت ہو گی جو وہ اپنے دور میں کرتے تھے، اور اہل عرب بھی انکو روکیں گے نہیں"۔[231]

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ومن المعقول: یستدّل بأنّ ھذا \ البلد ملک للمسلمین ومادام کذلک فلا یجوز اظھار المعابد الکفار فیہ"۔[232]

"عقلی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ بات زیادہ مناسب ہے کہ جو ملک مسلمانوں کا ہے اس پر ان کی ہی ملکیت بر قرار رہے، تو وہاں پر کافروں کو عبادت گاہیں بنانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی"۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کے ممالک میں اہل الذمہ جزیہ دے کر امام کی اجازت سے رہائش اختیار کر سکتا ہے، لیکن امام کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ ان کو اس بات کی اجازت دیں کہ وہ وہاں پر اپنے لیے عبادت گاہیں بنائیں یا وہ اعلانا شراب پینا شروع کریں، یا خنزیر کا گوشت کھائیں، وغیرہ۔ اسی طرح کے باقی تمام کاموں میں بھی ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کیا جا سکتا، اگر کوئی امام ایسا کوئی معاہدہ کرے گا تو وہ معاہدہ فاسد ہو گا۔ اس مسئلے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے اور تمام امت اس پر متفق ہیں"۔[233]

وہ ممالک جن پر مسلمانوں نے فتح حاصل کی ہے ان کی ملکیت بھی مسلمانوں کی ہو جاتی ہے، ان میں بھی کفار کو اپنے شعائر کے اظہار کی اجازت نہیں ہے۔ ان ممالک میں کفار کے عبادت خانے جو پہلے سے موجود ہوں ان کے بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں:

- ابن القاسم جو مالکی فقہاء میں سے ہیں، ان کے نزدیک:

---

231 ابو یوسف، یعقوب ابراہیم، کتاب الخراج، مصر، 1967ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ط:ا، ص:149

232 ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی علی مختصر الخرقی، بیروت، 1392ء، دار الکتاب العربی، ج:10، ص:610

233 ابن القیم، شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر، احکام اہل الذمہ، (تحقیق صبحی الصالح) دار العلم للملائین، 1403، ط:2، ج:2، ص:672

"تُبقی ولو بلا شرط"۔[234]

"انھیں غیر مشروط باقی رکھا جائے گا"۔

- حنفی فقہاء کے نزدیک:

"یمنعونَ من صلاۃَ فیھا،وتبقی کالمساکن ولا تھدمُ،وتتخذ للسّکن"۔[235]

"ان کی عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا، لیکن ان میں عبادت کی اجازت نہیں ہو گی، ان کی حیثت عام مکانوں کی ہو گی، اور یہ رہائش کی غرض سے استعمال ہو گی"۔

- فقہاء حنابلہ سے دو روایتیں منقول ہیں:

"أن تھدم لأنھا بلاد مملوکۃَ للمسلمین،فلا یجوز أن تکون فیھا بیعۃَ کالذی عمّرہ المسلمون"۔[236]

"ان کو منہدم کیا جائے گا، کیونکہ یہ ممالک مسلمانوں کی ملکیت ہے، ان میں عبادت خانہ بنانے کی اجازت نہیں ہو گی ان ممالک کی طرح جو مسلمانوں نے آباد کیے ہیں"۔

"یجوز بقاؤھا لحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ السابق،ولأن الصحابہ فتحوکثیرا من البلاد فلم یھدموا شیئا من الکنائس"۔[237]

"باقی رکھنا جائز ہے، جیسا کہ اوپر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان ہو چکا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت سے ممالک کو فتح کیا مگر کہیں بھی عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا"۔

- شافعی فقہاء میں الخطیب محمد الشربینی رحمۃ اللہ علیہ[238] کا قول ہے:

"عند الشافعیۃ:قالوا بوجوب ھدمھا فی الاصح"۔[239]

---

234 الخرشی، محمد بن عبد اللہ، فتح الجلیل علی مختصر خلیل، مصر،1316ء،ط:1،مطبعۃ العامرہ الشرقیہ بشارع الخرنفش،ص:446

235 الکاسانی، علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، لبنان،1406ء الناشر دار الکتاب العربی،ط:2،ج:7،ص:114

236 ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی علی مختصر الخرقی،ج:10،ص:610

237 ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی علی مختصر الخرقی،ج:10،ص:610

238 الخطیب الشربینی شافعی فقہاء میں سے ہے، انکا تعلق مصر سے ہے، فقیہ، مفسر اور نحوی ہے۔ان کی وفات977ھ میں ہوئی ہے۔ https://ar.wikipedia.org/wiki/الخطیب_الشربینی

239 الخطیب الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، مصر،1398ء، دار الفکر،ج:4،ص:254

"شافعی فقہاء میں اکثر کے مطابق صحیح قول یہ ہے کہ منہدم کرنا واجب ہے"۔

اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ اگر یہ عبادت خانے کسی ایسے ملک میں ہے جو صلح کے معاہدے کے تحت مسلمانوں کی ملکیت میں آیا ہے اور اس معاہدے میں عبادت گاہوں کی حفاظت کا شق شامل ہے تو اس صورت میں انہیں منہدم نہیں کیا جائے گا بلکہ برقرار رکھا جائے گا، اور اگر تلوار کے زور پر وہ ملک فتح کیا گیا ہے تو پر دو صورتیں ہیں:

- ان کو منہدم کرنے کے بجائے برقرار رکھا جائے گا، جیسے وہ لوگ اپنے کفر کی حالت میں برقرار رہینگے، تو جو تعمیر کفر کے لیے کی گئی ہے وہ بھی قائم رہے گی۔
- دوسرا قول یہ ہے کہ برقرار رکھنا جائز نہیں، بالکل ایسے جیسے نیا گرجا گر بنانا جائز نہیں ہے۔
- وہ ممالک جو صلح کے معاہدے کے تحت مسلمانوں کی ملکیت میں آئیں ہیں تو ایسے ممالک بھی دو قسم کی ہونگی:
  - ❖ صلح اس شرط پر ہوئی ہو کہ ملک پر حکمرانی ان کی ہوگی اور وہ مسلمانوں کو خراج ادا کریں گے۔
  - ❖ صلح اس شرط پر ہوئی ہو کہ ملک پر حکمرانی مسلمانوں کی ہوگی۔

اس بات کی وضاحت میں الخطیب الشربینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"عند الشافعية اذا صلحوا على ان الارض لنا فليس لهم الحداث،وان صلحوا على ان الارض لهم فلهم الاحداث،وكذا ان صلحوا على ان لهم الاحداث"۔(240)

"شوافع کے نزدیک اگر صلح اس شرط پر ہوئی ہو کہ ملک پر حکمرانی مسلمانوں کی ہوگی تو اس میں چرچ بنانے کی اجازت نہیں ہوگی، اور اگر صلح کی شرط یہ ہو کہ وہ خراج ادا کرینگے اور ملک پر حکمرانی کفار کی ہی رہے گی تو اس صورت میں وہ اپنے لیے عبادت خانے بنا سکتے ہیں"۔

لیکن اس شرط پر کہ صلح کے معاہدے میں عبادت خانے بنانے کی اجازت واضح طور پر درج ہو۔ اور یہی قول حنفیہ اور حنابلہ کا بھی ہے۔(241)

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی مذہب کو اختیار کر سکتے ہیں، مذہب کے معاملے میں ان سے کسی قسم کی زبردستی نہیں کی جائے گی اور وہ آزادانہ اپنے مذہبی رسومات ادا کر سکتے ہیں، ان کے پہلے سے موجود عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا، لیکن انھیں مسلمانوں کی آبادی والے علاقوں

240 الخطیب الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنھاج، ج:4، ص:254

241 ابن عابدین، محمد امین، حاشیہ ابن عابدین، رد المختار علی الدر المختار، شرح تنویر الابصار، بیروت، 1386ھ، ط:2، ج:4، ص:203

میں نئ عبادت گاہیں بنانے کی اجازت نہیں ہے، اور نہ ہی حاکم وقت کو شر عیت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ غیر مسلموں کے لیے نئ عبادت گاہ تعمیر کریں یا انکو جگہ مہیا کریں، البتہ غیر مسلم اپنے خرچے پر اپنے اکثریتی علاقوں میں اپنے لیے عبادت گاہ تعمیر کر سکتے ہیں اور اس میں اپنی مذہبی رسومات ادا کر سکتے ہیں۔

اسلامی شعائر اور اصطلاحات کا استعمال

اسلامی ریاست کا حصہ ہوتے ہوئے غیر مسلم اقلیتوں کو اس بات کی اجازت قطعاً نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہبی شعائر کے لیے اسلامی شعائر اور اصطلاحات کا استعمال کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کے مرتکب ہونگے اور اس جرم پر سزا کے مستحق ہونگے۔

ابو عامر جو راہب سے مشہور تھا، یہ خزرج کے قبیلے میں سے تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں نصرانی بن گیا تھا، اہل کتاب کا علم بھی پڑھا تھا۔ عابد بھی تھا اور قبیلہ خزرج اس کی بزرگی کا قائل تھا، جب اسکے کہنے پر مدینہ منورہ میں بسنے والے منافقین نے مسجد ضرار کو تعمیر کروایا، جو محض اسلام دشمنی، ضد، بغض، عداوت اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور رسول اکرم ﷺ سے دشمنی کی بنیاد پر تعمیر کروائی گئی تھی، اور بظاہر ایک مسجد دکھائی دے رہی تھی مگر حقیقت میں اسلام دشمنی کا مرکز بنایا گیا تھا، تو اللہ تعالی جَلَّ جَلَالُہٗ کے حکم پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حبیب ﷺ کو ان کے ناپاک عزائم سے آگاہ کیا۔ فرمایا:

﴿"وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ"﴾۔

"﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ"﴾۔[242]

"اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور اس شخص کے انتظار کے لئے مسجد بنائی جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے، کہ ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہے۔ اے حبیب ﷺ آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔ بیشک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہ اس کی حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں سے محبت

---

242 التوبۃ: 9/107-108

فرماتا ہے"۔

قرآن مجید کی اس آیت میں چار مقاصد بیان کئے گئے ہیں جس کی بنیاد پر اس مسجد کو مسجد ضرار قرار دیا گیا:

- پہلا مقصد یہ تھا کہ قباء کے مخلص مسلمانوں کو جو خاص مقام اور عزت حاصل ہوئی تھی اس کو نقصان پہنچائے۔
- دوسرا مقصد یہ تھا کہ اسلام کے خلاف بغاوت کے لیے مسجد کے نام پر اڈا قائم کرنا اور اس مقام سے کفر کی اشاعت کرنا۔
- تیسرا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو تقسیم کیا جائے، کیونکہ تمام مسلمان ایک ہی مسجد میں نماز کے لیے جمع ہوتے تھے، لہذا منافقین نے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے درخواست کی کہ جو کمزور لوگ ہے انکو دور آنے میں تکلیف ہوتی ہے اس لیے ان کی سہولت کے لیے یہ مسجد تعمیر کی۔
- چوتھا مقصد یہ تھا کہ باغیوں کے لیے اور خاص طور پر ابو عامر نصرانی کے لیے ایسا ٹھکانہ ہو جہاں سے وہ مدینہ منورہ میں رہنے والے منافقین کو اسلام کے خلاف استعمال کریں اور انکو تراکیب سمجھائے وغیرہ۔

ان چاروں مقاصد سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انکا مقصد اسلام کو نقصان پہنچانا تھا جس کے لیے وہ اسلامی شعائر میں مسجد کے نام پر اپنا اڈا بنا رہے تھے، لہذا کسی بھی غیر مسلم کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کا نام مسجد رکھیں اور نہ انکو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کا نقشہ اور عمارت کی شکل وصورت مسجد کے طرز پر بنائیں کہ اس سے انکا مقصود ہماری مقدس شعائر کی توہین اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہو۔ مساجد کے علاوہ دیگر اسلامی شعائر واصطلاحات کا استعمال بھی ممنوع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿"قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ"﴾۔[243]

"وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ان میں سے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی آخرت کے دن پر اور نہ وہ ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ وہ سچے دین پر چلتے ہیں ان سے جہاد کرتے رہو حتّٰی کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں"۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

243 التوبۃ: 29/9

"(وهم صاغرون) أي:ذليلون حقيرون مهانون-فلهذا لا يجوز إعزاز أهل الذمة، ولارفعهم على المسلمين،بل هم أذلاء صغوة أشقياء،كما جاء في صحيح مسلم،عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تبدءوا اليهود والنصارى بالسلام،وإذا لقيتم أحدهم في طريق فاضطروه إلى أضيقه"۔ (244)

"وھم صاغرون سے مراد یہ ہے کہ ان غیر مسلموں کو معزز بنانا شرعا جائز نہیں ہے،انکو حقیر جانو،ان کو مسلمانوں پر ترجیح نہ دو،جیسا کہ حضرت ابو ھریرۃؓ کی حدیث کے مطابق انکو سلام میں بھی پہل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ انکو تنگ راستہ سے گزرنے پر مجبور کرنا چاہیے"۔

وھم صاغرون نہایت فصیح وبلیغ جملہ ہے،اس میں غیر مسلموں کے لیے ایک قانونی دستاویز موجود ہے جس میں ان کے عبادت اور عبادت کا طریقہ کار اور اسکے حدود،مذہبی آزادی،مذہب کی تبلیغ،انکے عبادت خانوں کے نام اور انکی طرز تعمیر کے احکامات،لباس،خوشی،غمی اور دیگر تمام تہواروں کی تمام حدود متعین کی گئی ہے۔ ان دستاویز کو مد نظر رکھ کر ہمارے فقہاء،محدثین،مجتہدین نے قوانین وضع کئے ہیں:

"ولھذا اشترط علیھم امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تلک الشروط المعروفة فی اذلالھم و تصغیرھم و تحقیرھم،وذلک مما رواہ الائمة الحفاظ،من روایة عبد الرحمان بن غنم الاشعری قال:کتبت لعمر بن الخطاب رضی الله عنهحین صالح نصاری من اھل الشام: بسم الله الرحمن الرحيم،ھذا کتاب لعبد اللہ عمر امیر المؤمنین من نصاری مدینة کذا وکذا ،انکم لما قدمتم علینا سالناکم الامان لانفسنا وذرارینا واموالنا واھل ملتنا وشرطنا لكم على أنفسنا ألانحدث في مدينتنا ولا فيما حولها ديرا ولا كنيسة،، ولاقلاية ولا صومعة راهب،ولا نجدد ما خرب منها،ولا نحيي منها ما كان خطط المسلمين،وألا نمنع كنائسنا أن ينزلها أحد من المسلمين في ليل ولا نهار،وان نوسع ابوابها للمارة وابن السبيل،وان ينزل من مر بنا من المسلمين ثلاثة ايام نطعمهم،ولا نئوي في كنائسنا ولا منازلنا جاسوسا،ولا نكتم غشا للمسلمين،ولا نعلم أولادنا القرآن، ولا نظهر شركا،ولا ندعو إليه أحدا؛ولا نمنع أحدا من ذوي قرابتنا الدخول فی الإسلام"۔ (245)

---

244 ابن کثیر،ابو الفداء عماد الدین،تفسیر القرآن العظیم،تفسیر ابن کثیر،ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور،1967،ج:2،ص:347

245 ابن کثیر،ابو الفداء عماد الدین،،تفسیر القرآن العظیم،تفسیر ابن کثیر،ج:2،ص:355

ترجمہ:"اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمرؓ سے شام کے نصاریٰ نے اپنی جان،مال،اولاد کے لیے امن وسلامتی کا مطالبہ کرتے ہوئے اپنے اوپر کچھ شرائط عائد کی تھیں کہ،

- ❖ ہم آج کے بعد شہر کے گردونواح میں کوئی نیاعبادت خانہ تعمیر نہیں کرینگے۔
- ❖ نہ ہی خراب شدہ عبادت خانوں کی مرمت کرینگے۔
- ❖ مسلمانوں کی آبادی میں جو عبادت خانے ہیں وہ ازسرنو تعمیر نہیں کرینگے۔
- ❖ ہماری عبادت خانے ہر وقت مسلمانوں کے لیے کھلی رہینگی۔
- ❖ اسی طرح مسافروں کے آرام کے لیے بھی ہم اپنی عبادت خانوں کو کھلا رکھیں گے،اور تین دن تک مسلم مہمانوں کی خاطر داری بھی کرینگے۔
- ❖ عبادت خانوں اور گھروں میں کوئی جاسوس نہیں ٹھرائیں گے۔
- ❖ مسلمانوں کو دھوکہ نہیں دینگے۔
- ❖ بچوں کو قرآن کی تعلیم نہیں دینگے۔
- ❖ کھلم کھلا شرک نہیں کرینگے۔
- ❖ کسی کو شرک کی دعوت نہیں دینگے۔
- ❖ اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کریگا تو اسکو نہیں روکیں گے۔
- ❖ مسلمانوں کا احترام کرینگے۔
- ❖ مسلمانوں کے بیٹھنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دیا کرینگے۔
- ❖ مسلمانوں کے لباس،جوتے،ٹوپی،اور عماموں وغیرہ کی مشابہت میں کوئی چیز استعمال نہیں کرینگے۔(246)

عقائد کی آزادی

اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کو جو حقوق حاصل ہے ان میں سب سے اہم ان کے عقائد کی آزادی کا حق ہے،چناچہ وہ بغیر کسی خوف وجھجک اپنے عقائد پر عمل کر سکتا ہے اور یہ آزادی انھیں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے ملی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

246 ابن کثیر،ابو الفداء عماد الدین،، تفسیر القرآن العظیم، تفسیر ابن کثیر،ج:2،ص:347

﴿"لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ،قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ"﴾۔[247]

"دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت کی راہ گمراہی سے خوب جدا ہوگئی ہے"۔

اس آیت کریمہ میں یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر مسلوں کی مذہب کی تبدیلی کے حوالے سے ہر قسم کی زبردستی وجبر سے منع فرمایا ہے، اور انکو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہ کر آزادی سے اپنے مذہبی رسومات کو ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اپنے مذہب اور عقائد کی اشاعت و پرچار کی اجازت انھیں حاصل نہیں ہے۔

امام ابوالحسن الماوردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"احدھما ان لا یذکروا کتاب اللہ تعالیٰ بطعن فیہ ولا تحریف لہ ، و الثانی ان لا یذکروا رسول اللہ ﷺ بتکذیب لہ ولا ازدراء ، و الثالث ان یذکروا دین الاسلام بذم لہ ولا قدح فیہ ، والرابع ان لا یسمعوھم اصوات نواقیسھم ولا تلاوۃ کتبھم ولا قولھم فی عزیز و المسیح علیھم السلام ، والخامس لا یجاھروھم بشرب خمورھم ولا باظھارصلبانھم و خنازیرھم ، والسادس ان یخضوا دفن موتاھم یجاھرون بندب علیھم ولانیاحۃ"۔[248]

"امام ابوالحسن نے چھ شرطیں ذکر کی ہیں جن کی پابندی ہر ایک غیر مسلم پر خواہ وہ کوئی بھی ہو، ان پر واجب ہے، ان شرائط میں:

- قرآن مجید پر طعن اور تحریف سے باز رہیگا۔
- حضرت محمد ﷺ کا انکار نہیں کریگا اور نہ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کریگا۔
- دین اسلام کی مذمت نہیں کریگا، اور نہ دین اسلام میں عیب و قباحت نکالے گا۔
- اپنے ناقوس کی آوازیں مسلمانوں کو سنانے سے گریز کرے گا اور نہ بلند آواز پر اپنی کسی کتاب کی تلاوت کرے گا، اور نہ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیھم السلام کے بارے میں اپنے عقیدے کا کھلم کھلا اظہار کرے گا۔
- کھلم کھلا شراب نہیں پیئے گے، نہ اپنے گلوں میں صلیب لٹکا کر باہر نکلیں گے اور نہ خنزیروں کو خرید و فروخت کے لیے بازاروں میں لے کر آیئں گے۔
- خاموشی کے ساتھ اپنے مردوں کو دفن کرینگے اور ان پر کوئی غم اور ماتم کا برملا اظہار نہیں کرینگے۔

---

247 البقرۃ: 2/256

248 الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، الاحکام السلطانیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1398ء، ص:145

امام محی الدین یحیٰ بن شرف النووی ؒ وضاحت میں فرماتے ہیں:

"ویمنعون من اظهار الخمر والخنزير و ضرب الناقوس ولجهر بالتوراة و الانجيل واظهار الصليب واظهار اعيادهم ورفع الصوت علىٰ موتاهم لما روىٰ عبدالرحمان بن غنم فى كتاب عمر رضى الله عنه علىٰ نصارىٰ الشام شرطن ان لا نبيع الخمور ولا نظهر صلباننا ولا كتبنا فى شيئ من طريق المسلمين ولا اسواقهم ولا نضرب نواتيسنا الا ضربا خفيا ولا نرفع اصواتنا بالقراءة فى كنائسنا فى شيئ من حضرة المسلمين ولا نخرج شعانيننا ولا باعوثنا ولا نرفع اصواتنا علىٰ موتانا"۔[249]

"اور ان کو شراب اور سور کا گوشت ظاہر کرنے، ناقوس (گھنٹی) بجانے، تورات اور انجیلوں کی باتیں کرنے، صلیب کو ظاہر کرنے اور اپنی عیدیں کھلے میدان میں منانے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اپنے مردوں پر بلند آواز میں نوحہ کرنے کی ممانعت ہے، جیسا کہ حضرت عبد الرحمان بن غنم نے حضرت عمر فاروق ؓ کے شام کے نصاریٰ کے ساتھ معاہدے کا حوالہ دیا ہے، جس میں پابندیوں کی تفصیل اوپر بیان کی جاچکی ہے"۔

امام ابن قیم ؒ لکھتے ہیں:

"الا نضرب نواقيسنا الا ضربا خفيا فى جوف كنائسنا ولا نظهر عليها صليبا ولا نرفع اصواتنا فى صلواتنا ولا القراءة فى كنائسنا، وان لا نخرج صليبا ولا ولا كتابا فى سوق المسلمين ولا نخرج باعوث قال والبطاعوث يجتمعون كما يخرج المسلمون يوم الاضحى و الفطر ولا نظهر شركا ولا نرغب فى ديننا ولا ندعوا اليه احدا"۔[250]

اسلامی ریاست میں رہنے کے لیے غیر مسلموں نے ان شرطوں کو قبول کیا اور ان پر دستخط کیے، کہ:

- گرجا گروں پر صلیب کو اونچا کر کے نہیں لگائیں گے۔
- گرجاؤں میں بلند آواز سے عبادت نہیں کریں گے۔
- اونچی آواز سے اپنی کتاب نہیں پڑھینگے۔
- مسلمانوں کے بازاروں میں صلیب نہیں نکالینگے۔

---

249 النووی، یحیٰ بن شرف، المجموع شرح المھذب، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1401ء، ج:19، ص:412

250 ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر، احکام اہل الذمۃ، دار الحدیث، القاہرۃ، مصر، 1398ء، ج:2، ص:660-659

- مسلمانوں کی طرح عید کے لیے کھلے میدان میں نہیں جائینگے۔
- شرک نہیں کرینگے۔
- اپنے دین کی ترغیب نہیں دینگے۔
- اپنے دین کی دعوت دینے سے باز رہینگے۔

ان سب وضاحتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی غیر مسلم اسلامی ریاست میں اپنے دین کی تبلیغ اور نشر و اشاعت نہیں کر سکتا، اور نہ ہی انکو اس قسم کی کوئی اجازت دی جا سکتی ہے، اگر کوئی بھی مسلم حکمران ان کو ایسی کوئی بھی اجازت دیگا تو وہ اسلامی شریعت کی مخالفت کا مرتکب ہو گا اور شرعا مجرم قرار پائے گا۔

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ان لا یفتنوا مسلما عن دینہ"۔[251]

"اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے کوئی بھی غیر مسلم کسی مسلمان کو اس کے دین میں کسی شکوک و شبہات، آزمائش وغیرہ میں مبتلا نہیں کریگا، نہ دھمکی دے کر، نہ مال کا لالچ دیکر، نہ کسی رشتہ و تعلق کو درمیان میں لا کر، نہ کسی اور قسم کا لالچ دیکر۔ اگر کوئی بھی غیر مسلم ایسا کریگا تو وہ قانونا مجرم ہو گا اور سخت سزا کا مستحق ہو گا"۔

مختصر یہ کہ کسی بھی غیر مسلم کو چاہے وہ عیسائی ہو، یہودی ہو، مجوسی، سکھ، قادیانی، ہندو، پارسی وغیرہ اپنے عقائد، رسمیں، تہوار، اعمال وغیرہ کا برملا اشاعت اور دعوت و تبلیغ کی ہرگز اجازت نہیں ہے، اور مسلم حکمران پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو ان تمام شرائط پر عمل کرنے کا پابند بنائیں۔

منصب و ملازمت

اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے غیر مسلموں کے منصب و ملازمت کے حق کے بارے میں بات کی جائے، تو اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلامی حکومت ایسے معاملات میں جن کا تعلق صرف غیر مسلموں سے ہوں ان میں صرف غیر مسلموں سے رائے لی جا سکتی ہے، یا ان معاملات میں غیر مسلموں کو اپنے جیسے غیر مسلموں کا ذمہ دار یا سربراہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی بھی غیر مسلم کو ایسے منصب و ملازمت پر فائز نہیں کیا جا سکتا، جس میں مسلمان اس کی ماتحتی میں آتے ہوں۔

---

251 الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص:145

اسلامی شریعت میں کوئی بھی غیر مسلم کسی مسلمان پر ولایت کا حقدار نہیں ہے، قرآن مجید میں اس بات کی صریح الفاظ میں ممانعت ہے کہ کسی بھی کافر کو اپنا مشیر خاص بنانا، یا ان سے قریبی تعلقات قائم کرنا جائز نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۔وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ،وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ-قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ "﴾"۔[252]

"اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے انہیں وہی چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف پہنچے، ان کی باتوں سے دشمنی تو ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بڑا ہے اگر تم عقل سے کام لیتے ہو تو ہم نے تمہارے لیے نشانیوں کو بیان کر دیا ہے"۔

قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں مفسرین، فقہاء، محدثین اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اسلامی ریاست میں کسی بھی غیر مسلم کو چاہے وہ ذمی کیوں نہ ہو، کوئی سرکاری عہدہ نہیں مل سکتا، کیونکہ سرکاری عہدہ ملنے کی صورت میں اسے مسلمانوں پر بھی ولایت حاصل ہو گی، اور دوسرے الفاظ میں اس سے یہ بھی مراد ہو گا کہ انھیں کسی معاملے کے لیے مشیر بنا دیا گیا ہے جو شرعی طور پر جائز نہیں ہے، کیونکہ سرکاری عہدہ ملنے کی صورت میں بعض معاملات میں ان سے مشورہ بھی لیا جا سکتا ہے اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ کسی ملکی راز سے باخبر ہو جائے، جو ملک کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

مفتی شفیع عثمانی صاحب نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے:

اس آیت میں مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اپنے مسلمانوں کے علاوہ کسی غیر مسلموں کو اپنا مشیر خاص نہ بناؤ اور نہ ان پر اواعتماد کرو کہ ان کو اپنی رازیں بیان کرنا شروع کر دو۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردی، رواداری، خیر خواہی اور انکو نفع پہنچانے کا حکم دیا ہے، لیکن ساتھ میں حکمت و مصلحت کی بناء پر مسلمانوں کو اپنے ملک و ملت کی حفاظت کے لیے یہ احکام بھی دیئے ہیں کہ اسلامی قانوں کے منکرین کے ساتھ اپنے تعلقات کو ایک حد میں رکھیں، اور

---

252 اٰل عمران: 3/118

اس حد سے تجاوز سے منع کیا گیا ہے"۔[253]

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

"حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، کہ یہاں حیرہ میں ایک غیر مسلم لڑکا ہے جو حساب و کتاب کے فن پر بڑا عبور رکھتا ہے، تو اگر آپ رضی اللہ عنہ اسے اپنا منشی بنا لیں تو اچھا ہو گا۔ اس پر حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"

"قد اتخذت اذا بطانة من دون المؤمنين"۔[254]

"یعنی کسی غیر مسلم کو اپنا منشی یا راز دار بنانے سے قرآن مجید کی اس آیت کی مخالفت ہو جائے گی"۔

احکام القرآن للجصاص میں ہے:

"يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا بطانة من دونكم۔وروى أبو حيان التيمي عن فرقد بن صالح عن أبي دهقانة قال: قلت لعمر بن الخطاب: إن هاهنا رجلاً من أهل الحيرة لم نر رجلاً أحفظ منه ولا أخط منه بقلم، فإن رأيت أن نتخذه كاتباً! قال: قد اتخذت إذاً بطانة من دون المؤمنين. وروى هلال الطائي عن وسق الرومي قال: كنت مملوكاً لعمر فكان يقول لي: أسلم؛ فإنك إن أسلمت استعنت بك على أمانة المسلمين؛ فإنه لا ينبغي أن أستعين على أمانتهم من ليس منهم، فأبيت فقال: لا إكراه في الدين! فلما حضرته الوفاة أعتقني، فقال: اذهب حيث شئت"۔[255]

ترجمہ: "ابو حیان تیمی نے فرقد بن صالح اور انھوں نے ابی دھقانۃ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے درخواست کی، کہ حیرہ کا ایک ایسا نوجوان جو بہترین یاداشت کا مالک ہے اور اس جیسا بہترین لکھنے والا کہیں اور نہیں دیکھا، تو اس کو اپنا کاتب منتخب کر لیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اگر میں ایسا کروں تو قرآن مجید کے حکم کے منافی کروں گا"۔

---

253 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی، پاکستان، 1989، ج:2، ص:158

254 ابی حاتم الرازی، ابی محمد عبد الرحمان، تفسیر ابن ابی حاتم الرازی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1405، ج:2، ص:500

255 امام الجصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ج:2، ص:324

"ہلال الطائی نے وسق رومی سے روایت کی ہے کہ: میں عمر رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں تھا، اور وہ مجھ سے کہا کرتے تھے: اسلام قبول کرو۔ اگر آپ اسلام قبول کرلیں تو، میں مسلمانوں کی اعتماد داری میں آپ سے مدد لوں گا۔ مجھے ان لوگوں سے مدد نہیں لینا چاہئے جو ان کے ساتھ ایماندار نہیں ہیں۔ لہذا میں نے انکار کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: "دین میں کوئی جبر نہیں ہے"۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے آزاد کیا اور کہا: جہاں چاہو وہاں جاؤ"۔

وہ تمام ممالک جو ایک خاص نظریے کی بنا پر بنے ہیں ان میں اس شخص کو کبھی بھی اعتماد اور خاص مقام نہیں ملتا، اگر وہ اس نظریے کو نہیں مانتا، جو اس مملکت کی بنیاد ہے، جیسے ہم اگر چین یا روس کی مثال لیں تو وہاں اس شخص کو کسی ذمہ دار مقام پر نہیں رکھا جاتا، اگر وہ کیمونزم کا انکار کرتا ہو، ایسے شخص کو وہ اپنا راز دار نہیں بناتے۔ اسلامی ممالک کے زوال کے اسباب میں ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے غیر مسلموں پر اعتماد کیا اور انکو اپنا راز دار بنایا، اور مملکت کے امور میں ان کے مشوروں پر چلتے رہے۔ سلطنت عثمانی کی مثال سب کے سامنے ہے۔

مذکورہ بالا آیت مسلمانوں کو تنبیہ دی جارہی ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کسی کو اپنا راز دار اور مشیر نہ بنائیں، کیونکہ کوئی بھی غیر مسلم کبھی مسلمانوں کا حقیقی معنوں میں خیر خواہ نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ تو ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کسی طرح نقصان پہنچا سکیں اور ان کے درمیان انکے دین کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کر سکیں، پس کوئی بھی عقل مند آدمی کبھی بھی کسی ایسے شخص کو اپنا راز دار نہیں بنا سکتا جو اسکا دشمن ہو۔

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"**بطانۃ** سے مراد وہ لوگ ہیں جو خاص ہو، اور اس پر اپنا حکم چلا سکتا ہو، یا اپنے معاملات میں جن پر بھروسہ کیا جا سکتا ہو، اللہ جل جلالہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کفار کو اپنا راز دار نہ بنائیں اور نہ ان سے کسی کام میں مدد طلب کریں۔ اس آیت میں لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا کے ذریعے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو کفار کے جذبات سے خبردار کیا ہے جو انکے دلوں میں ہے۔ یعنی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے جذبات"۔[256]

اسلامی شریعت کا یہ حکم کہ غیر مسلم کو اپنا راز دار اور مشیر نہ بنایا جائے اور نہ اس سے مملکت کے کاموں میں مدد لی جائے، ایک حق حکم ہے، کیونکہ ظاہری بات ہے کہ غیر مسلم اپنے مذہب کی خیر خواہی کریگا، اور وہ دین اسلام کا خیر خواہ

---

256 امام الجصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی،، احکام القرآن، ج:2، ص:324

نہیں ہو سکتا۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کے جدید مسلمان اس حکم کو تنگ نظری اور تعصب سمجھتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں کے اپنے سگے بھائی پر انکا اطمینان نہ ہو تو یہ اس کو کبھی بھی اپنا خیر خواہ نہیں بنائیں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس بات کو واضح کر دیا ہم سب پر:

"کہ جو شخص دین اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہے، تو اسکو اسلامی ریاست میں کوئی عہدہ و منصب نہ دو"۔[257]

تو پھر یہ نام نہاد مسلمان اللہ کے حکم میں باتیں بنانے لگ جاتے ہیں۔

المبسوط میں ہے:

"ولا ينبغي للقاضي ان يتخذ كاتبا من اهل الذمة،بلغنا ان ابا موسى الأشعرى قدم على عمر رضى الله عنه،فسأله عن كاتبه،فقال: هو رجل من اهل الذمة،فغضب عمر رضى الله عنه من ذلك،وقال:لا تستعينوا بهم في شيء،وابعدوهم واذلوهم،فاتخذ ابو موسى كاتبا غيره"۔[258]

"حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ گورنر تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تھے، اس وقت اتفاقاً ایک خط امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے خط پڑھنے کے لیے اپنے کاتب کی طرف اشارہ کیا۔ سارے لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میرا منشی تو نصرانی ہے، مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر غصہ کا اظہار کیا اور فوراً اس کاتب کو ہٹانے کا حکم دیا، اور تمام گورنروں کو اس بات کا حکم دیا کہ: "لا تستعملوا اهل الكتاب" اہل الکتاب کو ان معاملات میں اپنا کاتب نہ بناؤ، بلکہ صرف مسلمانوں کو یہ ذمہ داری دیا کرو۔"

تفسیر الآلوسی میں ہے:

"والمعنى:لا تتخذوا الكافرين كاليهود والمنافقين اولياء وخواص من غير المؤمنين او ممن لم تبلغ منزلته،منزلتكم في الشرف والديانة،والحكم عام وان كان سبب النزول خاصا فان

---

257 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج:2، ص:158

258 السرخسی، ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سھل، المبسوط فی الفقہ الحنفی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1403، ج:16، ص:93

اتخاذ المخالف وليا مظنة الفتنة والفساد،ولهذا ورد تفسير هذه البطانة بالخوارج"۔
"واخرج البيهقي،وغيره عن انس رضى الله عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال: "لا تنقشوا في خواتيكم عربياً، ولا تستضيئوا بنار المشركين"۔
"فذكر ذلك للحسن فقال:نعم لا تنقشوا فى خواتيمكم محمد رسول الله، ولا تستسروا المشركين في شيء من اموركم،ثم قال الحسن:وتصديق ذلك من كتاب الله تعالى: "يا أيها الذين أمنوا لا تتخذوا بطانة من دونكم لا يألونكم خبالاً"۔[259]

"کافروں کو،یہودیوں اور منافقوں کو سرپرست اور غیر مسلموں میں خاص نہ سمجھو یا جن کا رتبہ ،عزت اور مذہب میں تمھارے درجے تک نہیں پہنچا ہے، حکم عام ہے، یہاں تک کہ اگر نزول کی وجہ مخصوص ہو، توان مخالفوں کو سرپرست بنانے میں فتنہ اور فساد کا شبہ ہے۔البیہقی اور دیگر سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اپنی انگھوٹی میں عربی کندہ نہ کرو اور نہ مشرکین کی آگ میں روشنی تلاش کرو۔اسکا ذکر انھوں نے حسن سے کیا اور کہا:ہاں اپنی انگھوٹیوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لکھو اور نہ اپنے کسی معاملے میں مشرکین کو خفیہ رکھو۔پھر الحسن نے کہا:اوراس کی تصدیق اللہ تعالی کی کتاب سے ہے"۔"اے ایمان والو!اپنے سوا کسی کو صاحبِ خصوصیات مت بناؤ، وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے"۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اسلامی حکومت میں کسی بھی غیر مسلم کو کوئی بھی سرکاری منصب و ملازمت دینا جائز نہیں ہے۔البتہ ایسے معاملات میں جن کا تعلق صرف غیر مسلموں سے ہوں ان میں صرف غیر مسلموں سے رائے لی جاسکتی ہے، یا ان معاملات میں غیر مسلموں کو اپنے جیسے غیر مسلموں کا ذمہ دار یا سربراہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔لیکن کسی بھی غیر مسلم کو ایسے منصب و ملازمت پر فائز نہیں کیا جا سکتا، جس میں مسلمان اس کی ماتحتی میں آتے ہوں۔

الماوردی رحمۃ اللہ علیہ ذمیوں کے اس حق کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"ایک ذمی وزیر تنفیذ ہو سکتا ہے، مگر وزیر تفویض نہیں۔جس طرح ان دونوں عہدوں کے اختیارات میں فرق ہے، اسی طرح ان کے شرائط میں بھی فرق ہے۔یہ فرق ان چار صورتوں سے نمایاں ہوتا

---

259 الالوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ، تفسیر الالوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ج:2، ص:253

ہے: پہلے یہ کہ وزیر تفویض خود ہی احکام نافذ کر سکتا ہے اور فوج داری مقدمات کا تصفیہ کر سکتا ہے، یہ اختیارات وزیر تنفیذ کو حاصل نہیں۔ دوسرے یہ کہ وزیر تفویض کو سرکاری عہدے دار مقرر کرنے کا حق ہے، مگر وزیر تنفیذ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ وزیر تفویض تمام جنگی انتظامات خود کر سکتا ہے وزیر تنفیذ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ وزیر تفویض کو خزانے پر اختیار حاصل ہے وہ سرکاری مطالبہ وصول کر سکتا ہے اور جو کچھ سرکار پر واجب ہے اسے ادا کر سکتا ہے۔ یہ حق بھی وزیر تنفیذ کو حاصل نہیں ہے۔ ان چار شرطوں کے علاوہ اور کوئی بات ایسی نہیں جو ذمیوں کو اس منصب پر فائز ہونے سے روک سکے"۔ (260)

آزادی اظہار رائے کے حدود

اسلام نے ہر انسان کو آزادی دی ہے کہ وہ تمام معاملات میں آزاد ہے، جو وہ کرنا چاہے، کر سکتا ہے، جو بولنا چاہے بول سکتا ہے، لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ اس کی یہ آزادی لا محدود ہے، بلکہ اس کے کچھ حدود ہیں، اور صرف حق بات کے اظہار کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حکم دیا:

﴿"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"﴾۔ (261)

"اور ان سے مشورہ لے کام میں"

اسلام کے اس سنہرے اصول نے اس بات کی وضاحت کر دی کہ اسلام آزادی اظہار رائے کی مکمل حمایت کرتا ہے، مگر اسلام فساد کو پسند نہیں کرتا اور اعتدال کو پسند کرتا ہے۔ اسلام نے آزادی اظہار رائے کے فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کر دی کہ انسان کی یہ آزادی بے لگام نہیں ہے، بلکہ کچھ حدود کی پابند ہے، اور اس کی جانب قرآن مجید نے ان الفاظ میں خبردار کیا ہے:

﴿"مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ"﴾۔ (262)

"وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے"۔

---

260 http://www.darululoom-deoband.com/urdu/articles/tmp/1442722931%2002-Islami%20Riyasat%20Men%20Ghair%20Muslim_MDU_06_June_2006.htm 30/07/2021

261 آل عمران: 159/3

262 ق: 18/50

اظہار رائے کی آزادی کا فلسفہ اور اسکے حدود و قیود کو قرآن مجید میں ان الفاظ سے بیان ہوا ہے:

﴿"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّۚ-وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِؕ-بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ"﴾۔[263]

"اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے"۔

یعنی انسانوں کو منع کیا گیا ہے، ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے، غیبت کرنے سے، ایک دوسرے پر بہتان لگانے سے، بے بنیاد الزام تراشی کرنے سے، ایک دوسرے کے عیب ظاہر کرنے سے، ایک دوسرے کے ناموں کو بگاڑنے اور غلط ناموں سے پکارنے سے۔

قرآن مجید کی ایک اور آیت سے آزادی اظہار رائے کا فلسفہ ان الفاظ میں ظاہر ہوتا ہے:

﴿"وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ"﴾۔[264]

"اور بچو جھوٹی بات اور غلط بیانی سے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس بات کو واضح فرما دیا کہ جھوٹ اور غلط بیانی معاشرے کی بقاء کے لیے نقصان دہ ہے، لہٰذا ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ افراد معاشرہ کسی غلط فہمی اور تشدد کا شکار نہ ہو۔

اسلام نے آزادی اظہار رائے کا حق تو دیا ہے لیکن اس حق کی آڑ میں لوگوں کے جذبات و احساسات کو نظر انداز کر کے بے جا تنقید کرنے سے منع کرتا ہے، کیونکہ کچھ لوگ بے جا تنقید میں حدیں پار کر جاتے ہیں، اور دوسروں کی بے قدری اور توہین کو معمولی بات سمجھتے ہیں، ایک دوسرے کے مذہب، فرقوں اور مقدس شخصیات کی توہین کو اظہار رائے کی آزادی کا نام دے کر اپنا حق سمجھتے ہیں، حالانکہ اظہار رائے کی آزادی کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے۔

اسلام معاشرے میں امن اور بھائی چارے کی نصیحت کرتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

---

263 الحجرات: 11/49

264 الحج: 30/22

(("المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ"))۔[265]

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"۔

یہ حدیث مبارکہ پورے معاشرے کو امن، بھائی چارے اور محبت کا درس دیتا ہے۔

آزادی اظہار رائے پر ان حدود سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ اس حق پر کسی قسم کی پابندی لگائی جارہی ہے، بلکہ اسکا بنیادی مقصد لوگوں کو ایک دوسرے کی عزت و احترام کرنے پر مجبور کرنا ہے۔ آزادی رائے میں اس بات کو مد نظر رکھنا چاہئیے، کہ ہر ملک و قوم اپنے نظریئے، دستور، قومی شخصیات وغیرہ کی حرمت کا سختی سے اہتمام کرتا ہے، اور کسی کو توہین کا حق نہیں دیتا اور توہین کرنے والے کو مجرم سمجھتا ہے، اسی طرح اسلام کا بھی ایک دستور ہے اور دیگر مذاہب کی طرح اسلامی شعائر اور مقدس شخصیات کی بے حرمتی ایک سنگین جرم ہے، اور آزادی رائے کو بنیاد بنا کر ان کی بے حرمتی کا جواز ڈھونڈنا انصاف کے متنافی ہے۔

لہذا دین اسلام کے شعائر کو نشانہ تضحیک بنانا اور ایسے اعمال جس سے مسلمانوں کی تضحیک ہو، یا اسلامہ تہذیب و ثقافت کا مذاق اڑایا جارہا ہو، اس قسم کے تمام اعمال و افعال اسلامی ریاست میں قابل برداشت نہیں ہوسکتے۔

---

265 بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب مسلمان کی تعریف میں، حدیث نمبر 10، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، 2004، ص:190

فصل سوم

غیر مسلموں کے حقوق سے متعلق اسلامی قوانین پر شبہات کا جائزہ

اسلام دشمن عناصر ہمیشہ اس کوشش میں رہے ہیں، کہ کسی طرح اسلام اور اسکے احکامات کو بگاڑ سکیں۔ اس ضمن میں ان دشمن عناصر نے اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کے حقوق سے متعلق اپنی طرف سے چند اعتراضات کو جمع کیا، اور ان اعتراضات کو بطور ہتیار استعمال کیا، کہ اسلامی احکامات کو بگاڑ سکیں۔ ذیل میں غیر مسلموں کے حقوق سے متعلق چند اعتراضات / شبہات اور مسلم فقہاء کی جانب سے ان اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے:

جزیۃ

اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم شہریوں سے اسلامی ریاست جو ٹیکس وصول کرتی ہے، وہ جزیۃ کہلاتا ہے۔ اس ٹیکس کے بارے میں مستشرقین کا یہ خیال ہے، کہ اسلام نے محض غیر مسلم رعایا کی تحقیر و تذلیل کے لیے اور انکا اسلام قبول نہ کرنے کی سزا کے عوض ان سے یہ جزیۃ وصول کیا جاتا ہے، اور ابتداء میں مسلمانوں نے غیر مسلموں کی مالی حیثیت دیکھے بغیر ان پر جزیۃ عائد کرتے تھے، جو بالکل انصاف کے منافی ہے۔

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مستشرقین کا یہ اعتراض ان الفاظ میں بیان کیا ہے، کہ:

> "جزیۃ کا بنیادی مقصد یہ تھا، کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں تعصب کی بنیاد پر تفریق قائم کیا جائے۔ مستشرقین کے خیال میں یہ جزیۃ غیر مسلموں پر ایسی زبردستی تھی، جس سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے غیر مسلم نہ چاہتے ہوئے بھی اسلام قبول کرنے میں اپنی خیر سمجھتے تھے۔ مزید یہ کہ جزیۃ قائم اس لیے کیا گیا تھا، کہ غیر مسلموں کو زبردستی اسلام قبول کروایا جائے"۔ (266)

یوسف القرضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> "مستشرقین کے خیال میں جزیۃ اسلام قبول نہ کرنے کی سزا کے طور پر نافذ کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ صرف غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا ہے، مسلم شہریوں سے نہیں۔ جو ایک ہی ملک کے شہری ہونے کے ناطے غیر مسلموں سے مساوات کا رویہ نہیں ہے"۔ (267)

---

266 شبلی، محمد شبلی نعمانی، مقالات شبلی (مذہبی)، دار المصنفین، اعظم گڑھ، انڈیا، 1349ھ، ج:1، ص:227

267 القرضاوی، یوسف القرضاوی، غیر المسلمین فی المجتمع الاسلامی، مکتبۃ وھبۃ، القاہرۃ، 1993ء، ص: 61

دنیا کی تمام حکومتیں اس اصول پر عمل پیرا ہیں، کہ وہ اپنے شہریوں کی جان ومال، عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہے۔ اور اس کے لیے اس کے لیے ہر ممکن اقدامات کو اٹھاتی ہے۔، جس پر ان حکومتوں کے اخراجات ہوتے ہیں۔ لہذا تمام شہریوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کہ وہ اس سلسلے میں اپنی حکومت کا ساتھ دیں۔ غیر مسلموں پر جو جزیۃ عائد کیا جاتا ہے، اسکے پیچھے سزا کا کوئی تصور نہیں ہے، بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ اس جزیۃ کے عوض اسلامی ریاست غیر مسلموں کو امن و سلامتی سے زندگی گزارنے کا موقع دیتی ہے اور انھیں ہر قسم کے اندرونی وبیرونی مظالم سے محفوظ رکھتی ہے۔ اسلام میں جزیۃ ان غیر مسلموں پر لازم تھا، جو تین شرائط پر پورا اترتے تھے، اور ان تینوں شرائط میں کسی ایک پر بھی کوئی پورا نہ اترتا ہو، تو اس سے جزیۃ لینا جائز نہیں ہو گا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿"قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ"﴾۔ (268)

"لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر"۔

اس آیت کی تفسیر میں جزیۃ عائد کرنے کی تین شرائط بیان ہوئی ہیں:

- جنگ میں قوت کے ذریعے مغلوب ہونے والوں سے جزیۃ لیا جائے گا۔ جو مغلوب نہ ہو، جن میں بچے، بوڑھے، عورتیں وغیرہ شامل ہیں، ان پر جزیۃ نہیں ہے۔
- اسلامی ریاست کی اطاعت قبول کر کے معاہدہ کر لیں۔
- جزیۃ کے بدلے ذمی کو جان ومال کی حفاظت حاصل ہو گی۔ (269)

چونکہ غیر مسلم شہری ایک طرف تو اپنی کفر پر قائم رہتے ہیں، تو دوسری طرف اپنی جان ومال کی حفاظت پر بھی توقع رکھتے ہیں، لیکن اس بات کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے، کہ اسلامی ریاست کی حفاظت کے لیے مسلمانوں

---

268 التوبۃ: 9/29

269 سید قاسم محمود، اسلامی انسائکلوپیڈیا، الفیصل، لاہور، ج:1، ص:278

کے ساتھ جہاد میں حصہ لیں۔تو اس صورت میں ان کے سامنے سب سے آسان راستہ یہی ہے، کہ ان تمام حقوق کے عوض مالی ذمہ داری قبول کریں۔ کیونکہ ان حقوق کو یقینی بنانے کے لیے مسلمان شہری اپنی جان ومال کی قربانی دیتے ہیں۔ غیر مسلموں سے اس بات کی توقع نہیں رکھی جاسکتی، اور نہ اسلامی ریاست انھیں مجبور کرتی ہے۔[270]

علامہ السرخسی رحمۃ اللہ علیہ جزیۃ کی شرعی دلیل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ثم یاخذ المسلمون الجزیۃ منہ،خلفا عن النصرۃ التی فأتت باصرارہ علی الکفر لان من ھو من اھل دار الاسلام فعلیہ القیام بنصرۃ الدار و ابدانھم،لا یصلح لھذہ النصرۃ، لانھم یمیلون الی اھل الدار المعادیۃ، فیشوشون علینا اھل الحرب فیؤخذ منھم المال لیصرف الی الغزاۃ الذین یقومون بنصرۃ الدار "۔[271]

"مسلمان ان سے جزیۃ وصول کرینگے، اس مدد کے عوض جو اسکے کفر پر رہنے کی وجہ سے ان پر عائد ہوئی ہے، کیونکہ اسلامی ریاست میں رہنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ریاست کی مدد کریں، مگر ان کے کفار کے ذہن اور جسم ان قابل نہیں کہ وہ اسلامی ریاست کے کام آسکیں۔ کیونکہ ان کی ذہن و فکر اسلام مخالفت کی طرف مائل ہوگی اور انکے حمایت کے لیے تیار رہے نگے۔ لہٰذا ان اہل الذمۃ سے مال کا ایک متعین حصہ لیا جائے اور وہ ان مجاہدین پر خرچ کیا جائے، جو ملک و قوم کے ساتھ ساتھ ان غیر مسلموں کی جان ومال کی حفاظت پر مامور ہیں"۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ جزیۃ کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"والذی دل علیہ القرآن ان الجزیۃ تؤخذ من الرجال المقاتلین لانہ تعالیٰ قال:"قاتلوا الذین" الیٰ قولہ حتی یعطوا الجزیۃ،فیقتضی ذالک و جوبھا علیٰ من یقاتل۔۔وھذا اجماع من العلماء علیٰ ان الجزیۃ انما توضع علی جماجم الرجال الاحرار البالغین و ھم الذین یقاتلون دون النساء و الذریۃ و العبید و المجانین المغلوبین علی عقولھم و الشیخ

---

270 سید قاسم محمود، اسلامی انسائکلوپیڈیا، ج:1، ص:677

271 السرخسی، ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سھل، المبسوط فی الفقہ الحنفی، کتاب السیر، باب فی توظیف الخراج، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، 1409ھ، ج:10، ص:78

الفانی "۔[272]

"قرآن ان الفاظ پر دلالت کرتے ہے، کہ جزیۃ صرف ان لوگوں سے وصول کیا جائیگا، جو جنگ کرنے کے قابل ہیں، اس لیے علماء کا بھی اس بات پر اجماع ہے، کہ جزیۃ صرف ان مردوں پر ہوگا، جو آزاد، بالغ ہونگے، اور جو جنگ کرنے کے قابل ہیں۔ نہ کہ ان پر جو بوڑھے ہیں یا بچے، پاگل، وغیرہ"۔

نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار میں ذمی لوگوں سے کیے گئے تمام معاہدوں میں یہ بات صراحت کے ساتھ درج کی گئی تھی، کہ ان سے جزیہ ان کی حفاظت کے عوض وصول کیا جارہا ہے، اگر اسلامی حکومت ان کی جان ومال کی حفاظت نہ کر سکیں، تو وہ جزیہ لینے کے بھی حق دار نہیں۔ یہ بات واضح دلیل ہے کہ جزیہ ان کی حفاظت کا معاہدہ ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فانما کان الصلح جری بین المسلمین و اهل الذمة فی اداء الجزیة و فتحت المدن علی ان لا تهدم بیعهم ولا کنائسهم داخل المدینة ولا خارجها وعلی ان یحقنو الهم دمائهم وعلی ان یقاتلوا من ناواهم من عدوهم و یذبوا عنهم فادوا الجزیة الیهم علی هذا الشرط فافتحت الشام کلها والحیرة الا اقلها علی هذا فلذالک ترکت البیع و الکنائس ولم تهدم"۔[273]

"مسلمانوں اور اہل الذمۃ کے مابین صلح جزیۃ کی ادائیگی کی شرط پر ہوئی تھی۔ اور شہروں کے اندر اور باہر موجود انکے عبادت خانوں اور گرجاگروں کو منہدم نہیں کیا جائیگا۔ اور ان کے جان کی حفاظت کی جائیگی، اور انکے دشمنوں کا مقابلہ کیا جائیگا اور انکی حفاظت کی جائیگی۔ اور اس سب کے بدلے وہ مسلمانوں کو جزیہ ادا کرینگے۔ پس اسی شرط پر شام اور حیرۃ کے اکثر علاقوں کو فتح کیا گیا، اور انکے عبادت خانوں کو رہنے دیا گیا اور منہدم نہیں کیا گیا۔"

مذکورہ بالا تمام تفصیل سے اور اسکے علاوہ بے شمار باقی دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان غیر مسلم شہریوں سے جزیۃ ان کی دشمن سے حفاظت کے عوض لیا جاتا تھا، دوسرے الفاظ میں ان کو جو فوجی خدمات فراہم کی جارہی تھی یہ انکا معاوضہ تھا۔ اگر کسی موقع پر یہ غیر مسلم شہری مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہو جائیں تو اس صورت میں ان سے جزیۃ وصول نہیں کیا جائیگا۔ یوسف القرضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

272 قرطبی ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع الاحکام القرآن، المکتبہ العربیۃ، قاہرہ، ج:7، ص:112

273 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ص:138

"اسلامی لشکر میں خدمات سر انجام دینے والا ہر غیر مسلم سے جزیۃ کی شرط ساقط کی جائیگی۔یہی معاملہ انطاکیہ کے غیر مسلموں کے ساتھ کیا گیا۔ان لوگوں نے اس شرط پر کہ اگر ان سے جزیۃ نہ لیا جائے اور مال غنیمت سے کچھ صلہ مل جائیں، تو وہ مسلمانوں کے ساتھ ہر جنگ میں شانہ بشانہ شامل ہونگے"۔[274]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ورأى بعض اہل العلم ان یسہم لہم اذا شہد والقتال مع المسلمین ویروی عن الزہری ان النبی ﷺ اسہم لقوم من الیہود قاتلوا معہ"۔[275]

ترجمہ: "بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں حصہ لیں، تو انھیں مال غنیمت میں مقررہ حصہ دیا جائیگا۔امام زہری سے روایت نقل ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے ان یہودیوں کو مال غنیمت میں حصہ دیا تھا، جو آپ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شامل ہوئے تھے"۔

رہی بات یہ کہ جزیۃ کا مقصد غیر مسلموں کو جبرا مسلمان بنانا تھا، تو اسکے جواب میں اتنی بات کافی ہے، کہ اگر یہ بات ہوتی تو پھر اتنا کم مقدار میں ٹیکس نافذ نہیں کیا جاتا۔کیونکہ غیر مسلموں میں کاروباری اور سرمایہ داروں سے 48 درھم سالانہ، درمیانہ طبقہ سے 24 درھم سالانہ اور کمزور طبقہ سے 12 درھم سالانہ وصول کیا جاتا تھا[276]۔ اسکے علاوہ صرف جنگ میں حصہ لینے کے حامل افراد سے جزیۃ لیا جاتا تھا۔بوڑھے، بچے، عورتیں اس شرط سے مستثنیٰ تھے۔

تھامس آرنلڈ[277] لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں کے خیال میں عیسائیوں سے جزیۃ انکے اسلام کے قبول کرنے کے انکار کے سبب لیا جاتا تھا، لیکن یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ جزیۃ کی ادائیگی میں وہ لوگ بھی دیگر غیر مسلموں کی طرح تھے، جو فوجی خدمات سے قاصر تھے، اور انکی حفاظت کا ذمہ جزیۃ کے عوض مسلمانوں پر عائد تھا، چناچہ

---

274 القرضاوی، یوسف القرضاوی، غیر المسلمین فی المجتمع الاسلامی، ص:63

275 ترمذی، ابو عیسیٰ محمد ترمذی، جامع الترمذی، باب السیر، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ج:1، ص:417، حدیث نمبر:1558

276 ابو یوسف، قاضی ابی یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص:124-123

277 سر تھامس آرنلڈ (Sir Thomas Arnold) انگریز ماہر تعلیم و مستشرق تھے۔ کچھ عرصہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔1921ء میں سر کا خطاب ملا۔متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔جن میں پریچنگ آف اسلام کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔

حیرۃ کے باشندوں نے جزیۃ ادا کر کے اس بات کو واضح کر دیا، کہ مسلمان اور انکے حکام انھیں ہر ظلم سے نجات دلائیں گے، خواہ ظلم کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم"۔[278]

غیر مسلموں پر مخصوص لباس کی پابندی

بعض فقہاء نے غیر مسلم شہریوں پر چند مخصوص پابندیوں کا ذکر کیا ہے، مثلا "غیر مسلم اپنے طور طریقوں، ساخت و بناوٹ، لباس، وغیرہ میں مسلمانوں سے مشابہت اختیار نہ کریں۔ اور خود کو مسلمانوں سے الگ ظاہر کریں، لمبی ٹوپیاں پہنیں، زنار باندھیں، گھوڑوں پر زین نہ ڈالیں، اپنے گھروں پر ایسی علامات کو ظاہر کریں جس سے پتہ چلیں، کہ یہ غیر مسلم کا گھر ہے۔ اسکے علاوہ انکے گردنوں پر مہر لگائی جائے گی، اپنے جوتوں میں اون سے بنے تسمیں ڈالیں، مسلمانوں کے شانہ بشانہ نہ چلیں، انکی عورتیں بھی خود کو مسلمان عورتوں سے علیحدہ رکھیں، اور جو چیز انکے زیر استعمال ہوں وہ استعمال نہ کریں، اپنی عمارتوں کو مسلمانوں کی عمارتوں سے اونچانہ کریں وغیرہ وغیرہ ۔[279]

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مسلموں کی ظاہری بناوٹ و لباس کی مذکورہ بالا پابندیوں میں سے چند کو حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے، کہ یہ پابندیاں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لگی ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"هكذا كان عمر بن الخطاب رضى الله عنه امر عماله ان ياخذوا اهل الذمة بهذا الزى وقال حتیٰ يعرف زيهم من زى المسلمين"۔[280]

"اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل کاروں کو حکم دیا کہ غیر مسلموں پر ان کے ظاہری بناوٹ اور لباس میں ان پابندیوں کو نافذ کریں، تاکہ ان میں اور مسلمانوں میں فرق کی جا سکیں"۔

ابو عبید بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں خلیفہ بن قیس سے مروی اس روایت کو درج کیا ہے:

---

278 تھامس آرنلڈ، دعوت اسلام، مترجم: عنایت اللہ دہلوی، مسعود پبلشنگ ہاؤس، کراچی، 1964ء، ص:72

279 الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، الاحکام السلطانیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ص:239

280 ابو یوسف، قاضی ابی یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، فصل: لباس اہل الذمۃ وزیھم، ص:127

"حضرت عمرؓ نے یرفا کو حکم دیا، کہ اے یرفا! تمام غیر مسلم شہریوں سے متعلق یہ حکم نامہ جاری کر دو، کہ وہ اپنے پیشانیوں کے بال کاٹ دیں، اور اپنی کمر پر زنار باندھیں، اور مسلمانوں کی طرح لباس نہ پہنیں، تاکہ وہ پہچانے جاسکیں۔(لیعرف زیھم من زی اہل الاسلام)"۔[281]

مذکورہ بالا پابندیوں کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کرنے میں تشویش پائی جاتی ہے، خود ایک مستشرق A.S TRITTON[282] کہتے ہیں، کہ ان پابندیوں کا ذکر جو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کی جاتی ہے، انکا ذکر مشہور مؤرخین طبری اور بلاذری نے ان معاہدوں کا ذکر کرتے ہوئے نہیں کیا۔ لکھتے ہیں:

> "The treaties given by tabri and baladhuri do not mention dress if,as is argued by ceatni in the case of jerusalem,these treaties are later fabrications,the absence of any mention of dress makes one suspect even more strongly,that umer did not issue these commands."[283]

طبری اور بلازری کی ذکر کردہ معاہدوں میں لباس کا ذکر نہیں ہے، جیسا کہ یروشلم کے معاہدے میں کاتانی کی طرف سے جو دلیل دی گئی ہے، وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے، کہ یہ پابندیاں من گھڑت ہے۔ ان معاہدوں میں لباس کا کسی قسم کا ذکر نہ پایا جانا اس بات کی دلیل ہے، کہ یہ ہدایات حضرت عمرؓ نے نہیں دی تھی۔

حضرت عمرؓ سے شام کے عیسائیوں نے جو معاہدہ کیا تھا، اس معاہدے میں مذکور تمام پابندیاں خود عیسائیوں نے اپنے اوپر لگائی تھی۔ اور امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے انھیں قبول کیا تھا۔[284]

اگر اس بات کو مان بھی لیا جائے، کہ بعض فقہاء نے جو پابندیاں حضرت عمرؓ کی منسوب کی ہیں، وہ درست ہیں، تو پھر بھی اسکا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے، کہ یہ پابندیاں ان کی تذلیل اور توہین کے لیے لگائی گئی تھی، بلکہ اس سے مقصود مسلمانوں اور انکے مابین فرق کرنا تھا۔ قرآن و حدیث میں کوئی نص ایسی نہیں ہے جس میں ان کی تذلیل کا حکم ہو، نہ تاریخ

---

281 ابو عبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ترجمہ: عبد الرحمان طاہر، ادارہ تحقیقات الاسلامی، اسلام آباد، پاکستان، ص:138

282 آرتھر اسٹینلے ٹریٹن ایک برطانوی عرب تھا۔ انہوں نے اسلام اور اس کی تاریخ پر متعدد کتابیں لکھیں اور 1938 سے 1946 تک سکول آف اورینٹل اینڈ افریقی سٹڈیز میں عربی کے پروفیسر رہے

283 The caliphs and their non muslim subjects (chapter 8- dress) p:115

284 ابن قدامہ، موفق الدین، المغنی علی مختصر الخرقی، بیروت، 1392ء، دار الکتاب العربی، ج:8، ص:532

اسلام کے مطالعے سے کوئی ایسی بات ظاہر ہوتی ہے جس میں یہ بات درج ہو، کہ خلفاء نے غیر مسلموں کے ساتھ ان پابندیوں کے بارے میں کسی قسم کی زبردستی کی ہو۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں غیر مسلموں پر لباس اور ہیئت کے حوالے سے کوئی پابندی نہیں تھی، اس حکم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس حکم کا پس منظر یہ ہے کہ امیر کوفہ خالد بن عرفطہ کے پاس ایک نصرانی عورت جو مسلمان ہوئی تھی آئی۔ اس نے کہا کہ اسکا شوہر اسکے مسلمان ہونے کی وجہ سے اس پر تشدد کر رہا ہے، اور اس پر اس نے گواہی بھی پیش کی۔ جس پر امیر خالد نے اسکے شوہر کو بلا کر اسے پیٹا اور اسکے سر کے بال بھی منڈوا دیئے سزا کے طور پر اور دونوں میاں بیوی میں علیحدگی بھی کر دی۔ نصرانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بات کی شکایت کی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے خالد سے بازپرس کی اور اصل صورتحال کو جاننے کے بعد فرمایا: "الحکم ما حکمت بہ" اس جرم کا فیصلہ وہی ہے جو تم نے کیا ہے۔ اسکے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے تمام حکام کو یہ حکم نامہ جاری کیا، کہ غیر مسلم آئندہ اپنے پیشانیوں کے بال کاٹ کر رکھیں، اور مسلمانوں جیسا لباس نہ پہنیں، تاکہ لوگ تفریق کر سکیں انکے اور مسلمانوں کے مابین"۔[285]

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان پابندیوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ:

"حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ایسے گھڑ سواروں سے ہوا، جو بڑے معزز لگ رہے تھے، انکے مسلمان ہونے کے گمان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں سلام کیا۔ اس پر آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے آپ سے پوچھا، کہ کیا آپ کو معلوم ہے، کہ یہ کون لوگ ہیں؟۔ آپ نے دریافت کیا کہ کون لوگ ہیں؟۔ اس پر اپکو بتایا گیا، کہ یہ بنو تغلب کے عیسائی ہیں۔ آپ نے واپس آکر یہ اعلان کیا، کہ آئندہ ہر نصرانی اپنی پیشانی کے بالوں کو باندھ کر رکھیں اور گھوڑوں کے بجائے گدھوں پر سواری کریں۔ یہ انکا اجماع تھا۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ سلام شعائر اسلام میں سے ہے اور مسلمان اس بات کا پابند ہے کہ باہم ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کریں۔ اور یہ تب ممکن ہوتا، جب ان کو اس بات کی پہچان ہو کہ مسلمان کون ہے اور غیر مسلم کون"۔[286]

---

285 ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر، احکام اہل الذمۃ، دار الحدیث، القاہرۃ، مصر، ج:1، ص:183

286 الکاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الحدیث، القاہرہ، ج:7، ص:113

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان پابندیوں کی یہ حکمت بتائی ہے:

"جب غیر مسلم اور مسلمان ایک ہی جگہ پر آباد ہوں، توانکے درمیان تفریق لازمی ہے، کہ غیر مسلم کے ساتھ وہ معاملہ نہ کیا جائے، جو خاص مسلمانوں کے لیے ہو، اور شریعت میں بھی اسکی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کہیں کوئی آدمی کسی حادثے میں اچانک مر جائے، تو پہچان نہ ہونے کی وجہ سے اس کی نماز جنازہ پرھادی جائے، جو مسلمانوں کے لیے خاص ہے"۔[287]

برہان الدین المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ ان پابندیوں کی وجہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"اگر غیر مسلموں اور مسلموں میں کوئی تفریق نہیں رکھی جائے گی، تو کہیں ان کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ نہ کیا جائے، اور اس بات کی شریعت میں اجازت نہیں ہے"۔[288]

A.S TRITTON جو مشہور مستشرق ہے، وہ خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں، کہ غیر مسلموں پر لباس وغیرہ کی پابندیاں ان کی پہچان کے لیے لگائی گئی تھی، وہ لکھتے ہیں:

"The object of the rules about dress was to distinguish of christians from the Arab; This is definitly stated by both Abu yusuf and ibn abdul hakeem, Two of the earliest writers whose works have come down to us. At the time of conquest there was no need to command the christians to dress differently from the Arabs, they did so. It was only later, as the arabs grows civilized, that there was any temptations for their subjects to imitate their costume".[289]

"لباس کے بارے میں قوانین کا مقصد عیسائیوں اور عرب میں تفریق کرنا تھا۔ یہ واضح طور پر ابو یوسف اور ابن عبد الحکیم دونوں نے بیان کیا ہے، جو ابتدائی دو مصنفین ہیں جن کے کام ہمارے سامنے آئے ہیں۔ فتح کے وقت عیسائیوں کو عربوں سے مختلف لباس پہننے کا حکم دینے کی ضرورت نہیں

---

287 ابن عابدین، محمد امین، حاشیہ ابن عابدین، رد المختار علی الدر المختار، شرح تنویر الابصار، بیروت، 1386ھ، ط:2، ج:4، ص:206

288 المرغینانی، برھان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، الھدایۃ مع الدرایۃ، کتاب السیر، مکتبہ رشیدیۃ، دہلی، ج:2، ص:582

289 The caliphs and their non muslim subjects (chapter 8- dress) p:115

تھی، اس لیے انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس لباس میں تفریق کی ضرورت بعد میں آئی۔ جیسے جیسے عرب مہذب ہوتے گئے، تو ان کے رعایا کے لیے ان کے لباس کی نقل اتارنا ممکن تھا"۔

مختصر یہ کہ ان تمام پابندیوں میں تشدد اور تذلیل اور تحقیر کا کوئی پہلو نہیں ہے، بلکہ یہ صرف آپس میں تفریق کی نیت سے ہے، اور یہ ایک معاشرتی وسیلہ بھی ہے، جیسا کہ دور حاضر میں کسی خاص پیشے سے تعلق رکھنے والے ایک مخصوص لباس پہنتے ہیں، جسکا مقصد ایک ادارے کا دوسرے سے تفریق کرنا ہوتا ہے۔ لہذا غیر مسلموں پر اگر لباس سے متعلق کوئی پابندی تھی بھی تو وہ انتظامی امور کی وجہ سے تھی نہ کہ شریعت نے ایسا کوئی حکم دیا تھا۔ کیونکہ اگر ایسی پابندیاں نہ لگائی جاتی، تو عین ممکن ہے، کہ انتظامی معاملات میں پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی، جیسے اگر مسلمانوں پر کسی کام کی ممانعت ہے، جیسے شراب پینا، رکھنا وغیرہ، تو اب اگر کوئی آپس میں تفریق نہ ہو تو مسلمان کا مؤاخذہ سے بچاؤ ممکن ہے۔ اسی طرح غیر مسلم بھی خود کو مؤاخذے سے بچا سکتا ہے اگر وہ ان امور کا مرتکب ہو، جن کے کرنے کی اجازت نہیں۔ اس زمانہ میں آپس میں فرق کرنے کا کوئی اور ذریعہ بھی نہیں تھا، جیسے آجکل کے دور میں شناختی کارڈ وغیرہ ہے، جس میں تمام تفصیلات درج ہوتی ہے۔ اس لیے ایسے احکامات کی ضرورت پڑی۔

عقائد کی تبلیغ اور مذہبی اجتماع پر پابندی

اسلامی حکومت سے متعلق پیدا کی گئی غلط فہمیوں میں ایک غلط فہمی یہ ہے، کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اپنے مذہبی عقائد کی تبلیغ و اجتماع اور اظہار رائے کی آزادی حاصل نہیں ہے۔

اس الزام میں حقیقت نہیں ہے، کیونکہ اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام غیر مسلم شہریوں کو یہ حق حاصل ہے، کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں، ان پر کوئی زبردستی نہیں ہوگی۔ تو پھر اسلام انکے مذہب سے متعلق انکے آراء اور انکو اپنے دین کی تبلیغ و اجتماع سے کیسے روک سکتا ہے۔ قرآن و حدیث سے ایسی کوئی نص ثابت نہیں ہے، جس میں غیر مسلموں پر یہ پابندی لگائی گئی ہو، کہ وہ اپنے رائے کا اظہار نہیں کر سکتے اور نہ اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں۔ لیکن دین اسلام ایک عالمگیر دین ہے، جو اخلاق اور اخلاقی ضابطوں کا پابند ہے، اس سلسلے میں دین اسلام تمام مسلم اور غیر مسلم شہریوں پر کچھ اخلاقی پابندیاں لگاتا ہے، اور ان کے پیچھے مقصد آپس کے جذبات و احساسات، جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ ہے۔ اسلام اس بات کی ہر گز اجازت نہیں دیتا، چاہے وہ مسلم ہو، یا غیر مسلم، کہ وہ اپنے تحریر و تقریر سے ایک دوسرے کے جذبات کو نقصان پہنچائے۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا، کہ اپنے

عقیدے کی اشاعت کے لیے دوسرے مذاہب اور انکے مقدس ہستیوں کو برا بھلا کہیں۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو بھی منع کیا ہے، کہ غیر مسلموں کے خداؤں کو برا بھلا نہ کہا کرو۔ قرآن مجید کا حکم ہے:

﴿"وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍؕ-كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ۪-ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ"﴾۔[290]

"اور اُنہیں برا بھلا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ زیادتی کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے یونہی ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل کو آراستہ کر دیا پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو وہ کرتے تھے"۔

یہی ضابطہ اسلام نے غیر مسلموں کے لیے بھی رکھا ہے، جن امور کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے، ان کے بارے میں آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ اظہار رائے کی آزادی میں اس بات کو مدنظر رکھنا لازمی ہوگا، کہ اسلامی شعائر، مقدسات وغیرہ پر کسی قسم کی لعن طعن سے گریز کرینگے۔ کیونکہ اسلامی ریاست کا حصہ بنتے وقت انکا یہ معاہدہ تھا۔ اور معاہدہ کے بارے میں قرآن کا آصول یہ ہے:

﴿"وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىٕمَّةَ الْكُفْرِۙ-اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ"﴾۔[291]

"اور اگر معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو، بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ان سے لڑو تاکہ یہ باز آئیں"۔

اپنے دین کی تبلیغ کرنا، اور دوسرے دین کی توہین کرنا الگ الگ چیز ہیں، فقہاء کے نزدیک جب غیر مسلم دین اسلام کی توہین کرنے پر اتر آئیں، تو اسلامی ریاست کے ساتھ اسکا معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے، اور شریعت میں اسکی سزا قتل ہوگی۔[292]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مسلموں کا اسلامی ریاست کا حصہ بننے کے لیے جن شرائط کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک شرط یہ ہے:

---

290 الانعام:108/6

291 التوبۃ:12/09

292 بیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الجزیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ج:14، ص:42-39

"غیر مسلموں کو اس بات کی قطعا اجازت نہیں ہے، کہ وہ حضرت محمد ﷺ، قرآن مجید، اور دین اسلام کے بارے میں کوئی گستاخانہ رویہ اختیار کریں، اگر کسی غیر مسلم نے ایسا کیا، تو اس سے اسلامی ریاست کا جو امن کا معاہدہ تھا، وہ ختم ہو جائیگا، اور امیر المؤمنین پر اس کا خون اور مال حلال ہو جائیگا"۔[293]

مولانا امین احسن اصلاحی ان کے آزادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"غیر مسلموں کو اسلام نے مسلمانوں سے بھی زیادہ آزادی دی ہے، کیونکہ غیر مسلم اسلامی حکومت میں رہتے ہوئے کسی بھی دین، نظریہ و خیال کو اختیار کرنے میں بالکل آزاد ہے، مگر مسلمانوں کو اس بات کی بالکل بھی اجازت نہیں ہے، کہ وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین یا نظریہ و خیال کو اختیار کریں"۔[294]

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ غیر مسلموں کی تبلیغ کی آزادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قانون کی حدود میں مسلم و غیر مسلم کو مذہبی بحث و مباحثہ کی یکساں ازادی حاصل ہے۔ غیر مسلم آزادی سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کر سکتا ہے، اور ایک غیر مسلم کو اپنے مذہب کی تبدیلی کی بھی اجازت ہے، اور حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا، لیکن کوئی بھی مسلمان اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اپنے دین کو تبدیل نہیں کر سکتا، اگر ایسا کریگا تو اس کا مؤاخذہ اسی پر ہو گا، نہ کہ اس پر جس سے متاثر ہو کر وہ مرتد ہوا ہے"۔[295]

---

293 المزنی، اسماعیل بن یحیٰ المصری، مختصر المزنی فی فروع الشافعیۃ، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1983ء، ج:4، ص:209

294 اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست، دار التذکیر، لاہور، 2006ء، ص:215-214

295 مودودی، سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست، اسلامک پبلی کیشنز، ص:600

"اسلامی قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے غیر مسلموں کو مذہبی، سیاسی، سماجی وغیرہ پر شرعا کوئی پابندی جائز نہیں ہے، وہ اپنے کمیونٹی کے اندر اپنے مذہب کی تعلیم و تدریس کے معاملے میں بالکل آزاد ہیں۔ انکو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے الگ مدارس بنانے کی اجازت ہے۔"[296]

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھائیں، اور مفت تعلیم کی آڑ میں مسلمان بچوں کے ذہنوں میں دین اسلام کے بارے میں تشویش پیدا کر کے انکو اسلام سے بدظن کرنے کی کوشش کریں۔ مذہب کی آڑ میں اسلامی شعائر اور مقدسات کی توہین کی اجازت کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔

ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ویؤدب الذمی و یعاقب علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی ﷺ"۔[297]

"اگر کوئی بھی اہل الذمۃ میں دین اسلام، قرآن اور نبی ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی کریگا، تو اس کا معاقبۃ ہوگا"۔

مختصر یہ کہ اسلامی قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے تمام غیر مسلم آزادی کے ساتھ اپنے دین پر عمل کر سکتے ہیں، اپنی کمیونٹی میں اپنے دین کی تبلیغ بھی کر سکتے ہیں، اپنے بچوں کے لیے علیحدہ مدارس بنوا سکتے ہیں، آزادی سے اپنے رائے کا اظہار کر سکتے ہیں، ان پر جو پابندی ہے، وہ صرف یہ ہے کہ، اپنی اس آزادی کو ناجائز استعمال میں نہیں لا سکتے۔ اس آزادی کی آڑ میں دین اسلام کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں ہے۔ اور یہ پابندی اسلام نے مسلم اور غیر مسلم دونوں پر رکھی ہے، تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ عزت و احترام والا رشتہ قائم رہے۔ آزادی رائے میں اس بات کو نہیں بولنا چاہئیے، کہ ہر ملک و قوم اپنے نظریئے، دستور، قومی شخصیات وغیرہ کی حرمت و احترام کا سختی سے اہتمام کرتا ہے، اور کسی کو توہین کا حق نہیں دیتا اور توہین کرنے والے کو مجرم سمجھتا ہے، اسی طرح اسلام کا بھی ایک دستور ہے اور دیگر مذاہب کی طرح اسلامی شعائر اور مقدس شخصیات کی بے حرمتی ایک سنگین جرم ہے، اور آزادی رائے کو بنیاد بنا کر ان کی بے حرمتی کا جواز ڈھونڈنا انصاف کے منافی ہے۔

تحفظ جان کے حق پر اعتراض

---

296 زیدان، عبدالکریم، احکام الذمیین والمستامنین، مکتبۃ القدس، مؤسسۃ الرسالۃ، ص:68

297 ابن عابدین، محمد امین ابن عابدین شامی، درالمختار مع حاشیۃ ردالمختار، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ج:4، ص:214

مستشرقین کا غیر مسلموں کو حاصل حقوق پر ایک یہ اعتراض ہے، کہ ایک طرف تو اسلام غیر مسلموں کی جان کی حفاظت کا دعویٰ کرتا ہے، تو دوسری طرف اپنے ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کو جان سے مارنے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ اس بات کی دلیل میں وہ کعب بن اشرف[298] اور ابورافع[299] کے قتل کو جواز بنا کر پیش کرتے ہیں۔ مستشرقین ان کے قتل کو بنیاد بنا کر یہ کہتے ہیں، کہ محمد ﷺ کے وقت میں مخالفین کو ایسے خفیہ طریقوں سے قتل کر دینا ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ ولیم میور لکھتے ہیں:

"Muhammad accorded a general permission to his followers to slay them (jews) whereever met".[300]

"محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو اس بات کی کھلی اجازت دی تھی، کہ یہودی جہاں بھی ملیں، ان کو قتل کر دیں"۔

منٹگمری واٹ نے کعب بن اشرف کے قتل کو سیاسی قتل قرار دیا، اور کعب بن اشرف کو مظلوم قرار دیا[301]۔

اسی طرح حدیث و سیرت کی کتابوں میں یہودی سردار ابورافع کے قتل کا واقعہ بھی درج ہے[302]۔

حضرت محمد ﷺ کا ان یہودی سرداروں کے قتل کا حکم پر اعتراض کی بنیادی وجہ یہ ہے، کہ حدیث و سیرت کی کتابوں میں ان کے قتل کے احکامات کا ذکر موجود ہیں، لیکن ان قتل کی وجوہات کا ذکر نہیں ہے۔ اگر یہ وجوہات سامنے ہوتی، تو اس اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی۔ جب کعب بن اشرف کو قتل کیا گیا، تو اگلی صبح یہودی اس قتل کی شکایت لے کر بارگاہ نبی کریم ﷺ میں آئیں، تو جن نبی کریم ﷺ نے انکو کعب بن اشرف کی کارستانیاں بیان کیں، تو سب یہودی خاموش ہو گئے، اور مزید بات نہ کرنے میں اپنی عافیت سمجھی۔ حافظ ابن حجر نے اس واقعہ کا ذکر یوں کیا ہے:

---

298 کعب بن اشرف ایک دولت مند یہودی تھا، ہودی علما اور یہود کے مذہبی پیشواؤں کو اپنے خزانہ سے تنخواہ دیتا تھا۔ دولت کے ساتھ شاعری میں بھی بہت باکمال تھا جس کی وجہ سے نہ صرف یہودیوں بلکہ تمام قبائل عرب پر اس کا ایک خاص اثر تھا۔ اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی https://ur.wikipedia.org/wiki/کعب_بن_اشرف

299 ابورافع یہودی کا نام عبد اللہ بن ابی الحقیق یا سلام بن الحقیق تھا۔ یہ بہت ہی دولت مند تاجر تھا لیکن اسلام کا زبردست دشمن اور بارگاہ نبوت کی شان میں نہایت ہی بدترین گستاخ اور بے ادب تھا۔ https://ur.wikipedia.org/wiki

300 Life of Mohamet,johan grant, Edinburgh,1923,p:249

301 Mohammad prophet and statesman,oxford university press,1961,p:128

302 واقدی، ابی عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی، کتاب المغازی، دار الکتب العلمیۃ، ج:1، ص:393-391

"فاصبحت یہود مذعورین فاتوا النبی ﷺ فقالوا،قتل سیدنا غیلۃ، فذکرھم النبی ﷺ صنیعہ و ما کان یحرض علیہ،و یؤذی المسلمین-زاد ابن سعد فخافوا ولم ینطقوا"۔[303]

"یہودی گھبراتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آئیں، کہ ہمارے سردار کو دھوکے سے قتل کیا گیاہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ کیاتم لوگوں کو نہیں معلوم کہ اس کے کیا کرتوت تھے،اور کس طرح آپ ﷺ کے خلاف سازشیں کرتا،اور دشمنوں کو بھڑکاتا،اور مسلمانوں کو اذیت دینے کا موقع ڈھونڈتا تھا۔ابن سعد نے اس بات کا اضافہ کیا، کہ یہ سن کر وہ گھبرا گئے اور خاموشی اختیار کیں"۔

نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد انصار،مہاجرین،اور مدینہ میں بسنے والے یہودی قبائل کے ساتھ ایک معاہدہ فرمایا،جو ایک سیاسی اور دفاعی معاہدہ تھا۔جسے تاریخ کی کتابوں میں میثاق مدینہ کے نام سے ذکر کیا جاتاہے،اس معاہدے کی پابندی سب پر لازم تھی۔ مگر یہودی سردار کعب بن اشرف نے اصول کو توڑ کر اس معاہدے کی خلاف ورزی کی۔اور ایسی حرکات پر اتر آیا،جو کھلم کھلا ریاست کے قانون کی خلاف ورزی تھی۔اس نے قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ مسلمانوں کے غیرت کو بھی للکارا۔لہٰذا معاہدے کی خلاف ورزی کرکے نہ وہ معاہد رہااور نہ وہ ان غیر مسلموں میں اسکا شمار باقی رہا،جن کی جان ومال کی حفاظت کا ذمہ مسلمانوں پر تھا۔معاہدے کی خلاف ورزی کرنے پر وہ حربی ہو گیا۔اور اگر کوئی معاہد بھی آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوگا،تو اسکا قتل جائز ہوجاتاہے[304]۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت منقول ہے:

"بدر کی لڑائی میں شکست کے بعد کعب بن اشرف قریش مکہ کے بعد گیا،اور کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر ان سے اس بات کا حلف لیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں۔مزید ابوالاسود نے حضرت عروہ سے نقل کیاہے، کہ: کعب نبی کریم ﷺ کی شان میں بدگوئی کرتا تھا،اور قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکاتا تھا۔اسکے علاوہ جب وہ قریش مکہ کے پاس گیا،تو ان سے پوچھا: کہ ہمارے دین اور دین محمدی میں حق دین کونساہے؟،جواب ملا: تمھارا دین۔اس کی ان باغیانہ حرکات کی

303 ابن حجر،الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی،فتح الباری شرح البخاری،دار الکتب العلمیۃ،ج:7،ص:431

304 ایضا

وجہ سے اور کھلم کھلا عداوت کی وجہ سے آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کہ کون کعب کا کام تمام کریگا"۔[305]

محمد حسین ہیکل[306] لکھتے ہیں:

"کہ کعب بن اشرف نے مکہ سے واپس آکر مسلمان خواتین کے بارے میں سرعام ان کے حسن و جمال کا تذکرہ کرنا شروع کیا۔ مسلمانوں کی غیرت کو للکارنے پر انھوں نے باہم مشورہ کیا، اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے پر اتفاق کیا"۔[307]

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سبب اور بھی بیان کیا ہے:

"ایک مرتبہ کعب بن اشرف نے ایک یہودی جماعت کے ساتھ مل کر منصوبہ بندی کی، کہ آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت پر بلا کر انہیں قتل کر دینا ہے۔ پھر منصوبہ کے مطابق آپ ﷺ کو دعوت دی گئی۔ آپ ﷺ چند صحابہ کے ہمراہ تشریف لائیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے آپ ﷺ کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیا۔ آپ ﷺ بخیر وعافیت وہاں سے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر نہ پاکر وہ منتشر ہو گئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے کعب بن اشرف کے قتل کے لیے صحابہ سے دریافت کیا کہ کون تیار ہے"۔[308]

مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کعب بن اشرف کے قتل کے اسباب لکھیں ہیں:

- نبی کریم ﷺ کی شان میں مسلسل گستاخی کرنا
- نبی کریم ﷺ کے ہجو میں اشعار کہنا
- اشعار میں مسلمان عورتوں کا ذکر کرنا
- غداری اور معاہدہ کو توڑنا

---

305 ابن حجر، الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، ج:7، ص:431

306 مصر کے ایک مسلمان شاعر، ادیب اور سیاست دان تھے، فرانس میں سوربون یونیورسٹی سے قانون میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، 10 سال تک ایک وکیل کے طور پر کام کیا، صحافت میں بھی رہے۔ ہیکل کی الاول 1376ھ بمطابق 8 دسمبر 1956ء میں ہوئی جب انکی عمر 68 سال تھی۔ وفات سوموار 5 جمادی

307 ہیکل، محمد حسین، حیاۃ محمد، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1965ء، ص:279

308 ابن حجر، الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، ج:7، ص:428

- لوگوں کو آپ ﷺ کے خلاف ابھارنا اور جنگ پر اکسانا
- دعوت کے بہانے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کرنا
- دین اسلام پر مسلسل طعن کرنا۔[309]

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں غداری کی جو تعریفیں بیان ہوئی ہے، ان میں لکھا ہے:

"نویں صدی کے قانون کی روسے بادشاہ کی جان کے خلاف سازش کرنے والا غدار ہے، اور اسکی سزا موت ہے۔ اسی طرح امریکی قانون کی روسے ریاست کے خلاف جنگ، دشمنوں سے وفاداری وغیرہ غداری ہے۔"[310]

مختصر یہ کہ کعب بن اشرف کے قتل کا حکم نبی کریم ﷺ نے دیا تھا، اور اسکی وجہ کعب بن اشرف کی بغاوت اور اسکا اسلام مخالف سرگرمیاں تھی، نہ کہ مذہبی تعصب، اگر کوئی مسلمان بھی اس قسم کی سرگرمی میں ملوث ہوتا، تو اسکو بھی یہی سزا ملتی۔ لہذا کعب کے قتل کو دھوکہ کے قتل کا نام دینا درست نہیں ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ولا يحل لاحد ان يقول ان قتله كان غدرا وقد قال ذالك انسان فى مجلس على بن ابى طالب رضى الله عنه۔فامر به على رضى الله عنه فضرب عنقه و انما يكون الغدر بعد امان موجود وكان كعب قد نقض عهد النبى ﷺ"۔[311]

ترجمہ: "کسی آدمی کے لیے کعب کا قتل دھوکہ کا قتل قرار دینا جائز نہیں ہے۔ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسا کہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسکے گردن اڑانے کا حکم دیا۔ اسلیے کہ یہ دھوکہ کا قتل تب ہوتا جب امن کا معاہدہ موجود ہوتا، جبکہ کعب نے تو غداری کرکے وہ معاہدہ توڑ دیا تھا"۔

یہودی سردار ابو رافع بھی مسلمانوں کے خلاف ہر وقت سازش میں لگے رہتے تھے، اسکے ارادے انتہائی خطرناک تھے، اسکی سرگرمیوں سے اسلامی ریاست کو خطرہ لاحق تھا۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

309 کاندھلوی، مولانا ادریس، سیرۃ المصطفیٰ، الطاف اینڈ سنز، کراچی، ج:1، ص:652

310 Encyclopaedia Britanica; Article, Treason, Vol: 11,P:197

311 نووی، ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی، صحیح مسلم مع شرح، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، 1962ء، ج:2، ص:110، حدیث نمبر:4664

"انہ کان ممن اعان غطفان و غیرھم من مشرکین العرب بالمال الکثیر، علی الرسول ﷺ"۔[312]

"یہ ان لوگوں میں شامل تھا، جنہوں نے غطفان اور دیگر مشرکین عرب کی مدد کی تھی، کثیر مال کے ذریعے، آپ ﷺ کے خلاف"۔

ابورافع نے غزوہ احزاب میں جنگی قبائل سے کافی معاونت کی، اور بعض روایات کے مطابق غزوہ احزاب کے اسباب میں سب سے بڑا سبب یہ شخص تھا۔ پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ابورافع کے فسادات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابورافع وہ شخص تھا جس کی کوششوں کی وجہ سے قریش اور دیگر قبائل نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا، اور کئی روز تک محاصرہ کیا تھا۔ یہ لشکر مسلمانوں کے خاتمے کے لیے حمہ آور ہوا تھا۔ لیکن اس جنگ میں شکست کے بعد بھی ابورافع اپنی کارستانیوں سے باز نہ آیا اور مسلسل قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا تا رہا۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کا عزم کر رکھا تھا۔ اسلام میں بھی ایسے شخص کے خلاف جنگ کا حکم ہے۔ لہذا نبی کریم ﷺ نے اس کی پوری قوم پر حملہ کرنے کے بجائے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیج کر اسے قتل کروادیا، تاکہ زیادہ خون خرابہ نہ ہو۔ ابورافع کا قتل اسکے اپنے جرائم کی سزا تھی"۔[313]

سیرت، تاریخ اور احادیث کے کتب کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ ابورافع ان امور میں مبتلا تھا:

- نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانا
- مسلمانوں کے خلاف جنگی قبائل اور قریش کی مالی مدد کرنا
- غزوہ احزاب کے اسباب میں سب سے اہم سبب اور کردار اسکا تھا

ان تمام وجوہات کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے بجائے اس کے کہ عام حملہ کرکے پورے قبیلے سے لڑتے، اور زیادہ خون خرابہ ہوتا، تو اسکے بدلے آپ ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیج کر اسے قتل کروا کر فتنہ کی جڑ کاٹ دی۔

حق سکونت پر اعتراض

---

312 ابن حجر، الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، ج:7، ص:432

313 پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القران، ضیاء پبلی کیشنز، لاہور، 1418ھ، ج:7، ص:609

مستشرقین یہ اعتراض کرتے ہیں، کہ ایک طرف تو اسلام غیر مسلموں کو حق سکونت دینے کا دعویٰ کرتے ہیں، تو دوسری طرف آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے یہودی قبائل کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کر دیا تھا۔ حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات ثابت ہو جاتی ہے، کہ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر یہودیوں نے انفرادی اور اجتماعی ہر لحاظ سے ریاست مدینہ کے قانون کی خلاف ورزی کی، اور اس قانون شکنی اور بغاوت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے انکے خلاف کاروائی کرتے ہوئے سزا کئی طور پر ان کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کر دیا۔ مستشرقین کے مطابق یہودی معصوم اور امن پسند شہری تھے، ان کے خلاف اس قسم کی کاروائی سراسر ظلم ہے۔ وہ یہ تاثر دینے کو کوشش کر رہے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نے نعوذ باللہ مکر کی وجہ سے ان قبائل کو جلا وطن کیا، جب تک نبی کریم ﷺ طاقت میں نہیں تھے، تو تب تک ان سے معاہدہ کر لیا، اور جب آپ ﷺ طاقت میں آ گئے، تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ کیا ہوا معاہدا توڑ ڈالا، اور انھیں جلا وطن کر دیا۔[314] مشہور مستشرق ولہاوزن نے انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ "محمد نزم" میں طعن آمیز طریقے سے یہودی قبیلہ بنو قینقاع کے مدینہ سے جلاوطنی کو ان کی مظلومیت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "بدر کی لڑائی کے بعد محمد ﷺ کا اقتدار اور بھی مضبوط ہو گیا تھا۔ اب یہ بات ممکن نہیں تھی، کہ کوئی کھل کر انکی مخالفت کر سکیں۔ جو لوگ اور خاندان ان کے پیروکار نہیں تھے، ان میں کچھ انکے ڈر کی وجہ سے اسلام میں داخل ہو گئے۔ یعنی نبی کریم ﷺ اس قدر طاقت میں تھے، کہ اب یہودیوں کے زور کو ختم کر سکیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے کمزور یہود قبیلہ بنو قینقاع کی طرف اپنی توجہ کی، اور انھیں اسلام لانے کے لئے مجبور کیا۔ انکے انکار کی وجہ سے آپ ﷺ نے انکے خلاف جنگ کا اعلان کیا، اور قلیل محاصرے کے بعد یہ کمزور قبیلہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوا۔ ان کی خوش قسمتی تھی، کہ ان کے پرانے دوست عبد اللہ ابن ابی نے نبی کریم ﷺ کو اس بات کے لیے راضی کیا، کہ ان لوگوں کی جان بخشی کر کے انھیں جلاوطن کرنے پر قناعت کریں"۔[315]

مذکورہ بالا مستشرق بنو قریظہ کی غداری اور جرم کو نظر انداز کر کے لکھتے ہیں:

---

314 مودودی، سید ابو الاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1996ء، ص:302

315 مولوی عبد العلیم احراری، سیرۃ نبوی اور مستشرقین، (اردو ترجمہ مقالہ: محمڈ نزم)، مکتبہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، 1929ء، ص:66-

"یہ بد قسمت یہودی قبیلہ اپنے اتحادیوں کے واپس جانے کی وجہ سے بے یار و مددگار مسلمانوں کے مظالم سہنے کے لیے رہ گئے تھے، مسلمانوں نے چودہ دنوں تک انکو اپنے حصار میں رکھا، اور مجبوراان مظلوموں کو بغیر کسی شرط کے خود کو مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑا۔ اور ان سب کو قید کر کے اسامہ بن زید کے گھر میں رکھا گیا۔ اور اگلے دن آپ ﷺ کے حکم پر ایک ایک کر کے انھیں قتل کیا گیا"۔[316]

ایک اصول پسند اور شعور رکھنے والا شخص مستشرقین کے اس قسم کے اعتراضات کے جواب میں کبھی بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا، کہ فریقین کے درمیان معاہدے کے بعد دونوں فریقوں پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے۔ اگر ان ذمہ داریوں کو نظر انداز کیا جائے، تو پھر اس معاہدے کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ معاہدہ ہو جانے کے بعد اسکا یہ مطلب ہر گز نہیں ہوتا، کہ معاہدہ ہونے اور امن ملنے کے بعد فریقین میں کوئی بھی شرارت شروع کریں، یا بدامنی پھیلانا شروع کریں، یا حکومت کے خلاف سازشیں کریں، دشمنوں سے قربتیں بڑھائیں، اور ان سے کوئی بازپرس نہیں کریگا۔ مستشرقین اسلام کے خلاف اپنی نفرت کی وجہ سے یہودیوں کی بغاوت اور غداری کو نظر انداز کرتے ہیں، اور یک طرفہ الزامات لگا کر اسلام کے خلاف محاذ کو گرم کرتے ہیں۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک کسی بھی قبیلہ کے خلاف کاروائی کا حکم نہیں دیا، جب تک کسی قبیلہ نے کھلم کھلا اسلام دشمنی کا اعلان نہیں کیا تھا۔ یہود نے ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازشیں کی ہیں، ان کے ان شر انگیز حرکات کا تذکرہ قرآن مجید میں ہوا ہے۔

یہود کے اس حاسدانہ، اور شر انگیز رویہ کی وجہ سے ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے انصار، مہاجرین اور یہود کے مابین ایک تحریری معاہدہ فرمایا، جو تاریخ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔[317] ڈاکٹر حمید اللہ نے جو عصر حاضر کے معروف محقق ہے، دلائل کے ساتھ اس معاہدہ کو دنیا کا پہلا تحریر شدہ دستور قرار دیا ہے۔[318] اس معاہدے میں زیر بحث موضوع کے حوالے سے جو دفعات شامل ہیں، ان میں چند کا ذکر کرتے ہیں:

---

316 مولوی عبد العلیم احراری، سیرۃ نبوی اور مستشرقین، ص:74

317 واقدی، محمد بن عمر واقد، کتاب المغازی، جامعہ اکسفورڈ، 1966ء، ج:1، ص:176

ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ج:1، ص:510-504

318 ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، نگارشات پبلشرز، لاہور، 2009ء، ص:89-67

"بنو عوف کے یہودی اور مسلمان کو ایک قوم تصور کیا جائیگا، مگر دین الگ الگ ہو گا، اس قومیت میں یہ سب اپنے غلاموں سمیت شامل ہونگے، ظلم اور خلاف ورزی کرنے والوں سے الگ معاملہ کیا جائیگا، تمام فریق ایک دوسرے کی مدد کرینگے، خلوص کے ساتھ، آپس میں وفاداری نبھائیں گے، نہ کہ عہد شکنی کا مظاہرہ کرینگے، یثرب پر جو بھی حملہ آور ہو گا، یہ سب مل کر انکا مقابلہ کرینگے، اور ایک دوسرے کی مدد کرینگے"۔[319]

سید صباح الدین[320] لکھتے ہے:

"اس معاہدے سے نبی کریم ﷺ فراخ دلی اور مذہبی رواداری کی مثال ملتی ہے، جس پر دنیا ناز کر سکتی ہے، عصر حاضر میں اقوام متحدہ بھی ایسے معاہدہ کروانے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مگر اس معاہدے کے باوجود یہودی باز نہیں آتے"۔[321]

اس معاہدے میں یہودیوں کے تینوں بڑے قبائل، بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ، جو مدینہ منورہ کے مضافات میں آباد تھے، شامل تھے۔ معاہدے کی روسے یہ سب ریاست مدینہ کے شہری تھے، اور قانونا ان پر یہ لازم تھا، کہ اس ریاست کے قوانین پر سختی سے عمل کریں۔ ان کو اس بات کی اجازت نہیں تھی، کہ ریاست مدینہ کا شہری ہونے کے باوجود اسی ریاست کے خلاف سازشیں کریں اور دشمنوں کا ساتھ دیں، اور ریاست کے وجود کے لیے خطرہ بنیں۔ یہودی قبائل کے خلاف جو انفرادی یا اجتماعی لحاظ سے جو بھی کاروائی کی گئی تھی، ان کی بنیادی وجہ ان قبائل کی ریاست کے خلاف بغاوت اور غداری تھی۔ آج کے نام نہاد مہذب معاشرے بھی اپنے غداروں کے ساتھ یہی سلوک اپناتے ہیں، جو آپ ﷺ نے کیا ان غداروں کے ساتھ۔ کیونکہ اس معاہدے کی اہم شرائط میں یہ ہے:

"ان لا یظاھروا علیہ عدوا"۔[322]

"کہ پیغمبر ﷺ کے خلاف دشمنوں کا ساتھ نہیں دینگے"۔

---

319 واقدی، محمد بن عمر واقد، کتاب المغازی، ج:1، ص:176

320 1911 میں متحدہ ہندوستان میں پیدا ہوئے، علمی خاندان سے تعلق تھا۔ 1935ء سے آخری دم تک دار المصنفین سے وابستہ رہیں۔ 1987 کو اس دنیا سے رخصت کر گئے۔ https://ur.m.wikipedia.org

321 سید صباح الدین عبد الرحمان، اسلام میں مذہبی رواداری، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ص:71-70

322 واقدی، محمد بن عمر واقد، کتاب المغازی، ج:1، ص:176

لیکن انھوں نے ہر موقع پر ان شرائط کو نظر انداز کر کے آپ ﷺ کے دشمنوں کا ساتھ دیا، جس کی وجہ سے آپ ﷺ ان کے خلاف کاروائی پر مجبور ہو گئے۔

بنو قینقاع کے جلاوطن کرنے کی وجہ

بنو قینقاع باقی یہودی قبائل کی بنسبت تعداد میں زیادہ تھے، اور پیشے کے لحاظ سے سنار تھے۔ غزوۃ بدر کے بعد یہ کھلی غداری اور بغاوت پر اتر آئے تھے۔ اور کھلم کھلا میثاق مدینہ کی خلاف ورزی پر اتر آئے تھے۔ [323] لہذا آپ ﷺ نے انھیں "سوق بنی قینقاع" میں جمع کیا، اور فرمایا:

"اے یہود! اسلام قبول کرو، اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہی مصیبت آئے، جو قریش مکہ پر آچکی ہے"۔ [324]

اسکے جواب میں انھوں نے بغاوت والا لہجہ اپنایا اور آپ ﷺ کو دھمکی آمیز جواب دیا، کہ:

"یا محمد لا یغرنک من نفسک انک قتلت نفرا من قریش کانوا غمارا لا یعرفون القتال، انک لو قاتلتنا لعرفت انا نحن الناس و انک لم تلق مثلنا"۔ [325]

ترجمہ: "اے محمد ﷺ اس دھوکہ میں نہ رہے، کہ آپ نے قریش کے ایک گروہ کو مار ڈالا، جو جنگ کا تجربہ نہیں رکھتے تھے، اور لڑنا نہیں جانتے تھے، اگر آپ ہم سے لڑتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ ہم لوگ ہیں اور آپ کبھی ہم جیسے کسی سے نہیں ملے"۔

بنو قینقاع کی طرف سے یہ کھلم کھلا اعلان جنگ تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی خاموشی اختیار کی، اور واپس تشریف لائیں۔ مگر وہ لوگ باز نہ آئیں اور ایک ایک مسلمان پردہ دار خاتون جو انکے بازار میں آئی تھی، تو ایک دوکاندار نے شرارت

---

323 واقدی، محمد بن عمر واقد، کتاب المغازی، (غزوہ قینقاع) ج:1، ص:177

324 السرخسی، امام محمد بن احمد السرخسی، کتاب السیر الکبیر، دار الکتب العلمیہ، ج:4، ص:5

325 بیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ج:6، ص:41، رقم:19141

کر کے اسکو بے پردہ کر دیا، ان کی اس بد تمیزی اور اخلاق سے عاری حرکت پر ایک غیرت مند مسلمان نے اس یہودی دوکاندار کو قتل کر دیا، تو یہودیوں نے بدلے میں اس مسلمان کو بھی قتل کر دیا۔[326]

اس معاملے دونوں حلیفوں میں حالات کافی کشیدہ ہو گئے، اور یہودیوں کا پورا قبیلہ مسلمانوں کی آبادی پر حملہ آور ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کی اس حرکت پر انکا محاصرہ کر کے انکو قلعہ میں بند کر دیا۔ پندرہ دن تک بند رہنے کے بعد جب انکے ساتھ راشن ختم ہونے لگا، تو اس بات پر رضامندی اختیار کی، کہ آپ ﷺ جو بھی فیصلہ کرینگے انکے متعلق، تو انھیں قبول ہو گا۔ ان کی اس باغیانہ حرکت پر آپ ﷺ انکو قتل کی سزا سنانا چاہتے تھے، لیکن عبد اللہ بن ابی کی سفارش پر آپ ﷺ نے انھیں تمام اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ سے بحفاظت نکلنے کی اجازت دیدی۔ لیکن انکے مال اور ہتھیار ان سے قبضے میں لے لیے ۔[327]

اگر اصولا دیکھا جائے، تو بنو قینقاع کے حرکات، جو مسلمان عورت کی عزت و آبرو کو نقصان پہنچانا، اور ریاست کے خلاف بغاوت اور غداری کرنا، وغیرہ کے بدلے میں یہ سزا بہت معمولی سزا تھی۔

بنو نضیر کی جلاوطنی کے اسباب

بنو قینقاع کی جلاوطنی کے کچھ عرصہ بعد بنو نضیر جو یہودی قبیلہ تھا، اسکو بھی جلاوطن کیا گیا، کیونکہ انھوں نے بھی میثاق مدینہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کیں، اور دو مرتبہ عملی طور پر آپ ﷺ کو شہید کرنے کی سازشیں کیں۔ ایک دفعہ آپ ﷺ کو پیغام بھیجا، کہ آپ ﷺ اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائیں، اور ہم بھی اپنے عالم بلاتے ہیں، اگر انھوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو حق کہا، اور ایمان لے آئیں، تو ہم بھی اسلام قبول کر لینگے، آپ ﷺ نے ان کی دعوت کو قبول فرمایا، لیکن راستے میں ایک مصدقہ شخص سے معلوم ہوا، کہ وہ لوگ آپ ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنا چکے ہیں، اور اپنے آستینوں میں سب نے خنجر چھپا کر رکھا ہے، لہذا آپ ﷺ راستے سے واپس تشریف لے آئیں، اور انکی سازش پوری نہیں ہو سکی۔[328]

---

326 واقدی، محمد بن عمر واقد، کتاب المغازی، (غزوہ قینقاع) ج:1، ص:177-176

327 ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، نگارشات پبلشرز، لاہور، 2008ء، ص:217

328 ابی داود، سلیمان بن اشعث السجتانی، سنن ابی داود، کتاب الخراج والامارۃ والفیئ، باب کیف کان اخراج الیہود من المدینہ، دار الکتب العلمیہ، ج:2، ص:74-73، رقم:3004

دوسری سازش اس وقت کی، جب آپ ﷺ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ایک خون بہا کی ادائیگی کے سلسلے میں انکے قبیلے میں تشریف لے کر گئے تھے، گفتگو میں یہودیوں نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا، اور خون بہا ادا کرنے کا بھی وعدہ کیا، لیکن ساتھ یہ سازش بھی تھی، کہ مکان کی چھت سے آپ ﷺ پر پتھر پھینک کر آپ ﷺ کو شہید کر دینگے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو انکے اس سازش سے آگاہ فرمایا، اور آپ ﷺ خاموشی سے واپس تشریف لے آئیں اور صحابہ کو بھی نہ بتایا۔[329] اس واقعے کے بعد آپ ﷺ نے انھیں پیغام بھجوایا، کہ دس دن میں مدینہ سے پر امن طریقے سے نکل جائیں، تو انکے ساتھ رعایت والا معاملہ کیا جائیگا، اور انکے باغات کی پیداوار میں انکو حصی دیا جائیگا۔ بنو نضیر نے عبد اللہ بن ابی کے مشورہ سے آپ ﷺ کے اس پیغام کو مسترد کیا، جس پر آپ ﷺ نے انکا محاصرہ کیا۔ [330]

مختصر یہ کہ ان کی غداری اور بغاوتوں کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا، اور دس دن میں انکو مدینہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ [331]

سوامی لکشمن جو مشہور ہندو سیرت نگار ہیں، وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ آپ ﷺ کا معاملہ ان سے کافی رحیمانہ اور مشفقانہ تھا:

> "نبی کریم ﷺ کو اگر مجبور نہ کیا جاتا، تو وہ کبھی بھی خود سے ایسا سلوک اختیار نہ فرماتے، آپ ﷺ کو مجبور کرنے کے بعد بھی اپکا رویہ ان سے کریمانہ تھا۔ آپ ﷺ کا انکے ہتھیار کو رکھنے کا مقصد یہ تھا، کہ یہاں سے باہر نکلنے کے بعد وہ کسی اور فتنہ کا باعث نہ بنیں۔ آپ ﷺ کا یہ کریمانہ و مشفقانہ سلوک عربی تہذیب و تمدن میں ایک نئی بات تھی، ورنہ جنگ میں دشمن پر قابو کرنے کے بعد کون قتل و غارت اور لوٹ مار سے باز رہتا ہے"۔[332]

بنو قریظہ کے خلاف کاروائی کی وجوہات

بنو قریظہ کے خلاف کاروائی کی وجہ یہ تھی، کہ غزوہ خندق میں جب خیبر کے یہودیوں کی خواہش پر عرب قبائل نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا، تو معاہدہ کے مطابق بنو قریظہ پر یہ لازم تھا، کہ وہ مسلمانوں کے

---

329 ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج:3، ص:211

330 واقدی، محمد بن عمر واقد، کتاب المغازی ج:1، ص:369-367

331 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، امر اجلاء بنی نضیر، ج:1، ص:190

332 سوامی لکشمن، عرب کا چاند، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ص:313

ساتھ یکساں مدینہ منورہ کا دفاع کرنے کے لیے دشمنوں سے مقابلہ کریں۔ ابتدا میں بنو قریظہ نے خندق کی کھدائی میں اوزار مہیا کیں۔[333] لیکن پھر دشمنوں کی باتوں میں آکر یہ سمجھ لیا، کہ مسلمانوں کے بچنے کے امکانات بہت کم ہے۔ لہذا بنو قریظہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دشمن سے مل گئی، اور مدینہ منورہ کے امن کو خراب کرنے لگی۔ آپ ﷺ نے انھیں معاہدہ کی پاسداری کی یاد دہانی کے لیے کچھ آدمی بھیجے، تو انھوں نے جواب دیا:

"محمد ﷺ کون ہے؟ کہ ہم ان کی بات کو مانیں۔ ہمارا کوئی عہد و پیمان نہیں ہے ان کے ساتھ"۔[334]

بنو قریظہ نے اس قلعہ پر حملہ کرنے کی بھی سازش کیں، جس میں مسلمان عورتوں اور بچوں کو حفاظت کے لیے جمع کیا گیا تھا۔[335]

منٹگمری واٹ نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے:

"The reason of course, was that, while the outward acts of clan had been correct. They had been intriguing with Muhammad's enemies and at one point had been On the verge of attacking Muhammad in his rear.They had thus been guilty of treasanable activities against the medina community".[336]

محاصرہ کرنے کی وجہ یہ تھی، کہ بظاہر تو انکے حرکات ٹھیک تھے، لیکن خفیہ طور پر وہ دشمنان محمد ﷺ کے ساتھ مل کر سازشیں کر رہے تھے، اور ایک موقعہ پر آپ ﷺ پر حملہ کرنے کے لیے بھی تیار ہو گئے تھے، انھیں اسباب کی بنیاد پر وہ ریاست مدینہ کے خلاف بغاوت کرنے پر مجرم قرار پائیں۔

غزوہ خندق کے بعد جب آپ ﷺ نے بنو قریظہ سے ان کی غداری کی وضاحت طلب فرمائی، تو وہ اس بات پر لڑنے کے لیے تیار ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے آپ ﷺ کو ہدایت کی، کہ بنو قریظہ کا محاصرہ کریں۔ پچیس دن کے محاصرے کے بعد جب انکو شکست کا یقین ہو گیا، تو یہ پیغام بھجوایا، کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انکے بارے میں جو بھی فیصلہ کرینگے، وہ انھیں قبول ہو گا۔ آپ ﷺ نے اب کی درخواست کو قبول فرمایا، اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ظلب فرمایا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کے کرتوتوں اور جرائم کے پیش نظر ان کی مقدس کتاب توراۃ کے حکم کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے بارے میں ایسا فیصلہ کیا، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

---

333 ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:223

334 ڈاکٹر محمد حسین ھیکل، حیاۃ محمد ﷺ، ص:333

335 ایضاً، ص:335

336 Muhammad prophet and statesman,P:149

"لقد اصبحت حكم الله فيهم"۔[337]

یعنی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے حکم کے قریب ان کے متعلق فیصلہ کیا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق جو فیصلہ کیا تھا، وہ یہ تھا:

- بنو قریظہ کے تمام جنگجو مردوں کو قتل کیا جائیں۔
- عورتیں اور بچے غلام بنادئے جائیں۔
- ان کے اموال کو ضبط کرکے تقسیم کیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر عملدرامد کا حکم دیا۔[338]

حق نقل و حرکت کی آزادی پر اعتراض

اسلام نے غیر مسلموں کو آزادانہ نقل و حرکت کا جو حق دیا ہے، اس حق پر مستشرقین میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے، کہ اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے، کہ غیر مسلموں کو عام راستوں پر اپنے ساتھ ساتھ چلنے کا موقع نہ دیں۔[339]

مستشرقین اپنی اس غلط فہمی کی دلیل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں:

"لا تبدوهم بالسلام، فاذا لقيتموهم فى الطريق فاضطروهم الى ضيق الطريق"۔[340]

"ان عیسائیوں / غیر مسلموں کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرو۔ اور جب تم انھیں راستے میں ملو، تو انھیں مجبور کرو، راستے کے تنگ حصے میں چلنے کے لیے"۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

337 واقدی، محمد بن عمر واقد، کتاب المغازی، غزوہ بنو قریظہ، ج:2، ص:498

338 ایضا

339 اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست، ص:219

340 ابن قیم، شمس الدین محمد بن ابی بکر، احکام اہل الذمۃ، دار الحدیث، القاہرۃ، مصر، ج:1، ص:152

"اس حدیث سے مراد یہ ہے، کہ غیر مسلموں کی عزت واحترام میں تنگ راستہ ان کے لیے خالی نہ کرو۔ اسکا یہ معنی ہر گز نہیں ہے، کہ جب تم انھیں کسی کھلے وسیع راستے پر ملو، تو خواہ مخواہ ان کی تحقیر کے لیے ان کو ایک طرف چلنے پر مجبور کر دو اور ان پر راستہ تنگ کر دو۔ اس حدیث سے مراد ان کو اذیت دینا بالکل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام ہمیں بلاوجہ انکو اذیت دینے سے منع کرتا ہے"۔[341]

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"شوافع کے نزدیک غیر مسلم کو راستے کے درمیان میں چلنے سے اس وقت منع کیا جائیگا، جب اس وقت مسلمان بھی اس راستے پر چل رہے ہوں۔ اور اگر راستہ خالی ہے، تو پھر ان پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ان پر راستہ تنگ کرنے سے ہر گز یہ مراد نہیں ہے، کہ انھیں دھکیلا جائیں اور گڑھے میں گرایا جائیں"۔[342]

مولانا احمد علی سہارنپوری لکھتے ہیں:

"غیر مسلم / ذمی راہگیر کو تنگ راستے پر مجبور کرنے سے مراد یہ ہے، کہ کسی تنگ شارع پر انھیں درمیان میں چلنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن اسکا یہ مطلب نہیں، کہ انھیں کسی گڑھے میں دھکیلا جائیں۔ اسی طرح اگر راستے میں بھیڑ نہ ہو، تب وہ راستے کے درمیان میں چل سکتے ہیں"۔[343]

خلاصہ بحث:

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق پر اعتراضات سے متعلق جو بحث ہو چکی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

- اسلامی ریاست غیر مسلم شہریوں کو اس بات پر مجبور نہیں کرتی، کہ وہ مسلم شہریوں کی طرح ریاست کی دفاع میں حصہ لیں، اس دفاع کے بدلے میں غیر مسلم اسلامی ریاست کو جزیہ دیتا ہے، جو صرف ان غیر مسلموں سے

---

341 ابن حجر، الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج:11، ص:47، حدیث نمبر:6254

342 نووی، ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی، صحیح مسلم مع شرح، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، 1962ء، ج:2، ص:21

343 سہارنپوری، احمد علی، ترمذی، جامع (شرح)، ج:2، ص:557

وصول کیا جاتا ہے، جو کمانے اور جنگ میں حصہ لینے کے قابل ہوں۔ خواتین، بچے اور بوڑھے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اگر اس جزیہ کا مقصد غیر مسلموں کو جبراً مسلمان بنانا ہوتا، تو پھر زیادہ مقدار میں جزیہ وصول کیا جاتا، اور نہ اس میں کسی کو استثنیٰ دیا جاتا، بلکہ ہر غیر مسلم پر لازم ہوتا۔

- بعض فقہاء نے اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں پر کچھ پابندیوں کا ذکر کیا ہے، جن میں ان کی ظاہری شکل و صورت، لباس، سواری وغیرہ سے متعلق ہیں۔ ان پابندیوں کا مقصد ان میں پہچان اور تفریق کرنا تھا، نہ کہ ان کی تذلیل اور تحقیر۔ قرآن و حدیث میں کوئی ایسا نص موجود نہیں ہے، اور نہ تاریخ اسلام سے کوئی ایسا واقعہ ثابت ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو، کہ ان پابندیوں کا مقصد ان کی تذلیل کرنا تھا۔
- یہ غلط فہمی کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اظہار رائے اور اپنے مذہب و عقائد کی تبلیغ کی اجازت حاصل نہیں ہے۔ تو اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام شہری جو مسلم ہو یا غیر مسلم، ان کو اس بات کی اجازت نہیں، کہ وہ اظہار رائے یا مذہبی تبلیغ کی آڑ میں ایک دوسرے کی تذلیل کریں اور ایک دوسرے کے جذبات کو مجروح کریں۔ اسلامی ریاست ایک متعین قانون و حدود کے اندر، سب کو اظہار رائے اور مذہبی عقائد کی تبلیغ کی اجازت دیتا ہے۔
- نبی کریم ﷺ نے جن یہودی سرداروں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، اس پر اعتراض کرنے والے اس قتل کے وجوہات کو نظر انداز کرتے ہیں، جن وجوہات کی بنا پر آپ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا۔ ان یہودی سرداروں کی ریاست مدینہ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں، بغاوت اور غداریوں کو دیکھا جائیں، تو اس قتل پر اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔ ان یہودی سرداروں کی ان حرکات کا اعتراف خود مستشرقین نے بھی کیا ہے۔
- جن یہودی قبائل کو جلا وطن کیا گیا تھا، یا جن کو قتل کیا گیا تھا، وہ مذہبی تعصب کی بنا پر نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس کی وجہ ان کی میثاق مدینہ کی خلاف ورزی تھی، اور ان کی ریاست مدینہ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور دشمنوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے غداری تھی۔
- اسلام کسی مذہب و عقیدے کو مد نظر رکھے بغیر تمام انسانیت کی عزت و آبرو کے احترام اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، جو نبی کریم ﷺ کے حدیث مبارکہ کے ظاہری مفہوم کی وجہ سے یہ اعتراض اٹھاتے ہیں، تو یہ ان کی کم علمی کا ثبوت ہے۔

فصل چہارم

تحفظ حقوق میں عالمی اور اسلامی قوانین میں توافق و تخالف کا تجزیہ

اہل مغرب کی یہ فطرت میں شامل ہے، کہ دنیا میں جو بھی اچھا کام ہو، تو اس کام کا سہرا ان کے سر پر سجیں، کہ دنیا کو یہ نعمت ہماری کوششوں کی وجہ سے ملی ہے، وگرنہ دنیا اس نعمت سے محروم رہتی۔ انسانی حقوق سے متعلق بھی انکا یہی خیال ہے، کہ دنیا میں انسانی حقوق کا تصور انگلستان کے میگنا کارٹا نے پیش کیا ہے، اور اس بات کو نظر انداز کر رہے ہیں کہ اسلام نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے انسانی حقوق کا ایک جامع نظام پیش کیا ہے، جو انسان کے تمام پہلوؤں سے متعلق حقوق کا تعین کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں تمام انسانی حقوق پر مبنی پہلا اعلامیہ نافذ فرمایا، جبکہ انسانی حقوق کا عالمی مغربی اعلامیہ تیرہویں صدی عیسوی میں شائع ہوا۔ لہذا اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی، کہ شریعت کے نافذ کردہ اسلامی حقوق کو انسانی حقوق سے متعلق بین الاقوامی دستاویزات اور اعلانات پر چودہ صدیوں سے زائد تقدم حاصل ہے۔ عالمی قوانین جن حقوق کا تذکرہ کر رہی ہے، وہ دراصل وہی حقوق ہیں، جن کی شریعت اسلامیہ نے نشو نما کی ہیں۔

انسانی حقوق کا جو اعلامیہ اسلام نے پیش کیا ہے، وہ حقیقی اور غیر فانی ہے، ان کو نہ تو ساقط کیا جا سکتا ہے، نہ اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ کی جا سکتی ہے، بلکہ یہ حقوق لازم و ملزوم ہیں۔ یہ حقوق اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی جانب سے مقرر کردہ ہیں، تو دنیا میں کسی بھی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے، کہ وہ ان حقوق میں کوئی تبدیلی کر سکیں، یا انھیں ملتوی کریں۔ ان حقوق کو بجا لانے میں کسی کے پاس اختیار کا حق نہیں ہے، کہ وہ ان حقوق سے دستبردار ہو جائیں، یا کوئی بھی معاشرہ اسکو جیسا بھی سمجھیں، سب پر اس کی پاسداری لازم و ملزوم ہے۔ رہی بات عالمی قوانین کے جاری کردہ اعلامیہ حقوق کا، تو وہ محض ایک بیانیہ یا اعلامیہ ہے، جسے اقوام متحدہ نے جاری کیا ہے، اور یہ لازم و ملزوم نہیں ہے۔ اس کی حیثیت محض سفارشات کی ہے یا اخلاقی احکام کی۔ جبکہ اسلام کے عطا کردہ حقوق سفارشات یا اخلاقی احکام نہیں، بلکہ فریضہ ہے، جس کے نفاذ کے لیے جبر بھی کیا جا سکتا ہے۔[344] اسلام کے انسانی حقوق قرآن و حدیث کے بیان کردہ ہیں۔ جبکہ عالمی قوانین کے پیش کردہ حقوق انسانہ ذہن کی ایجاد ہے، جن میں غلطیوں کی گنجائش زیادہ ہوتی ہے۔

---

344 الدوالیبی، محمد معروف ندوات علمیہ حول الشریعہ الاسلامیہ و حقوق الانسان فی الاسلام، المرأۃ فی المؤتمرات الدولیۃ، ص:23

اس فصل میں ہم انسانی حقوق کا عالمی منشور اور اسلامی تعلیمات میں توافق اور تخالف کو زیر بحث لا کر اسلامی شریعت کی عالمی مغربی قوانین پر برتری واضح کرنے کی غرض سے اسلام میں انسانی حقوق اور بین الاقوامی قوانین میں بیان کردہ اسلامی حقوق کا سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے:

انسان کا احترام

دفعہ نمبر 1:

"تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ اس لیے انھیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے"۔[345]

انسانی احترام کا درس اسلام نے چودہ سو سال پہلے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿"وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا"﴾۔[346]

"اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر بہت سی برتری دی"۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تکریم سے متعلق انھیں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے، اور حقارت کے لیے ایسے لقب سے پکارنے سے منع فرمایا ہے، جو ان کے مابین ناراضگی کا باعث بنیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ١ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ١ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ١ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"﴾۔[347]

"اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس

---

345 http://www.unhchr.ch/udhr/lang/urd.htm- 19/08/2021

346 بنی اسرائیل:17/70

347 الحجرات:49/11

میں کسی کو طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں"۔

عالمی ادارے اس دفعہ سے یہ بھی تطبیق کرتے ہیں، کہ تمام انسان عزت نفس کے لحاظ سے بھی برابر ہے۔ لیکن قرآن مجید کی آیت:

﴿"اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ"﴾۔[348]

"بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے"۔

اس آیت مبارکہ کی رو سے جرم کرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا برابر نہیں ہے۔ مجرم کا جرم چھوٹا ہو یا بڑا، وہ مجرم ہوتا ہے اور بے گناہ شخص کی طرح عزت و تکریم کا مستحق نہیں ہوتا۔ لیکن عالمی قوانین میں مجرم بھی بے گناہ کی طرح یکساں عزت و تکریم کا مستحق ہے۔ مجرم کو ایسی سزا نہیں دینی چاہیے، جس سے اس کی عزت نفس مجروح ہوتی ہو۔ لیکن اسلام میں مجرم اور بے گناہ یکساں تکریم کے مستحق نہیں ہے، کیونکہ اگر دونوں کو یکساں تکریم دی جائیں، تو جرم کو ختم کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ پس اسلام انسان کی عزت و احترام میں اس دفعہ سے باقی تطبیق میں متفق ہے، سوائے اس کے، کہ مجرم اور غیر مجرم کی عزت و تکریم یکساں نہیں ہے۔

مساوات اور عدم امتیاز

دفعہ نمبر2:

"ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قوم، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہ پڑے گا"۔[349]

اس عالمی اعلان سے چودہ صدیاں پہلے شریعت اسلامی نے بہت ہی عمدہ انداز میں تمام لوگوں کے درمیان مساوات قائم کر دیا تھا۔ عالمی قوانین نے تو صرف مساوات قائم کرنے کی سفارش کی ہے، جبکہ اسلام نے اس کو فریضہ میں شامل کیا ہے، اسلام نے حقوق کے تعین میں کالے، گورے، عربی و عجمی میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ اسلام کا قانون یہ ہے، کہ انسانوں میں فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

---

348 الحجرات:13/49

349 http://www.unhchr.ch/udhr/lang/urd.htm- 19/08/2021

﴿"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ-اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ"﴾۔[350]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبر دار ہے"۔

نبی کریم ﷺ نے مساوات کا حکم ان الفاظ میں دیا:

(("یا ایہا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقویٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"))۔[351]

"اے لوگو! بے شک تمھارا رب بھی ایک ہے، اور تمھارا باپ بھی ایک۔ آگاہ رہو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سفید فام کو کسی سیاہ فام پر، اور کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر، کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت کا مستحق وہ ہے، جو زیادہ حدود کا پابند ہے"۔

یہ اسلام میں مساوات کا حقیقی درس ہے، اور نبی کریم ﷺ کے دور سے لیکر آج تک مساوات کا یہ حکم نافذ ہے۔ اور تا قیامت شریعت کا یہی حکم ہو گا۔ اسلامی قانون اور عالمی قانون کے اس دفعہ میں اتفاق پایا جاتا ہے، اور اصولا یہ بات ٹھیک بھی ہے، کہ تمام حقوق سب کے لیے یکساں ہے۔

جان ومال کی آزادی اور تحفظ

دفعہ نمبر:3

"ہر شخص کو اپنی جان، آزادی اور ذاتی تحفظ کا حق ہے"۔[352]

---

350 الحجرات:13/49

351 بیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی، شعب الایمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، رقم الحدیث:5137 ج:4، ص:289

352 http://www.unhchr.ch/udhr/lang/urd.htm- 19/08/2021

بین الاقوامی قوانین نے تقریباً بیسوی صدی کے اوائل میں یہ سفارشات پیش کرکے اس بات کو تسلیم کیا ہے، کہ ہر شخص کو جان ومال کی آزادی اور تحفظ کا حق حاصل ہے، جبکہ شریعت اسلامی نے چودہ صدیاں پہلے اس قانون کو نافذ کیا ہے، کہ ہر انسان کی جان ومال کو نقصان پہنچانا دوسرے حرام ہے، اور شریعت نے اس کی حفاظت کی ضمانت بھی دی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا، کہ:

(("فان دماءکم و اموالکم واعراضکم ،بینکم حرام،کحرمۃ یومکم ھذا،فی شھرکم ھذا،فی بلدکم ھذا"))۔[353]

"تمہارا خون تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام لیے جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے"۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان ہے:

﴿"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ"﴾۔[354]

"اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ"۔

اسلام کے انسانی حقوق اور عالمہ قوانین برائے انسانی حقوق کے اس دفعہ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

غلامی کا مسئلہ

دفعہ نمبر:4

"کوئی شخص غلام یالونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی شکل بھی ہو، ممنوع قرار دی جائے گی"۔[355]

عالمی قوانین اس بات کا دعویٰ کرتی ہے، کہ انھوں نے غلامی کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا ہے، اور یہ اعتراض کرتے ہیں، کہ اسلام نے غلامی کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا، اور ابھی بھی اسلامی تعلیمات میں غلامی کے احکامات موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمایا تو اس وقت تین طریقوں سے غلام بنائے جاتے تھے:

- کوئی طاقتور آدمی بزور کسی کمزور کو غلام بنالیتا۔

---

353 المبارکپوری، ابی العلا محمد بن عبد الرحمان المبارکپوری، تحفہ الاحوذی شرح جامع الترمذی، کتاب الفتن عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء دماءکم واموالکم، حدیث نمبر:2159، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج:6، ص:312

354 النساء:4/29

355 http://www.unhchr.ch/udhr/lang/urd.htm- 19/08/2021

- کوسی کو جرم کی سزامیں یاکسی دوسری مجبوری جیسے قرض لینے وغیرہ کی وجہ سے غلام بنالینا۔
- جنگی قیدیوں کو غلام بنالیاجاتا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے پہلی دو صورتوں کو حرام قرار دیا، جبکہ اسلام نے تیسری صورت کی اجازت دی ہے، لیکن یہ فرائض،واجبات یا مستحبات میں نہیں ہے، بلکہ ایسا صرف حالات کے تناظر میں کیا جاسکتاہے، کیونکہ اگر کسی قیدی کو قید میں بند کرکے اس کی پوری زندگی قید میں بے مقصد گزر جائیں، توکیااس سے بہتر یہ نہیں ہے، کہ اگر اسکے بارے میں یہ فیصلہ ہوا ہو، کہ اسکا رہا کرنا ملکی مفاد میں نہیں ہے، لہذا اسکی رہائی نہ تو فدیۃ کے ذریعے ممکن ہے، نہ اس کو دوسرے قیدیوں کے تبادلے میں رہا کرنا ہو، اور نہ اسکو موت کی سزا دینی ہو، تو ایسے صورت میں بہتر یہی ہے، کہ اسکو قید میں رکھنے کے بجائے کسی کا غلام بنادیا جائے، تاکہ اسکو زندگی کے کچھ حقوق میسر ہو سکیں۔

اسلام نے چودہ صدی پہلے ہی مذکورہ بالا غلامی تین صورتوں میں پہلی دو کو حرام قرار دیا تھا، لیکن مغربی دنیا اس کے بارہ سو سال کے بعد تک غلام بناتے رہے، اسلام نے تیسری صورت کا بھی حکم نہیں دیا، بلکہ ایک قیدی کی بہتری کے لیے بطور آپشن باقی رکھنے کی اجازت دی ہے۔

جرم وسزا کے قوانین

دفعہ نمبر:5

"کسی شخص کو جسمانی اذیت یا ظالمانہ، انسانیت سوز یا ذلیل سلوک یا سزا نہیں دی جائے گی"۔[356]

عالمی قوانین کے اس دفعہ کی روسے کسی بھی شخص کو کسی قسم کی ایسی جسمانی سزا نہیں دی جاسکتی، جس میں اذیت ہو، تشدد ہو یا اس شخص کی تذلیل ہو۔ لیکن اسلام میں تین قسم کی سزاؤں کا حکم ہے، قصاص، حدود، تعزیرات۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿"اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ-وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ-وَ الْجُرُوْحَ قِصَاص،فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ-وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"﴾۔[357]

---

356 http://www.unhchr.ch/udhr/lang/urd.htm- 20/08/2021

357 المائدۃ:5/45

"کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہو گا پھر جو دل کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کر دے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿"و لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ"﴾۔[358]

"اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو"۔

عالمی قوانین برائے حقوق انسانی کے دفعہ پانچ کے تحت اسلامی سزاؤں کے نظام کو انسانی حقوق کے منافی تصور کیا جاتا ہے، اور ان سزاؤں کو وحشیانہ اور غیر انسانی قرار دے کر یہ مطالبہ کیا جاتا ہے، کہ ان سزاؤں کا نفاذ ختم کیا جائے، کیونکہ اس میں تشدد اور تذلیل ہے۔ اور دلیل میں قرآن مجید کی آیت پیش کرتے ہیں:

﴿"یاایها الذین آمنوا أوفو بالعقود"﴾۔[359]

"اے ایمان والو! اپنے عقود کو پورا کرو"۔

دوسری یہ دلیل بھی دیتے ہیں، کہ قرآن مجید ہمیں معاملات میں عرف کی پابندی کا حکم بھی دیتا ہے۔

یہاں اس بات کو واضح کر دینا ضروری ہے، کہ جن معاملات میں قرآن و حدیث سے واضح ہدایات موجود ہوں، ان معاملات میں معاہدات اور عرف کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ باقی معاملات میں قبول کر سکتے ہیں۔ لہذا اس دفعہ کے ساتھ اسلامی قوانین میں اتفاق نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ اگر ہم اس دفعہ کو قبول کرینگے، تو ہمیں اسلام کے نظام سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ سوچنے کی بات یہ ہے، کہ عالمی قوانین میں جسمانی اذیت یا ظالمانہ، انسانیت سوز سزا کی ممانعت کا ذکر ہے، لیکن عالمی طاقتیں خود اس قانون کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتی ہے۔ ابو غریب جیل، گوانتاناموبے، اور دیگر افغانستان میں موجود جیلوں میں قیدیوں سے جو انسانیت سوز سلوک کیا گیا تھا، وہ سب کے سامنے واضح ہے۔

خاندانی نظام

دفعہ 16:

---

358 النور:24/2

359 المائدۃ:5/1

(1) "بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے، شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں"۔

(2)" نکاح فریقین کی پوری اور آزاد رضامندی سے ہو گا"۔

(3)" خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حق دار ہے"۔(360)

اس دفعہ کی روسے نکاح صرف بالغ لڑکا اور لڑکی کا تصور ہو گا، اور صغیر اور صغیرہ کا نکاح درست نہیں ہو گا۔ اور نکاح کے لیے عمر کی حد مقرر کر کے، اس سے کم عمر کے نکاح کو قانوناجرم قرار دیا گیا ہے، اور اس کی سزا مقرر کی ہے۔ شرعی لحاظ نکاح کے لیے کوئی عمر کی حد نہیں ہے، البتہ بلوغت سے پہلے نکاح میں ان کے ولی کا ہونا ضروری ہے، لڑکا اور لڑکی خود عقد نکاح نہیں کر سکتے۔ (361)

اسکے علاوہ اس دفعہ کی روسے ہر بالغ لڑکا اور لڑکی نسل، قومیت اور مذہب کی پابندی سے آزاد اپنی مرضی سے فیصلہ کر کے شادی کر سکتے ہیں۔ اس دفعہ میں مذکور نسل اور قومیت کی قید سے آزاد نکاح کا حکم شریعت میں بھی ہے، لیکن مذہب کی قید شریعت میں ہے، کوئی مسلمان لڑکی کسی غیر مسلم مرد سے نکاح نہیں کر سکتی، اور نہ کوئی مسلم لڑکا کسی غیر اہل کتاب لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے:

﴿"وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ-وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْۚ-وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْاؕ-وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْؕ-اُولٰٓىٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ-وَ اللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖۚ-وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ"﴾۔(362)

"اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ عورت سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو اور (مسلمان عورتوں کو) مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ

360 http://www.unhchr.ch/udhr/lang/urd.htm- 20/08/2021

361 https://www.banuri.edu.pk/ 21/08/2021

362 البقرۃ:2/221

مشرک تمہیں پسند ہو، وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں"۔

اب جہاں تک بات ہے، کہ بالغ لڑکا، لڑکی کو نکاح کرنے اور نکاح کو ختم کرنے میں برابر حقوق حاصل ہونگے، اس بات کو مان لینے سے شریعت میں جو ولایت کا مسئلہ ہے، وہ بے معنی رہ جائیگا۔ مختصر یہ کہ اس دفعہ کی پہلی شق کی تینوں باتوں کا شریعت کے احکامات سے تضاد پایا جاتا ہے۔

اس دفعہ کی دوسری شق کے مطابق میاں بیوی کے اختیارات ازدواجی زندگی میں برابر ہونگے، اس معاملے میں اسلام کا واضح قانون موجود ہے:

"﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾"۔[363]

"مرد مسلط وحاکم ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے"۔

ایک اور مقام پر ہے:

﴿"وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ"﴾۔[364]

"البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے"۔

مرد کی دنیاوی فضیلت کی دو وجوہات قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے، پہلی وجہ یہ، کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو جسمانی و عقلی لحاظ سے ایسا پیدا فرمایا ہے، کہ وہ عورت پر غالب ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے، کہ مرد عورت پر مال خرچ کرتا ہے۔ کوئی بھی نظام اس وقت بہترین نہیں چل سکتا، جب تک اس نظام کا فیصلہ کرنے والا ایک نہ ہو۔ اگر کسی نظام میں فیصلہ کرنے والے دو ہوں، تو وہ نظام کبھی بھی نہیں چل سکتا، یہ بات فطرت کے خلاف ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"﴿"لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَاۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ"﴾۔[365]

---

363 النساء:4/34

364 البقرہ:2/228

365 الانبیاء:21/22

ترجمہ:"اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور آسمان وزمین تباہ ہو جاتے تو لوگوں کی بنائی ہوئی باتوں سے اللہ پاک ہے جو عرش کا مالک ہے"۔

"﴿"اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ"﴾"۔[366]

" اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ان میں سے ایک دوسرے پر بڑائی وغلبہ چاہتا"۔

لہذا اگر ایک نظام میں اختیار ایک سے زیادہ کے پاس ہو، تو اس نظام کا بیڑا غرق ہو گا۔

آزادی رائے اور مذہب

دفعہ نمبر:18

"ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے"۔[367]

دفعہ نمبر:19

"ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے، ملکی سرحدوں کا خیال کیے بغیر علم اور خیالات کی تلاش کرے، انھیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے"۔[368]

ان دفعات سے اسلامی قانون متفق نہیں ہے، کیونکہ ان کے نزدیک آزادی اظہار رائے سے مراد یہ ہے، کہ اگر کوئی شخص خدا، یا قرآن وسنت کے کسی حکم سے مطمئن نہیں ہوتا یا اس ست اتفاق نہیں رکھتا، اور اسکے خلاف کوئی رائے قائم کرتا ہے، تو یہ اسکا حق ہے، اور کسی کو یہ حق نہیں، کہ اسکو روک سکیں۔ان کے نزدیک آزادی اظہار رائے سے مراد یہی

---

366 المؤمنون:23/91

367 http://www.unhchr.ch/udhr/lang/urd.htm- 21/08/2021

368 Ibid

ہے، کہ کوئی بھی شخص جو بھی فکر یا خیال قائم کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے میں آزاد ہے، یہ اسکا حق ہے۔ لیکن اسلام میں آزادی کا مطلب یہ نہیں، کہ کسی مذہب، یا کسی مذہب کے مقدسات کی توہین کی جائیں۔ اسلام آزادی اظہار رائے کا حق دیتا ہے، لیکن ایک حد کے اندر۔

آزادی مذہب کے بارے میں اس دفعہ میں دو باتیں ہے، ایک یہ کہ، ہر شخص کو یہ آزادی ہونی چاہیئے، کہ وہ جو بھی مذہب اختیار کرنا چاہے، کر سکتا ہے، اور دوسری بات یہ، کہ تمام مذاہب کے لیے قوانین بھی ایک ہی ہوں۔ غیر مسلموں کو اسلام نے مسلمانوں سے بھی زیادہ آزادی دی ہے، کیونکہ غیر مسلم اسلامی حکومت میں رہتے ہوئے کسی بھی دین، نظریہ وخیال کو اختیار کرنے میں بالکل آزاد ہے، مگر مسلمانوں کو اس بات کی بالکل بھی اجازت نہیں ہے، کہ وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین یا نظریہ وخیال کو اختیار کریں۔ جہاں تک دین کی تبلیغ کی اجازت ہے، تو اسلام نے اس کی اجازت دی ہے سب کو، لیکن اسلام ایسا دین ہے، جو اخلاق اور اخلاقی ضابطوں کا پابند ہے، اس سلسلے میں دین اسلام تمام مسلم اور غیر مسلم شہریوں پر کچھ اخلاقی پابندیاں لگاتا ہے، اور ان کے پیچھے مقصد آپس کے جذبات واحساسات، جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ ہے۔ اسلامی قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے غیر مسلموں کو مذہبی، سیاسی، سماجی وغیرہ پر شرعا کوئی پابندی جائز نہیں ہے، وہ اپنے کمیونٹی کے اندر اپنے مذہب کی تعلیم وتدریس کے معاملے میں بالکل آزاد ہیں۔

سیاسی حقوق

دفعہ نمبر:21

(1) "ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے"۔

(2)"ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے"۔

(3)"عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی سے ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مساوی کسی دوسرے آزادانہ طریق رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے"۔[369]

[369] http://www.unhchr.ch/udhr/lang/urd.htm- 21/08/2021

عالمی قوانین کی رائے یہ ہے، کہ حکومت، دستور، قانون اور پارلیمنٹ پر مذہب کا کوئی اختیار نہیں ہونا چاہیے، اور یہ اختیار صرف عوام کا حق ہے، وہ خود مختار ہیں۔ لیکن اس بات سے اسلامی قانون متفق نہیں ہو سکتا، کیونکہ اسلامی قانون کی بنیاد قرآن و حدیث ہے، جس سے دوستبر دار ہونے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ اسلام قانون کے مطابق ملک میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے، اور حکومت اور پارلیمنٹ قرآن و سنت کے احکامات کے پابند ہیں۔ لہذا اس دفعہ اور اسلامی قانون میں اختلاف ہے۔

مذکورہ بالا بحث میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے، کہ اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کا جو منشور پیش کیا ہے، اور اسلام نے جو انسانی حقوق متعین کئے ہیں، ان میں کتنا اختلاف پایا جاتا ہے، اور کتنا اتفاق۔ لہذا اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کی چند دفعات کا اسلام کے انسانی حقوق سے موازنہ کرکے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے، کہ اقوام متحدہ کا منشور نہ تو سارا کا سارا قبول کرکے اختیار کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اسکو مکمل مسترد کیا جاسکتا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں، کہ اس منشور میں بہت اہم چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، چنانچہ اسلامی نقطہ نظر سے ان امور کی حوصلہ افزائی کرنا اور پاسداری کرنا لازمی ہے، لیکن ایک اہم بات جو غور طلب ہے، کہ یہ منشور منظور تو ہو گیا، لیکن اسکے عملی نفاذ کے لیے اسکے پیچھے کوئی قوت نہیں ہے۔ اگر کوئی طاقتور ملک اس منشور کی خلاف ورزی کرتا ہے، جو عصر حاضر میں ہم دیکھتے ہیں، کہ خلاف ورزی ہو رہی ہے، لیکن کوئی روکنے والا نہیں ہے، اور نہ اس منشور میں کوئی ایسی تدبیر درج ہے۔ جبکہ اسلام نے نہ صرف حقوق متعین کیے ہیں، بلکہ ان حقوق کے عملی نفاذ کی ضمانت بھی دی ہے، اور خلیفہ وقت کو اس بات کا پابند بنایا ہے، کہان حقوق پر عمل درامد کو یقینی بنائیں، اور جو بھی ان حقوق کی پامالی کرتا ہے، انکو کے خلاف قانون کے مطابق کاروائی کی جائیں۔

باب چہارم

غیر مسلم شہریوں کے حوالے سے پاکستانی قوانین اور شرعی قوانین میں توافق و تخالف

فصل اوّل: آئین پاکستان میں مذکور غیر مسلموں کے حدود کا دائرہ کار

فصل دوم: غیر مسلموں کے وقوع پذیر واقعات اور آئین و قانون

فصل سوم: غیر مسلموں کی فلاح و بہبود و حقوق کا دائرہ کار: پاکستانی قوانین اور شرعی قوانین میں توافق و تخالف

فصل اوّل

آئین پاکستان میں مذکور غیر مسلموں کے حدود کا دائرہ کار

آئین پاکستان کے مطابق پاکستان میں بسنے والے تمام افراد مسلم و غیر مسلم برابر کے شہری ہیں۔ اور انھیں تمام بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں، اور آئین پاکستان غیر مسلموں کی تمام حقوق کی ضمانت دیتا ہے، لیکن ہر ریاست کا اپنا ایک قانون اور دستور ہوتا ہے، جس کی پاسداری رعایا پر لازمی ہے۔ اسی طرح مملکت پاکستان کا بھی ایک دستور و قانون ہے، جس کی بالادستی کا خیال رکھنا غیر مسلموں پر بطور ذمہ داریاں عائد ہے، اس کا خیال رکھنا اور تقاضوں کو پورا کرنا غیر مسلم رعایا پر لازم ہے ۔ اور جو حدود ان کے لیے متعین ہیں، ان سے تجاوز کرنا ان کے لیے ممنوع ہے۔ ذیل میں آئین پاکستان میں مذکور غیر مسلموں کے حدود کے دائرہ کار پر روشنی ڈالتے ہیں:

عبادت گاہوں کی تعمیر و حفاظت

پاکستان میں اقلیتوں کو تمام مذہبی حقوق حاصل ہیں، ان حقوق کو صرف آئین و دستور میں درج نہیں کیا گیا بلکہ اسکے عملی نفاذ کو بھی یقینی بنایا۔ مذہبی حقوق میں اگر عبادت گاہوں کی تعمیر و حفاظت پر بات کی جائیں، تو آئین پاکستان کے تحت غیر مسلموں کو اپنی مذہبی عبادت گاہوں کی تعمیر و حفاظت اور اس میں اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی سے متعلق مکمل اجازت حاصل ہے۔ آئین پاکستان کی رو سے عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت اور عملی تعمیر تک تمام سرکاری معاملات شفافیت سے دیکھے جائینگے، اور ان کے لیے مشاکل نہیں پیدا کیے جائینگے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل کے نمبر 20 کے جز "ب" میں ہے:

> "ہر مذہبی گروہ اور اسکے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، بر قرار رکھنے، اور انکا انتظام کرنے کا حق حاصل ہو گا"۔ [370]

عبادت گاہوں کی تعمیر و حفاظت کے سلسلے میں آئینی اقدامات سے پاکستان کی اقلیتی جماعتوں کو کوئی شکایت کا موقع نہیں ملا، لیکن آئین میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے، کہ غیر مسلموں کو عبادت گاہوں کی تعمیر کے لیے اجازت صرف ان کی

---

370 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:12

اکثریتی علاقوں میں ہی حاصل ہے۔اگر کسی علاقے میں غیر مسلم شہریوں کی اکثریت آباد ہو، اور کسی وجہ سے وہ اس علاقے سے نقل مکانی کر جائیں، تو آئین پاکستان میں اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی کو یہ اجازت حاصل نہیں، کہ ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کریں، البتہ اگر اقلیتی فرقے خود اپنی عبادت گاہوں کو گرانے کا ارادہ کریں، تو اس صورت میں اجازت ہے۔ [371]

تبلیغ کی اجازت

آئین پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو عملی طور پر اپنے ہم مذہب لوگوں کو مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی مکمل اجازت دی ہے۔آئین پاکستان کے آرٹیکل کے نمبر 20 کے جز "الف" میں ہے:

"پاکستان کے ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہو گا"۔ [372]

اقلیتوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی آزادی کی مثالیں موجود ہیں، جن میں "مسیحی ریڈیو سٹیشن" کا قیام ہے، جو لاہور اور اسلام آباد سے اردو، انگلش اور مختلف قومی زبانوں میں تبلیغی پروگرام نشر کرتے ہیں۔[373] اسکے علاوہ پاکستان کے سرکاری ذرائع ابلاغ کا استعمال بھی کیا جاتا ہے، جیسے سرکاری ریڈیو پر اور سرکاری ٹیلی ویژن پر انکے تہواروں کی مناسبت سے علماء کے تقاریر اور مختلف نوعیت کے پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ [374] اسکے علاوہ رسائل و جرائد جو موجودہ دور میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں، اور سب اسکے اثرات سے بخوبی واقف ہیں، کیونکہ رسائل و جرائد براہ راست انسان کی ذہن سازی کرتی ہے۔پاکستان میں اقلیتیں اس مؤثر ذرائع کو باقاعدگی سے استعمال کرتی ہے۔ [375] اسکے علاوہ اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے انٹرنیٹ کا بھی آزدانہ بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے، نیز پاکستان میں غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے وہ تمام سہولتیں میسر ہیں، جو ان کے اکثریتی ممالک میں ان کو حاصل ہوتے ہیں۔

---

371 صفدر حیات صفدر، آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء تجزیہ و تبصرہ، نیوبک پیلس، لاہور، ص:31

372 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:12

373 بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ص:155

374 ایضا، ص:،143

375 ایضا

تاہم آئین پاکستان کے مطابق غیر مسلموں پر یہ لازم ہے، کہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں

کر سکتا، اور نہ انکو اسلام چھوڑ کر انکے دین کو قبول کرنے کی دعوت دے سکتا ہے۔انکو تبلیغ کی اجازت صرف اس علاقے میں ہے، جہاں پر انکے اپنے ہم مذہب لوگ آباد ہوں، اور اپنے دین کی دعوت بھی صرف غیر مسلموں کو ہی دے سکتے ہیں۔ (376) ان کے تبلیغ کرنے کی مختلف طریقے ہیں:

- ایک طریقہ یہ ہے، کہ غیر مسلم اپنے حلقہ احباب کو اور اپنی نئ نسلوں کو اپنے دین کی تبلیغ کریں، اس کی اجازت انہیں پاکستان میں حاصل ہے۔
- ایک طریقہ یہ ہے، کہ تبلیغ کے لیے تحریر و تقریر کا راستہ اپنائیں، یعنی تحریر و تقریر کے ذریعے اپنے مذہب کی تعلیمات دوسروں تک پہنچائیں، اور اسکے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب، بشمول اسلام کے ساتھ اپنے اختلافات کو علمی حیثیت میں دوسروں کے سامنے بیان کریں۔اس کی اجازت بھی انھیں پاکستان میں حاصل ہے، بشرط یہ کہ اس سے مقصد کسی مسلمان کو دین اسلام سے متنفر کرنا نہ ہو، کیونکہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے کوئی مسلمان دین اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار نہیں کر سکتا۔
- ایک طریقہ یہ ہے، کہ غیر مسلم مزہبی گروہ اس مقصد کے لیے تحریک چلائیں، جس کا مقصد یہ ہو، کہ اس تحریک کے ذریعے ملک سے اسلامی نظام کو ختم کرکے اپنا نظام جو انکے مذہبی اصولوں پر مبنی ہو، قائم کر سکیں۔اس قسم کی تبلیغ کی اجازت انھیں حاصل نہیں ہے۔

پاکستان میں اس وقت لاتعداد عیسائی چرچز اور تنظیمیں موجود ہیں، جو کسی نہ کسی طریقے سے اس مشن پر کام کر رہی ہے، کہ بے بس اور مجبور مسلمانوں کا فائدہ اٹھا کر انھیں مسیحیت میں شامل کر سکیں۔ (377) یہ آئین پاکستان کی خلاف ورزی ہے۔

---

376 صفدر حیات صفدر، آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء تجزیہ و تبصرہ، ص:31

377 بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، ص:141

پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ کے حوالے سے 2005ء میں ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اس رپورٹ کے مطابق پاکستان میں پچھلے دس سال میں سترہ ہزار مسلمانوں کو اسلام سے متنفر کر کے عیسائی بنایا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں اس بات کا انکشاف کیا گیا ہے، کہ اس مقصد کے لیے ملک میں مختلف تنظیمیں سرگرم ہیں، جو تعلیم، صحت اور دیگر فلاحی

کاموں کی آڑ میں سادہ مسلمانوں کو مسیحیت کی طرف راغب کر رہے ہیں۔ [378] سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جہاں تک غیر مسلموں کی تبلیغ کا معاملہ ہے، اس بارے میں یہ خوب سمجھ لینا چاہیے، کہ جب تک ہم بالکل خودکشی کے لیے ہی تیار نہ ہو جائیں، ہمیں یہ حماقت نہیں کرنی چاہیے، کہ اپنے ملک کے اندر ایک طاقتور اقلیت پیدا ہونے دیں، جو غیر ملکی سرمایہ سے پرورش پائیں۔ عیسائی مشنریوں کو یہاں مدارس اور ہسپتال کھول کر مسلمانوں کے ایمان خریدنے کی کوشش کرنے، اور مسلمانوں کی نئی نسلوں کو اپنی ملت سے بیگانہ کرنے کی کھلی اجازت دینا میرے نزدیک قومی خودکشی ہے"۔ [379]

غیر مسلموں کی تمام تنظیمیں جو اس مقصد کے لیے مصروف عمل ہیں، تو انکا یہ اقدام پاکستان کے آئین کے منافی ہے، آئین نے سب کو اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی اجازت ضرور دی ہے، مگر اس کے لیے اخلاقی حدود اور قانونی دائرہ کار وضع کیا ہے۔ جس کی پابندی مملکت پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے سب پر لازم و ملزوم ہیں۔ اس سلسلے میں افراط و تفریط نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔

آزادی اظہار رائے

آئین پاکستان کے آرٹیکل 19 کے مطابق:

"ہر شہری کو اپنا مدعا بیان کرنے اور اظہار رائے کی آزادی حاصل ہو گی۔ پریس آزاد ہو گا۔ ان قانوناً جائز پابندیوں کے دائرے میں جو اسلام کی شان و شوکت، یا پاکستان کی یکجہتی، حفاظت اور

---

378 مولانا زاھد الراشدی، پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ، ماہنامہ نصرۃ العلوم، گجرانوالہ، دسمبر، 2005ء، http://zahidrashdi.org/2394 13/09/2021

379 مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1979ء، ص:535

دفاع یا پاکستان کے کسی حصے کی یک جہتی، حفاظت اور دفاع، یا پاکستان کے دوست بیرونی ممالک سے تعلقات یا خوش اطواری کے تقاضوں اور اخلاقی اقدار کے خلاف یا توہین عدالت وہتک عزت یا کسی جرم کی ترغیب دینے کے سلسلے میں عائد کی جائیں"۔ [380]

آئین پاکستان کے مطابق تمام شہریوں کو مشروط تقریر وغیرہ کی آزادی حاصل ہے، کہ اس کی رائے یا تقریر و تحریر سے اخلاقی یا قانونی حدود متاثر نہ ہو۔ آئین پاکستان نے غیر مسلموں کو بھی اظہار رائے کی آزادی کا حق تو دیا ہے، لیکن اس حق کی آڑ میں لوگوں کے جذبات و احساسات کو نظر انداز کر کے بے جا تنقید کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ کچھ لوگ بے جا تنقید میں حدیں پار کر جاتے ہیں، اور دوسروں کی بے قدری اور توہین کو معمولی بات سمجھتے ہیں، ایک دوسرے کے مذہب، فرقوں اور مقدس شخصیات کی توہین کو اظہار رائے کی آزادی کا نام دے کر اپنا حق سمجھتے ہیں، حالانکہ اظہار رائے کی آزادی کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے۔ آزادی اظہار رائے پر ان حدود سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ اس حق پر کسی قسم کی پابندی لگائی جارہی ہے، بلکہ اسکا بنیادی مقصد لوگوں کو ایک دوسرے کی عزت و احترام کرنے پر مجبور کرنا ہے۔ آزادی رائے میں اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیئے، کہ ہر ملک و قوم اپنے نظریئے، دستور، قومی شخصیات وغیرہ کی حرمت کا سختی سے اہتمام کرتا ہے، اور کسی کو توہین کا حق نہیں دیتا اور توہین کرنے والے کو مجرم سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے آئین پاکستان میں بھی اس آزادی کو مشروط کیا گیا ہے۔ [381]

عالمی دنیا میں پاکستان کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے، کہ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کو سلب کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے، کہ وہ کونسا ایسا حق ہے، جو ان کو نہیں ملا؟۔ دراصل اس پروپیگنڈے کا مقصد یہ ہے، کہ آزادی تحریر و تقریر پر آئین پاکستان کی طرف سے جو حدود و قیود نافذ ہیں، ان حدود کی قید سے آزاد ہو کر اس حق کی آڑ میں نبی کریم ﷺ کی شان میں اور اسلام کی شان میں آزادانہ گستاخی کا حق چاہتے ہیں، جو کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے۔ [382] آئین پاکستان کے مطابق

---

380 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:11

381 صفدر حیات صفدر، آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء تجزیہ و تبصرہ، ص:30

382 بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، ص:223

تمام مذاہب اور مقدس شخصیات اور مقامات کا احترام تمام شہریوں پر خواہ مسلم ہیں یا غیر مسلم لازم ہیں۔ لہذا ان کے اس مطالبے کو ماننے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، کہ ان کو اس گستاخی کی اجازت مل جائے گی۔ ان کو اپنے اس رویے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

آئین کے آرٹیکل 19 کے مطابق اظہار رائے کی آزادی کی آڑ میں پاکستان کی سالمیت اور ساکھ کو نقصان پہنچانا آئین

و قانون کی خلاف ورزی ہے۔ لیکن 1995ء میں آسٹریا میں کاتھولک صحافیوں کی بین الاقوامی کانگریس منعقد کی گئی تھی، جس میں پاکستان سے بھی تقریبا 10 صحافیوں نے شرکت کی تھی۔ اس کانگریس کا مرکزی موضوع "تشدد بھری دنیا میں امن کی اخلاقیات"۔ پاکستانی صحافیوں کی جانب سے اس کانگریس میں توہین رسالت کے قانون کا شکار ہونے والوں اور اس قانون کے اقلیتوں پر اثرات پر روشنی ڈالی گئی۔ اسکے علاوہ انھوں نے وہاں پر ایک اسٹال بھی لگایا تھا، جس میں مختلف شرٹس پر اس قانون کے خاتمے کے لیے نعرے درج کیے گیے تھے۔ اسکے علاوہ توہین رسالت کے قانون کو امتیازی قانون کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے کتب و رسائل کا اسٹال بھی لگایا گیا تھا۔ اس کانگریس میں پاکستانی کاتھولک صحافیوں نے پاکستان کو بدنام کرنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔[383] اسکے علاوہ مختلف تحریروں کے ذریعے بھی پاکستان کو بدنام کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔

مملکت پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے تمام شہریوں کا یہ فریضہ ہے، کہ وہ پاکستان کے آئین و قانون کا احترام کریں، اور اسکو من و عن قبول کریں۔ اور آئین و قانون کی طرف سے جو حدود و قیود ہیں، ان سے تجاوز کر کے ملک کے امن و سلامتی کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اور ان حدود و قیود کا احترام کر کے ایک محب وطن ہونے کا ثبوت دیں۔

آزادی اجتماع

383 بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، ص:225

ایک باشعور اور مہذب معاشرے کی یہ خصوصیت ہے، کہ وہاں پر تمام افراد کے تمام حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ان حقوق میں ایک حق اجتماع کا بھی ہے۔ یعنی کسی مقصد کے لیے پر امن طریقے سے ایک جگہ پر جمع ہو جانا۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 16 میں ہے:

"امن عامہ کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو پر امن طور پر اور اسلحہ کے بغیر جمع ہونے کا حق حاصل ہے"۔[384]

پاکستان میں تمام غیر مسلموں کو حق اجتماع حاصل ہے، چاہے انکا اجتماع سیاسی مقاصد کے لیے ہو، یا اپنی کسی حق تلفی کی وجہ سے احتجاجا جمع ہوئے ہو، انکو مکمل آزادی حاصل ہے۔ لیکن یہ حق اجتماع تمام شہریوں کے لیے مشروط ہے، کہ اس حق کو استعمال کرنے سے دوسروں کی حق تلفی نہ ہو، یا امن و امان کی بگاڑ کا باعث نہ بنیں۔ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اس حق پر کوئی پابندی نہیں ہے، نہ اسکو محدود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسکی مثال ہمیں الیکشن کے دنوں میں ملتی ہے، کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم رعایا بھی مختلف قسم کے اجتماعات منعقد کرتے ہیں، اور آزادانہ اپنی سیاسی سرگرمیاں جاری رکھتے ہیں اور اپنے نمائندوں کو منتخب کرتے ہیں۔

اسکے علاوہ اپنی کسی حق تلفی کی صورت میں غیر مسلم رعایا کو پاکستان میں احتجاج کرنے کا بھی پورا حق حاصل ہے۔ لیکن احتجاج کا مطلب یہ نہیں ہے، کہ توڑ پوڑ کی جائیں، اور اپنے حق تلفی کی تدارک کے لیے دوسروں کے حقوق کو نقصان پہنچایا جائیں۔ اس بات کی اجازت کوئی بھی مہذب معاشرہ نہیں دیتا۔ قانون اور تہذہب کے دائرے میں احتجاج کا حق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے:

﴿"لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ"﴾۔[385]

"بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے"۔

لیکن احتجاج یا کسی بھی قسم کی اجتماع کی آڑ میں امن وسلامتی کو نقصان پہنچانے کی اجازت آئین و قانون پاکستان میں کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ مملکت پاکستان میں بہت ایسے واقعات سامنے آئیں ہے، جن میں غیر

---

384 محمد ریاض، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ص:10

385 النساء:4/148

مسلم رعایا کی جانب اس حق کے حد سے تجاوز کیا گیا ہے۔اس بات کے ثبوت میں جب شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کا اضافہ، اور قانون توہین رسالت کے خاتمے اور توہین رسالت کے مرتکب منظور مسیح کے قتل پر احتجاج کرتے ہوئے جو لائحہ عمل بنایا گیا تھا، وہ واضح طور پر آئین پاکستان کی خلاف ورزی تھی۔اس احتجاج میں بڑے پیمانے پر توڑ پوڑ اور تقریباً 100 کے قریب گاڑیوں کو نظر آتش کیا گیا تھا، پولیس سے ٹکراؤ اور آنسو گیس کی شیلنگ سے بہت سے لوگ متاثر ہوئے تھے، اسکے علاوہ ہر طرح سے قانون کو ہاتھ میں لیا گیا۔(386) اسکے علاوہ اشتعال انگیز، اور ملک دشمن بیانات دیئے گئے، کہ اگر شناختی کارڈ سے مذہب کا خانہ نہ ہٹایا گیا، تو صلیبی جنگوں کی یاد تازہ ہو جائے گی۔اسکے علاوہ اقوام متحدہ سے پاکستان کی امداد بند کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔(387) اسکے علاوہ ان کی طرف اقوام متحدہ کے سیکٹری جنرل اور انسانی حقوق کے کمیشن سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا، "کہ مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی کے معاملہ کو پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزی سے منسلک کریں۔(388)

غیر مسلموں کی طرف سے اس قسم کا رویہ آئین پاکستان کی خلاف ورزی ہے۔آئین پاکستان میں یہ حدود تمام شہریوں کے لیے ہے، اور سب پر ان حدود سے تجاوز کرنا جرم ہے۔

منصب وملازمت

آئین پاکستان کے ارٹیکل 27 کے مطابق:

"کسی شہری سے جو پاکستان کی خدمت میں تقرری کا اہل ہو، نسل، مذہب، ذات، جنس، یا، رہائش یا جائے پیدائش کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا"۔(389)

آئین پاکستان نے غیر مسلموں کو خصوصی اہمیت دی ہے، اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ضمانت دی ہے۔اسکے علاوہ پاکستان میں غیر مسلموں کی ملازمت کے لیے خصوصی کوٹہ بھی مختص کیا گیا ہے۔آئین کے آرٹیکل 36 میں ہے:

---

386 روزنامہ "جنگ"، "پاکستان"، "خبریں"، 16 نومبر، 1992ء۔

387 ذولفقار سندھو، جنرل سیکرٹری، پاکستان مسیحی پارٹی، بحوالہ روزنامہ، پاکستان، 29 نومبر، 1992ء۔

388 ہفت روزہ "زندگی"، 14 مئی 1992ء۔

389 محمد ریاض، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ص:15

"مملکت اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا، جن میں وفاقی اور صوبائی، ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے، تحفظ کرے گی"۔[390]

اسلامی احکامات کی روشنی میں پاکستان میں تمام اقلیتوں کو سرکاری ملازمتوں کا پورا حق حاصل ہے، اور ساتھ میں انکو کاروبار کے میدان میں بھی آزادی اور تحفظ دیا گیا ہے۔ لیکن ایک اصولی اسلامی نظریاتی ملک ہونے کے سبب آئین پاکستان کے مطابق غیر مسلم کسی انتظامی، بنیادی اور مرکزی عہدوں پر فائز نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ پاکستان ایک مسلم اکثریتی ملک ہے، اور ان انتظامی، بنیادی اور مرکزی عہدوں پر مسلمانوں کا حق ہے، لہذا جب آئین غیر مسلموں کے حقوق کی تحفظ کی ضمانت دیتا ہے، تو مسلم رعایا کے حقوق کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔ لہذا آئین کے آرٹیکل (B)41 کے مطابق:

"صدر پاکستان مسلمان ہوگا"۔[391]

آئین کے آرٹیکل (C)91 کے مطابق:

"وزیر اعظم پاکستان کے منصب کے لیے مسلمان ہونا لازم ہے، اور اسکا انتخاب پارلیمنٹ کے مسلم اراکین میں سے کیا جائیگا"۔[392]

آئین کے آرٹیکل (C)203 کے مطابق:

"وفاقی شرعی عدالت کے جج مسلمان ہونگے، اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ میں تین مسلمان جج ہونگے"۔[393]

ان عہدوں کے علاوہ باقی تمام ریاستی مناصبوں پر کوئی بھی اقلیتی فرد کو نامزد کیا جاسکتا ہے۔

دستور اور قانون کی اطاعت

آئین کے آرٹیکل 5 کے مطابق:

---

[390] ایضا، ص:17

[391] ایضا، ص:21

[392] محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:57

[393] ایضا، ص:119

(الف): "مملکت سے وفاداری ہر شخص کا بنیادی فرض ہے"۔

(ب): "دستور اور قانون کی اطاعت ہر شہری خواہ وہ کہیں بھی ہو اور ہر شخص کی جو فی الوقت پاکستان میں ہو، واجب التعمیل ذمہ داری ہے"۔ [394]

کسی بھی ملک کی ترقی اور تنزلی کا انحصار قانون کی پابندی پر منحصر ہے۔ ہر ملک اپنا نظام چلانے کے لیے قوانین وضع کرتی ہے، جس کی پابندی کرنا اس ملک کے باشندوں پر لازم و ملزوم ہے، اور ان قوانین کی پابندی پر امن زندگی کی ضمانت دیتی ہے۔ اس کے برعکس ملک کے قانون کی خلاف ورزی کرنا اور اس قانون کو ماننے سے انکار کرنا ملک میں افراتفری اور فساد کے پھیلاو کا باعث بنتا ہے۔ اور اس ملک کے افراد اور پورے معاشرے کا سکون غارت کر دیتا ہے۔

آئین پاکستان جو بظاہر چند صفحوں کی کتاب ہے، لیکن ان چند صفحوں میں مملکت پاکستان کے شہریوں کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک ہے، جس کی اکثریتی آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ آئین کے مطابق اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہے، اور ملک میں قانون سازی اسلامی اصولوں پر ہوگی۔ لہذا اس آئین میں جب غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کے لیے جو اقدامات اٹھائے گئے ہیں، اور مسلمانوں پر اقلیتوں کے حقوق کا احترام لازم کیا گیا ہے، تو ایسے ہی غیر مسلموں پر بھی لازم ہے، کہ وہ پاکستان کے تمام قوانین کا احترام کریں، اور ان قوانین پر سختی سے عمل کریں۔ ان پر تنقید نہ کریں، اور اپنے حدود کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے رائے کا اظہار کریں۔

پاکستان میں اقلیتوں کی جانب سے بے شمار دفعہ پاکستان کے قانون کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے، اور اس قانون کو ماننے سے انکار کیا گیا ہے۔ خاص طور پر ان قوانین کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، جو اسلامی قوانین ہیں، اور اس سلسلے میں بڑی دلیری دکھاتے ہیں۔ ان غیر مسلموں کے چند افکار و اقوال کا ذکر کرتے ہیں:

1. "295 C اقلیتی کی آزادی اور انسان دشمن قانون ہے۔" [395]
2. "یہ قانون بذات خود ہمارے معاشرے کی عدم رواداری کا ثبوت ہے۔" [396]

---

[394] ایضا، ص:4

[395] "شالوم"، جنوری، 1995ء، ص:22

[396] "کاریتاس"، جنوری، 1994ء، کالم:1، ص:28

3. "اس قسم کے قوانین غیر انسانی ہے، انھیں فورا ختم کرنا چاہئیے۔"[397]

4. "جس قدر قوانین شریعت کے نام بنائے گئے ہیں، وہ سب کے سب اقلیتوں کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ جداگانہ طریقہ انتخاب کے بطن سے ہی شاتم الرسول ﷺ کے قانون نے جنم لیا"۔[398]

5. "یہ قانون ختم کیا جائے، بصورت دیگر پاکستان کی اقلیتیں راست اقدام پر مجبور ہوں گی، جن کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہو گی۔"[399]

اس کے علاوہ آئین پاکستان میں شامل تمام شرعی قوانین کی مخالفت کی گئی، اور ان پر لطیفے بنائے گئے، اور ان قوانین کے لیے کالا قانون جیسے الفاظ کا استعمال کیا گیا۔ جو آئین پاکستان کی کھلم کھلا اور اعلانا خلاف ورزی ہے۔ مملکت پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے تمام مسلم اور غیر مسلم رعایا پر قانون کے حدود اور ضابطے لاگو ہوتے ہیں، جن کی پاسداری سب پر فرض ہے۔ لہذا ان حدود سے تجاوز کرنا جرم ہے۔

تعلیمی آزادی

آئین کے آرٹیکل 25 (الف) کے مطابق:

"ریاست پانچ سے سولہ سال کی عمر کے تمام بچوں کے لیے مذکورہ طریقہ کار پر جیسا کہ قانون کے ذریعے مقرر کیا جائے، مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی"۔[400]

پاکستان میں تعلیم کے حصول کے لیے رنگ، نسل، مذہب کی بنا پر کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا۔ اسی وجہ سے پاکستان میں غیر مسلموں کو بھی تعلیم کے حصول میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی اور نہ آئی گی۔ پاکستان میں کبھی بھی کسی اقلیتی فرد کو اس کے مذہب کی وجہ سے تعلیم سے نہیں روکا گیا۔ غیر مسلم آزادانہ طور پر مسلم تعلیمی اداروں میں داخلہ لے سکتے ہیں، اسکے علاوہ انکو آئین پاکستان میں اس بات کی بھی اجازت حاصل ہے، کہ وہ ملک میں اپنی الگ تعلیمی ادارے بنالیں۔ پاکستان کے

---

397 " جفاکش"، جنوری، 1994ء، کالم:3، ص:4

398 "شاداب" اگست، 1994ء، کالم:1، ص:8

399 ایضا

400 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:15

مختلف شہروں لا تعداد ایسی تعلیمی ادارے ہیں، جو اقلیتوں نے قائم کئے ہیں۔ ان اداروں کو اپنا نظام چلانے کے لیے کسی پابندی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، اور پوری آزادی کے ساتھ ان اداروں میں طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ ان کی یہ اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے، کہ ان کے قائم کردہ تعلیمی اداروں میں اگر کوئی مسلم تعلیم کی روشنی حاصل کر رہا ہو، تو اس کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہ کیا جائیں، اور نہ ان کی تعلیمی اداروں میں اسلامی اقدار اور روایات کو تنقید اور مذاق کا نشانہ بنایا جائے۔

اکثر ایسے واقعات سامنے آجاتے ہیں، جن میں غیر مسلم اپنی اس آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسلامی شعائر اور اصولوں کو تضحیک کا نشانہ بنا لیتے ہیں۔ جس کی دلیل میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے، کہ کراچی کے سینٹ جوزف کالج میں پاپردہ طالبہ کو کالج کے اساتذہ کی جانب سے اس کے پردہ کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور اسکا مذاق اڑایا گیا، اور مختلف قسم کی سزائیں دی گئی۔ (401)

آئین پاکستان میں غیر مسلموں کو تعلیمی آزادی دینے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے، کہ وہ اس آزادی کو اسلام دشمنی میں استعمال کریں۔ آئین پاکستان کے رو سے یہ آئین کی خلاف ورزی ہے، جسکی اجازت کسی بھی شہری کو حاصل نہیں ہے۔

401 روزنامہ "نوائے وقت"، لاہور، 25 ستمبر 1996ء۔

فصل دوم

غیر مسلموں کے وقوع پذیر واقعات اور آئین و قانون

ہر ریاست کا اپنا ایک قانون اور دستور ہوتا ہے، جس کی پاسداری رعایا پر لازمی ہے۔ اسی طرح اسلامی ریاست کا ایک شرعی دستور اور قانون ہے، جس کی بالادستی کا خیال رکھنا اور تقاضوں کو پورا کرنا غیر مسلم رعایا پر لازم ہے۔ اور جو حدود ان کے لیے متعین ہیں، ان سے تجاوز کرنا ان کے لیے ممنوع ہے۔

اسلامی ریاست میں موجود غیر مسلم رعایا کی فلاح و بہبود اور حقوق مسلم رعایا کی طرح یکساں محفوظ ہیں، لیکن اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان کی فلاح و بہبود و حقوق کے متعین حدود اور قیود اور کچھ پابندیاں بھی ہیں جن سے تجاوز کا حق نہیں دیا جا سکتا۔

آجکل جو مسائل جنم لے رہے ہیں ان کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ بعض غیر مسلم رعایا اپنے حدود سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اور اپنے حقوق کی آزادی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، ساتھ ہی دینی تعلیمات کو ہدفِ تنقید بنا کر بدنام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مقدسات کو ہدف تنقید بنانے اور بے حرمتی سے بھی باز نہیں آتے اور آزادی اظہار رائے کے نام پر لوگوں کو مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

اگر رعایا اسی طرح اپنے حدود سے تجاوز کرتی رہے، تو ریاست کے اندر بدامنی کی فضا قائم ہو گی۔ اس کے ساتھ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے واقعات میں اضافہ بھی ہو گا۔ اور یوں ریاست کو اپنی رٹ قائم کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا اور نقضِ امن کا خطرہ لاحق ہو گا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کئی ایسے واقعات سامنے آئے ہیں جن میں آسیہ بی بی کا واقعہ، عورت مارچ کا واقعہ، اور حال ہی میں فیصل قتل کا واقعہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام اور ریاست کے متعین کردہ حقوق اور حدود سے تجاوز کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں بدامنی کی صورتِ حال پیدا ہوتی ہے۔ ذیل میں چند ایسے واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں غیر مسلموں کی جانب سے اپنے حدود سے تجاوز کیا گیا ہے، جو ملک میں بدامنی کا باعث بنا ہے۔

آسیہ مسیح کیس 2009ء

2009ء میں آسیہ مسیح کا ایک باغ میں کام کرتے ہوئے چند عورتوں سے تلخ کلامی ہوئی، اور اسی جھگڑے

میں پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف توہین آمیز کلمات کہے، اور بعد میں پنچائیت کے سامنے اپنی اس غلطی کا اعتراف کیا، اور اپنی غلطی پر معافی بھی مانگی۔ جون 2009ء میں ضلع ننکانہ صاحب کی عدالت میں 295c قانون کے تحت اس پر توہین رسالت کے الزام میں مقدمہ درج کیا گیا۔ 2010ء میں سیشن کورٹ نے کیس کا فیصلہ سناتے ہوئے آسیہ مسیح کو سزائے موت سنادی۔

آسیہ نے سیشن کورٹ کا فیصلہ لاہور ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا، جس پر چار سال بعد 2014ء میں کاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ سناتے ہوئے سیشن کورٹ کے فیصلے کی توثیق کر دی۔

آسیہ مسیح نے 2015ء میں ہائی کورٹ کا فیصلہ سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ سپریم کورٹ نے کیس کو سماعت کے لیے منظور کیا، اور تین رکنی بینچ نے کیس کی سماعت کی، اور اٹھ اکتوبر 2018ء کو تین رکنی بینچ نے متفقہ طور پر فیصلہ سناتے ہوئے آسیہ مسیح کے خلاف کیس کو خارج کرنے کا حکم دیا، اور ان کی رہائی کا بھی حکم دیا۔

قانونی ماہرین نے آسیہ مسیح کی رہائی اور کیس خارج ہونے کی جو بنیادی وجوہات بیان کی ہیں:

- ایف-آئی-آر درج کرنے میں تاخیر کرنا، اور تاخیر کی وجوہات پیش نہ کرنا۔
- گواہوں کے بیانات میں تضاد۔
- آسیہ مسیح کے پنچائیت کے سامنے اعتراف جرم پر انحصار کرنا۔[402]

آسیہ مسیح کیس کی سرکاری سرپرستی اور ہمدردیاں

توہینِ رسالت کی مجرمہ خاتون کو معافی دِلانے کے لئے گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے سرکاری سرپرستی کی اور ان سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے، کہ میں صدر آصف علی زرداری کو توہینِ رسالت کے اِلزام میں عدالت سے سزائے موت پانے والی ۴۵ سالہ عیسائی خاتون آسیہ کا معافی نامہ پیش کروں گا۔ اُمید ہے، کہ صدر زرداری آسیہ کو معافی دے دیں گے۔ آسیہ کو معافی ملنے سے مذہبی حلقوں سے تصادم نہیں ہوگا، یہ مذہب نہیں انسانیت کا معاملہ ہے۔ آسیہ نے معافی کی درخواست دے دی ہے، اور اس کی سزا بدستور برقرار ہے۔ میں عدالتی فیصلے میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا، لیکن آسیہ کی

402 https://www.bbc.com/urdu/pakistan-47020899 30/09/2021

سزا اِنسانیت کے ناطے معاف کرانے کی کوشش کروں گا۔ وہ توہینِ رسالت کے جرم میں سزائے موت کے اِنتظار میں شیخوپورہ جیل میں قید ننکانہ صاحب کے گاؤں اٹاں والی کی رہائشی آسیہ کے ہمراہ میڈیا سے گفتگو کر رہے تھے، اس موقع پر آسیہ بی بی نے کہا، کہ اس کے خلاف جھوٹا مقدمہ بنایا گیا، وہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو آخری نبی مانتی ہے۔ گورنر پنجاب نے میڈیا سے گفتگو میں کہا کہ بے بسوں کو ایسے مقدمات میں ملوث کر کے مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔ یہ تاثر غلط ہے، کہ میں عالمی دباؤ کی وجہ سے آسیہ سے جیل ملنے آیا ہوں۔ میں پہلے بھی اس کیس کا جائزہ لے رہا تھا، اور میری ہمیشہ کوشش رہی، کہ عدالتیں بے بسوں کے حق میں فیصلے دیں، لیکن میں عدالت کے کام میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ صدر سے آسیہ کو معافی ملنے سے مذہبی تصادم نہیں ہو گا، کیونکہ یہ مذہبی نہیں، انسانیت کا معاملہ ہے۔ ہم اس معاملے میں مذہب نہیں لانا چاہتے۔ ہم جناح و بھٹو کے وارث ہیں اور ترقی پسند پاکستان دیکھنا چاہتے ہیں، اور ان کے اُصولوں کے مطابق ملک کو روشن خیال، ترقی پسند ملک بنانا چاہتے ہیں۔ گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے کہا کہ آسیہ بی بی کا معافی نامہ میں خود صدر کو پیش کروں گا۔ ہم یہ پیغام دینا چاہتے ہیں، کہ پیپلز پارٹی اقلیتوں کی حفاظت کرتی رہے گی، اور ہم انہیں اس قسم (توہینِ رسالت جیسے) مقدمات کا ہدف نہیں بننے دیں گے۔ ہم توہینِ رسالت کے قانون کی حمایت نہیں کرتے، تاہم ہماری حکومت مخلوط ہے اور تبدیلی کے لئے سب کو ایک ہی کشتی میں سوار ہونا پڑے گا۔ [403]

مزید سلمان تاثیر نے C-295 کا قانون توہین رسالت جو قرآن و سنت کی روشنی میں بنا تھا، کو کالا قانون کہہ کر سوشل میڈیا ٹوئٹر (Twitter) پر اپنا یہ پیغام نشر کیا:

> "مجھ پر توہین رسالت کے قانون کے سلسلے میں دائیں بازو کی قوتوں کے سامنے جھکنے کے لیے شدید دباؤ ہے، تاہم اگر میں اس موقف پر آخری شخص بھی رہ گیا تب بھی ایسا نہیں کروں گا، میں ایسے لوگوں کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں"۔ [404]

---

403 روزنامہ "امت"، 20نومبر 2010ء۔ 01/10/2021

404 https://ur.wikipedia.org/wiki/ممتاز_قادری#سلمان_تاثیر_کے_قتل_کا_پس_منظر 01/10/2021

سلمان تاثیر کا آسیہ مسیح کو مظلومہ اور بے قصور کہنا اور قرآن و سنت کی روشنی میں بننے والے قانون توہین رسالت C-295 کو کالا قانون کہنا، وغیرہ اس کے قتل کا سبب بنا، اور چار (4) جنوری 2011 کو اس کے اپنے سکیورٹی پر مامور پولیس نوجوان ممتاز قادری نے اسلام آباد کی کوہسار مارکیٹ کے باہر گولیاں مار کر قتل کر دیا۔ [405]

شہباز بھٹی کا قتل، (2011ء)

سلمان تاثیر کے قتل کے واقعے کے دو ماہ بعد شہباز بھٹی جو اس وقت اقلیتی امور کے وزیر تھے، اور آسیہ مسیح کیس میں اس کی رہائی کے لئے سلمان تاثیر کی طرح بڑے سرگرم تھے، اور سلمان تاثیر کے قتل کے بعد اکثر ٹی-وی چینلز پر قانون توہین رسالت کی مخالفت کرنے پر اس کو بھی 2 مارچ 2011 کو قتل کر دیا گیا۔ اسکے قتل کی ذمہ داری تحریک طالبان پاکستان نے قبول کی ہے۔ [406]

طاہر نسیم کا قتل (2020)

29 جولائی 2020 کو پشاور کے عدالت میں طاہر نسیم، جس پر یہ الزام تھا، کہ وہ توہین رسالت کا مرتکب ہوا ہے، اس کو فیصل نامی شخص نے عدالت میں ہی گولی مار کر قتل کر دیا۔

1987 سے اب تک توہین رسالت کے مقدمات اور ماورائے عدالت قتل کے اعداد و شمار

1987ء میں قانون توہین رسالت بننے کے بعد اب تک تقریباً 702 مقدمات درج ہوئے ہیں، جن میں تقریباً 62 افراد کو ماورائے عدالت قتل کیا گیا ہے۔ توہین رسالت کے 74٪ واقعات پنجاب میں درج ہوئے ہیں۔ ان کیسز میں تقریباً 173 کیسز کی تصدیق ہوئی ہے۔ توہین رسالت کے الزام میں ماورائے عدالت قتل ہونے والوں میں:

- راشد الرحمان
- جسٹس (ر) عارف اقبال بھٹی
- سابق وفاقی وزیر شہباز بھٹی
- سابق گورنر سلمان تاثیر

---

405 دی گارڈین، 5 جنوری 2011۔ 01/10/2021

406 https://www.bbc.com/news/world-south-asia-12617562 02/10/2021

- ساون مسیح (جسے ہائیکورٹ سے بریت کے بعد عدالت کے احاطے میں قتل کر دیا گیا)
- یوسف کذاب
- گوجرہ میں جلائے جانے والے شمع اور سجاد مسیح وغیرہ شامل ہیں۔[407]

پنجاب کی مختلف جیلوں میں بھی توہین رسالت کے متعدد مجرمان اور ملزمان قید ہیں۔ ڈسٹرکٹ جیل گجرات میں قید ندیم مسیح کے خلاف سرائے عالمگیر کے یاسر نے واٹس ایپ پر توہین آمیز نظم بھیجنے پر 295 سی کے تحت توہین رسالت کا مقدمہ درج کرایا۔[408] اڈیالہ جیل میں قید برطانوی شہری اصغر کو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے پر سزائے موت ہو چکی ہے۔[409] راجن پور سے تعلق رکھنے والے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی کے لیکچرار جنید حفیظ پر دفعہ 295 سی کے تحت مقدمہ زیر سماعت ہے۔ وہ ڈسٹرکٹ جیل ساہیوال میں قید ہے، اس پر فیس بک پر ملا منافق کے نام سے ایک گروپ بنانے اور یونیورسٹی میں توہین آمیز پمفلٹ بانٹنے کا الزام ہے۔[410] ایک رپورٹ کے مطابق صوبائی دارالحکومت سمیت پنجاب میں گزشتہ 7 سالوں کے دوران توہین رسالت سمیت دیگر توہین مذہب کے 1249 کیسز ریکارڈ کئے گئے، جن میں سب سے زیادہ کیسز سرگودھا ڈویژن میں ہوئے، جن کی تعداد 172 ہے، دوسرے نمبر پر گوجرانوالہ ڈویژن جہاں یہ تعداد 168 ہے، تیسرے نمبر پر فیصل آباد ڈویژن 157، چوتھے نمبر پر لاہور ڈویژن 145، پانچویں نمبر پر ملتان ڈویژن 142، چھٹے نمبر پر ڈیرہ غازی خان ڈویژن 124، ساتویں نمبر پر بہاول پور ڈویژن 113، آٹھویں نمبر پر راولپنڈی ڈویژن 82 اور نویں نمبر پر ساہیوال ڈویژن 68 اور دسویں نمبر پر شیخوپورہ ڈویژن 60 تعداد ہے۔ جنگ کو ملنے والے پولیس ڈیٹا کے مطابق مذہبی جرائم کے کیسز تعزیرات پاکستان کی شق 295 سی (توہین رسالت)، 295 (مذہبی مقامات کی توہین)، 295اے (کسی بھی مذہب کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرنا) 295بی، (قرآن پاک کی توہین) اور 298 (مذہبی دل آزاری سے متعلق) کے تحت درج ہوتے ہیں۔ پولیس کی جانب سے مرتب کئے جانے والے ڈیٹا کے مطابق گزشتہ 7 سالوں میں صوبے بھر میں توہین رسالت 295 سی کے تحت 82 مقدمات درج کئے گئے، جبکہ دیگر دفعات 295، 295اے، 295بی

---

407 https://jang.com.pk/news/570700 02/10/2021

408 روزنامہ نوائے وقت، 15 ستمبر، 2017

409 روزنامہ، جنگ، ۱۰ نومبر، 2018

410 اردو نیوز، 21 دسمبر، 2019

اور 298 کے تحت 1094 مقدمات درج کئے گئے۔ مذہبی جرائم کے سب سے زیادہ کیسز 2014ء میں ہوئے، جن کی تعداد 344 ہے، جبکہ 2012ء میں 314، 2015ء میں 209، 2016ء میں 167، 2017ء میں 126 اور 2018ء میں 84 کیسز ریکارڈ کئے گئے، جبکہ 2013ء میں مذہبی جرائم کا ایک بھی کیس ریکارڈ نہیں ہوا۔ [411]

آئین پاکستان و قانون

مجموعہ تعزیرات پاکستان، 1860ء (Pakistan penal code,Act XLV of 1860)

پاکستان پینل کوڈ (اردو: مجموعہ تعزیرات پاکستان)، جسے پی پی سی کہا جاتا ہے، پاکستان میں عائد تمام جرائم کے لیے تعزیراتی ضابطہ ہے۔ یہ اصل میں لارڈ میکالے نے 1860 میں حکومت ہند کی جانب سے تعزیرات ہند کے طور پر ایک عظیم مشاورت سے تیار کیا تھا۔ 1947 میں آزادی کے بعد، پاکستان کو ایک ہی ضابطہ وراثت میں ملا، اور بعد میں مختلف حکومتوں کی طرف سے کئی ترامیم کے بعد، پاکستان میں یہ اب اسلامی اور انگریزی قانون کا مرکب ہے۔ فی الحال پاکستان پینل کوڈ اب بھی نافذ العمل ہے اور پاکستان کی سینیٹ اس میں ترمیم کر سکتی ہے۔

باب 15

جرائم کے بارے میں اس پینل کوڈ کے چیدہ چیدہ اہم قوانین اور دفعات کا جائزہ زیر بحث فصل میں تجزیے کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہے۔ اس حوالے سے باب 15 اہمیت کا حامل ہے، جس کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

مذہب سے متعلق جرائم کے بارے میں

295: کسی بھی طبقے کے مذہب کی توہین کرنے کے ارادے کے ساتھ عبادت گاہ کو نقصان پہنچانا یا ناپاک کرنا۔

" جو بھی کسی عبادت گاہ کو تباہ کرتا ہے، نقصان پہنچاتا ہے یا ناپاک کرتا ہے، یا کسی بھی طبقے کے لوگوں کی طرف سے مقدس قرار دی گئی کسی چیز کو، اس طرح سے کسی بھی طبقے کے لوگوں کے مذہب کی توہین کرتا ہے یا اس علم کے ساتھ کہ کسی بھی طبقے کے لوگ اس تباہی کے نقصان پر غور کر سکتے ہیں یا ان کے مذہب کی توہین ہے۔ دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائے گی"۔ [412]

---

411 https://jang.com.pk/news/570700 02/10/2021

412 محمد الیاس بھٹی، مجموعہ تعزیرات پاکستان 1860ء معہ ضابطہ، یاسر لاء بک ہاؤس، ص:167

295 A: کسی بھی طبقے کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرتے ہوئے ان کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے جان بوجھ کر اور بدنیتی پر مبنی اقدامات:

"جو بھی پاکستان کے شہریوں کے کسی طبقے کے مذہبی جذبات کو لفظوں کے ذریعے، یا تحریر کے ذریعے، یاد کھائی دینے والے خاکوں کے ذریعے، اس طبقے کے مذہب یا مذہبی عقائد کی بے حرمتی کرے، یا بے حرمتی کی کوشش کرے، تو اس کو دس سال تک قید کی سزا ہو سکتی ہے، یا جرمانہ کی سزا ہو سکتی ہے، یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہے"۔[413]

295 B: قرآن پاک کے نسخے کی بے حرمتی وغیرہ کرنا:

"جو بھی جان بوجھ کر قرآن پاک کے ایک نسخے کو ناپاک، نقصان پہنچاتا یا اس کی بے حرمتی کرتا ہے یا اسے کسی توہین آمیز طریقے سے یا کسی غیر قانونی مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی"۔[414]

295 C: نبی کریم ﷺ کی شان میں توہین آمیز الفاظ وغیرہ کا استعمال کرنا:

"جو کوئی بھی الفاظ کے ذریعے، خواہ وہ الفاظ بولے جائے، یا تحریر کیے جائے، یاد کھائے دینے والے خاکوں کے ذریعے، غلط فہمی یا بدگمانی سے، براہ راست یا بالواسطہ طور پر نبی کریم ﷺ کے پاک نام مقدس کی توہین کریگا، تو اسے موت یا عمر قید کی سزا دی جائیگی، اور اس پر جرمانہ بھی واجب الادا ہو گا"۔[415]

296: مذہبی اجتماع میں روکاوٹ ڈالنا:

"جو شخص بھی ان مذہبی اجتماعات میں، جن میں جائز مذہبی رسومات کی ادائیگی کی جا رہی ہو، تو اسے اس کی سزا میں ایک سال تک قید کیا جائیگا، یا جرمانے کی سزا، یا دونوں سزائیں دی جائیگی"۔[416]

297: قبرستان یا تدفین کے مقامات میں بے جا مداخلت کرنا:

---

413 محمد الیاس بھٹی، مجموعہ تعزیرات پاکستان 1860ء معہ ضابطہ، ص:167

414 ایضا، ص:168

415 ایضا

416 ایضا

"جو بھی ، کسی شخص کے جذبات کو مجروح کرنے کے ارادے سے ، یا کسی شخص کے مذہب کی توہین کرنے کے لیے ، یا اس علم کے ساتھ کہ کسی بھی شخص کے جذبات کے زخمی ہونے کا امکان ہے ، یا کسی بھی شخص کے مذہب کی توہین کا امکان ہے ۔اس طرح ، کسی عبادت گاہ یا مجسمہ سازی کی جگہ ، یا جنازے کی رسومات کی انجام دہی کے لیے مختص کردہ جگہ یا مردہ کی باقیات کے لیے مختص مقام کی جگہ ، وغیرہ پر بے جا مداخلت کریگا، یا لاش کی بے حرمتی کرے، یا ان لوگوں سے لڑائی جھگڑا کرے، جو وہاں تدفین کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ تو ایسے شخص کو قید کی سزا دی جائے گی، جس کی مدت ایک سال ہوگی، یا اسکو جرمانہ کی سزا ہوگی، یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہے"۔[417]

298: مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لیے جان بوجھ کر الفاظ وغیرہ کا استعمال کرنا۔

"جو بھی، کسی شخص کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے ارادے سے، اس شخص کی سماعت میں کوئی لفظ بولتا ہے یا کوئی آواز دیتا ہے یا اس شخص کی نظر میں کوئی اشارہ کرتا ہے یا اس شخص کی نظر میں کوئی چیز رکھتا ہے، تو ایسے شخص یا تو قید کی سزا دی جائیگی، جس کی مدت ایک سال تک ہوگی، یا اس کو جرمانہ کی سزا دی جائیگی، یا دونوں سزائیں دی جائیگی"۔[418]

298 A: مقدس شخصیات کے حوالے سے توہین آمیز الفاظ وغیرہ کا استعمال:

"جو کوئی بھی الفاظ کے ذریعے، خواہ وہ الفاظ بولے جائے، یا تحریر کیے جائے، یا دکھائے دینے والے خاکوں کے ذریعے، غلط فہمی یا بدگمانی سے، براہ راست یا بالواسطہ طور پر نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ (ام المؤمنین)، یا خاندان کے افراد (اہل بیت) کے مقدس نام کی بے حرمتی کرے، یا نبی ﷺ کے خلفاء راشدین، یا ساتھیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی متبرک نام کی بے حرمتی کریگا، تو ایسے شخص کو یا تو قید کی سزا سنائی جائیگی، جس کی مدت تین سال تک ہوگی، یا جرمانے کی سزا، یا دونوں سزائیں دی جائیگی"۔[419]

298 B: مخصوص مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مختص کردہ القاب، تفصیل اور عنوانات وغیرہ کا غلط استعمال:

---

417 محمد الیاس بھٹی، مجموعہ تعزیرات پاکستان 1860ء معہ ضابطہ،، ص:168

418 ایضا

419 ایضا، ص:169

- " قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ کا کوئی بھی فرد (جو خود کو احمدی کہتا ہے یا کسی دوسرے نام سے منسوب کرتا ہے)، جو کوئی بھی الفاظ کے ذریعے، خواہ وہ الفاظ بولے جائے، یا تحریر کیے جائے، یا دکھائے دینے والے خاکوں کے ذریعے":

1. "نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلیفہ، یا صحابی کے علاوہ کسی اور کو امیر المؤمنین، یا خلیفہ المسلمین یا صحابی رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب کرے، یا مخاطب کریں"۔
2. "نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی اور کو ام المؤمنین کا خطاب دیں، یا پکاریں"۔
3. "نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خاندان کے علاوہ کسی اور فرد کو اہل بیت سے منسوب کریں، یا پکاریں"۔
4. "اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے نام سے موسوم کریں، یا پکارے"۔

ایسے شخص کو قید کی سزا دی جائیگی، جس کی مدت تین سال ہوگی، اور جرمانہ بھی واجب الادا ہوگا۔

- " قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ کا کوئی بھی فرد (جو خود کو احمدی کہتا ہے یا کسی دوسرے نام سے منسوب کرتا ہے)، جو کوئی بھی الفاظ کے ذریعے، خواہ وہ الفاظ بولے جائے، یا تحریر کیے جائے، یا دکھائے دینے والے خاکوں کے ذریعے، اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلائے جانے کے طریقے کو اذان سے منسوب کریں۔ یا مسلمانوں کے اذان کے طرز پر اذان دیں، اسے قید کی سزا دی جائیگی، جس کی مدت تین سال ہوگی، اور جرمانہ بھی واجب الادا ہوگا"۔[420]

298 C: قادیانی گروپ کا فرد وغیرہ اپنے آپ کو مسلمان کہنا یا تبلیغ کرنا یا اپنے عقیدے کا پرچار کرنا:

" قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ کا کوئی بھی فرد (جو خود کو احمدی کہتا ہے یا کسی اور نام سے) جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، یا اس کا حوالہ دیتا ہے، اپنے ایمان کو اسلام کہتا ہے، یا تبلیغ کرتا ہے یا اپنے عقیدے کی تشہیر کرتا ہے، یا دوسروں کو اس کے ایمان کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، الفاظ کے ذریعے، یا تو بولے یا تحریری طور پر، یا ظاہری نمائندگی کے ذریعے، یا کسی بھی طرح سے جو بھی مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتا ہے، ان میں سے کسی ایک کی وضاحت کے لیے قید کی سزا دی جائے گی جس میں توسیع ہو سکتی ہے۔ تین سال تک اور جرمانے کا ذمہ دار ہوگا"۔[421]

---

420 محمد الیاس بھٹی، مجموعہ تعزیرات پاکستان 1860ء معہ ضابطہ، ص:169

421 ایضاء، ص:170

تبصرہ

قرآن وحدیث کی روشنی میں بھی توہین رسالت کا مرتکب موت کی سزا کا حقدار ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی نبی کریم ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا تھا، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے آپ ﷺ کی شان مبارکہ میں گستاخی کی تھی۔ ان کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا، کہ یہ لوگ اگر خانہ کعبہ کے غلاف میں بھی پناہ لیں، تب بھی ان کے لیے معافی نہیں ہے، اور انھیں ہر صورت قتل کیا جائے۔ ابن خطل اور دو گستاخ عورتیں (سارہ، قریبہ) ان کو اسی طرح کعبہ کے غلاف کو پکڑے ہوئے قتل کیا گیا تھا۔[422] اسی طرح کعب بن اشرف جو گستاخ رسول تھا، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حکم پر اس کو قتل کیا تھا۔ [423]

نبی کریم ﷺ رحمت للعالمین ہیں۔ آپ ﷺ کو یہ اختیار حاصل تھا، کہ آپ ﷺ کسی معاملے میں سختی کریں، یا عفو درگزر کا معاملہ فرمائیں۔ امت مسلمہ میں کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے، کہ وہ توہین رسالت کے مجرم کے لیے معافی نامہ جاری کریں۔ اگر ملک میں نافذ قانون توہین رسالت کو مکمل ایمانداری سے نافذ کروایا جائیں اور اس پر عمل کیا جائیں، تو کوئی بھی فرد قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہیں کرے گا، اور ملک کا امن خراب ہونے سے بچ جائے گا۔ اور نظر انداز کرنے کی صورت میں اسی طرح کے واقعات پیش آتے رہینگے۔

اس قسم کے واقعات رونما ہونے کے کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، لیکن زیادہ تر واقعات کے محرکات میں سے بیرون ملک جانے اور وہاں مراعات کا حصول اس کے پیش نظر رہتے ہیں۔

ثانیا: بیرونی اسلام دشمن عناصر اس قسم کے واقعات کی سرپرستی کرتے ہیں، جن کا مقصد اسلام کے مقدس قوانین کو ہدف تضحیک و تنقید اور امت مسلمہ کو بے چین کرنا ہوتا ہے، اور یہ بے چینی ایک فطری امر ہے، کیونکہ توہین قرآن اور توہین رسول ﷺ مسلمانوں کے لیے اجماعی ناقابل قبول مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ نہ صرف اسلام کی رو سے سنگین مسئلہ ہے، بلکہ تمام سماوی صحفو کتب اور انبیاء احترام کے لائق ہیں، کیونکہ تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے منتخب نمائندے ہیں، اس لیے تمام صحف میں ان کا احترام لازمی ہے، اور توہین کرنے والا ان کی رو سے مستوجب سزا ہے۔

---

422 الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الطبری، نفیس اکیڈمی، کراچی، ج:1، ص:401

423 ایضا، ص:312

فصل سوم

غیر مسلموں کی فلاح و بہبود و حقوق کا دائرہ کار: پاکستانی قوانین اور شرعی قوانین میں توافق و تخالف

مملکت پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے، اس خطے کو بنانے کا بنیادی مقصد اسلامی اصولوں کا عملی نفاذ تھا۔ اسی وجہ سے پاکستانی آئین و دستور کو بناتے وقت اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے، کہ آئین پاکستان اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہو۔ اس مقصد کے لیے قانون دانوں نے ان تک کوشش اور محنت کی ہے، لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ انسان کا بنایا ہوا قانون اور اللہ تعالیٰ کا بنایا ہو قانون مکمل طور پر یکساں نہیں ہو سکتا۔ انسان صرف کوشش کر تا ہے۔ پاکستانی آئین کو ترتیب دیتے وقت قانون دانوں نے کوشش کی ہے، کہ مملکت پاکستان جس مقصد کے لیے وجود میں آیا ہے، اس مقصد میں کمی نہ آئیں۔ اسکے باوجود اگر کسی جگہ پر قانون میں موافقت نظر نہ آئیں، تو یہ بشری کمزوری ہو سکتی ہے۔ اس فصل میں غیر مسلموں کی فلاح و بہبود اور حقوق کے دائرہ کار میں اسلامی اور پاکستانی آئین و قانون میں تقابل پیش کیا جائیگا۔

عبادت گاہوں کی تعمیر و حفاظت

- اسلام نے اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام غیر مسلموں کو مذہبی حقوق عطا کئے ہیں، اور وہ اپنے مذہبی رسومات کی ادائیگی میں بالکل آزاد ہیں۔ اسلام اس بات کی قطعا اجازت نہیں دیتا، کہ کوئی بھی مسلمان غیر مسلموں کی مذہبی رسومات میں کوئی خلل ڈالے۔ لیکن مذہبی حقوق دینے کے ساتھ ساتھ اسلام غیر مسلموں پر کچھ پابندیاں بھی عائد کرتا ہے، کہ غیر مسلم اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے نئی عبادت گاہیں تعمیر نہیں کر سکتا، اور نہ ہی اپنی پرانی عبادت گاہوں میں توسیع کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی مسلم حکمران کو اس بات کی اجازت ہے، کہ وہ غیر مسلموں کے لئے نئی عبادت گاہیں تعمیر کریں، یا ان کو جگہ مہیا کریں۔ اگر کوئی بھی ایسا کرتا ہے، تو یہ غیر اللہ کی عبادت میں تعاون کے مترادف ہے، جو قرآن کی رو سے حرام ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

"﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى،وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ،وَ اتَّقُوا اللّٰهَ،اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"﴾"۔[424]

"اور نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے"۔

❖ آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر 20 کے جز "ب" میں ہے:

"ہر مذہبی گروہ اور اسکے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار رکھنے، اور انکا انتظام کرنے کا حق حاصل ہو گا"۔[425]

آئین میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے، کہ غیر مسلموں کو پاکستان میں عبادت گاہوں کی تعمیر و حفاظت کا حق حاصل ہے، مگر صرف ان علاقوں میں، جہاں پر ان کی اکثریت ہے۔[426]

تبصرہ

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تعمیر اور حفاظت کے معاملے میں اسلامی قانون اور آئین پاکستان میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ اسلامی قانون کے تحت اسلامی ریاست میں غیر مسلم اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی مذہب کو اختیار کرنے میں آزاد ہے، ان پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ اپنے مذہبی رسومات کو بھی آزادانہ ادا کر سکتے ہیں۔ ان کی پرانی عبادت گاہوں کو بھی برقرار رکھا جائیگا۔ لیکن ان علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو گی، ان علاقوں میں نئی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت حاصل نہیں ہو گی، اور نہ ہی حاکم وقت کو شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ غیر مسلموں کے لیے نئی عبادت گاہ تعمیر کریں یا انکو جگہ مہیا کریں، البتہ غیر مسلم اپنے خرچے پر اپنے اکثریتی علاقوں میں اپنے لیے عبادت گاہ تعمیر کر سکتے ہیں اور اس میں اپنی مذہبی رسومات ادا کر سکتے ہیں۔

---

424 المائدہ: 5/2

425 محمد ریاض، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ص:12

426 صفدر حیات صفدر، آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء تجزیہ و تبصرہ، ص:31

کرنے میں مکمل آزادی حاصل ہے، اور ان کی عبادت گاہوں کو آئین کی رو سے منہدم بھی نہیں کیا جا سکتا، ہاں اگر غیر مسلم خود ہی اپنی کسی عبادت خانے کو گرانے کا ارادہ کر لیں، تو اس صورت میں اجازت ہے۔ لیکن آئین کی رو سے اقلیتیں اپنی اکثریتی علاقوں میں ہی عبادت گاہیں تعمیر کر سکتے ہیں۔

اسی وجہ سے جب اسلام آباد میں مندر کی تعمیر کے اقدامات شروع ہوئے، تو اسکے خلاف پاکستان کے علماء نے بھر پور احتجاج کیا، کیونکہ یہ اقدام آئین پاکستان اور شریعت اسلامی دونوں کے مخالف ہے۔ اسلام آباد شہر مسلمانوں نے آباد کیا ہے، اور اکثریت بھی مسلمانوں کی ہے۔ علاوہ ازیں ان کی پہلے سے موجود عبادت گاہیں ان کی عبادت میں عدم دلچسپی کی وجہ سے ویران ہو رہی ہے۔ مزید اس چیز کی کیا ضرورت ہے، کہ جگہ اور پیسے کو ضائع کیا جائے۔ یہ سرمایہ ان غیر مسلموں کی دیگر فلاح و بہبود پر خرچ کرنا زیادہ مناسب ہے۔

اسلامی شعائر اور اصطلاحات کا استعمال

- ❖ اسلامی قانون کے مطابق اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے غیر مسلموں کو اس بات کی قطعا اجازت نہیں ہے، کہ وہ اپنی مذہبی شعائر کے لیے اسلامی شعائر اور اصطلاحات کا استعمال کریں۔ ایسا کرنے پر وہ اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کا مرتکب ہونگے، اور سزا کا مستحق ہونگے۔
- ❖ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ B-298 کے مطابق:
  - "قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ کا کوئی بھی فرد (جو خود کو احمدی کہتا ہے یا کسی دوسرے نام سے منسوب کرتا ہے)، جو کوئی بھی الفاظ کے ذریعے، خواہ وہ الفاظ بولے جائے، یا تحریر کیے جائے، یا دکھائی دینے والے خاکوں کے ذریعے":

5. "نبی کریم ﷺ کے خلیفہ، یا صحابی کے علاوہ کسی اور کو امیر المؤمنین، یا خلیفہ المسلمین یا صحابی رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب کرے، یا مخاطب کریں"۔
6. "نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی اور کو ام المؤمنین کا خطاب دیں، یا پکاریں"۔
7. "نبی کریم ﷺ کے خاندان کے علاوہ کسی اور فرد کو اہل بیت سے منسوب کریں، یا پکاریں"۔

8. "اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے نام سے موسوم کریں، یا پکارے"۔

ایسے شخص کو قید کی سزا دی جائیگی، جس کی مدت تین سال ہوگی، اور جرمانہ بھی واجب الادا ہو گا۔

- "قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ کا کوئی بھی فرد (جو خود کو احمدی کہتا ہے یا کسی دوسرے نام سے منسوب کرتا ہے)، جو کوئی بھی الفاظ کے ذریعے، خواہ وہ الفاظ بولے جائے، یا تحریر کیے جائے، یا دکھائے دینے والے خاکوں کے ذریعے، اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلائے جانے کے طریقے کو اذان سے منسوب کریں۔ یا مسلمانوں کے اذان کے طرز پر اذان دیں، اسے قید کی سزا دی جائیگی، جس کی مدت تین سال ہوگی، اور جرمانہ بھی واجب الادا ہو گا"۔[427]

تبصرہ

اسلامی شعائر اور اصطلاحات کے استعمال میں اسلامی قانون اور پاکستانی آئین و قانون میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ غیر مسلموں کو اسلامی شعائر اور اصطلاحات سے روکنے کا بنیادی مقصد یہ ہے، کہ کسی بھی مذہب کی عبادت گاہ وغیرہ اس مذہب کی خاص امتیازی نشانی ہوتی ہے، جس کے ذریعے اس مذہب اور مذہب کے لوگوں کو پہچانا جاتا ہے۔ اسی لیے کسی بھی غیر مسلم کے لیے یہ جائز نہیں ہے، کہ وہ اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دیں۔ مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے، اور صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اگر غیر مسلموں کو اسلامی شعائر اور اصطلاحات استعمال کرنے کی اجازت دی جائیں، تو اس اقدام سے مسلمان فریب اور گمراہی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لہذا اسلامی قانون اور پاکستانی قانون میں اس بات کی قطعا اجازت نہیں ہے، کہ غیر مسلم اپنی عبادت گاہوں کا نام مسجد رکھیں، اور نہ اس بات کی اجازت ہے کہ، وہ اپنی عبادت گاہوں کا نقشہ اور عمارت کی شکل و صورت مسجد کے طرز پر بنائیں کہ اس سے انکا مقصود ہماری مقدس شعائر کی توہین اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہو۔ یہی حکم تمام شعائر اسلامی کے لیے ہے۔

مذہب کی تبلیغ واشاعت

❖ اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام غیر مسلموں کو اس بات کی مکمل اجازت حاصل ہے، کہ وہ بلا خوف و جھجک اپنے مذہب پر قائم رہے، وہ اپنے لوگوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ بھی کر سکتے ہیں، ان پر دین کی تبدیلی کے لیے کوئی زبردستی نہیں ہے، یہ حق اللہ تعالیٰ نے انکو دیا ہے۔

---

427 http://www.pakistani.org/pakistan/legislation/1860/actXLVof1860.html#106 21/10/2021

"﴿"لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ،قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ "﴾"۔[428]

"دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت کی راہ گمراہی سے خوب جدا ہو گئی ہے"۔

لیکن اسکے ساتھ ان کو اس بات کی قطعا اجازت نہیں ہے، کہ وہ اپنے دین کی تبلیغ مسلمانوں میں شروع کریں، اور نہ کوئی مسلم حکمران ان کو اس بات کی اجازت دے سکتا ہے۔

❖ آئین پاکستان کے آرٹیکل کے نمبر 20 کے جز "الف" میں ہے:

"پاکستان کے ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہو گا"۔[429]

مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ C-289 کے مطابق:

"قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ کا کوئی بھی فرد (جو خود کو احمدی کہتا ہے یا کسی اور نام سے) جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، یا اس کا حوالہ دیتا ہے، اپنے ایمان کو اسلام کہتا ہے، یا تبلیغ کرتا ہے یا اپنے عقیدے کی تشہیر کرتا ہے، یا دوسروں کو اس کے ایمان کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، الفاظ کے ذریعے، یا تو بولے یا تحریری طور پر، یا ظاہری نمائندگی کے ذریعے، یا کسی بھی طرح سے جو بھی مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتا ہے، ان میں سے کسی ایک کی وضاحت کے لیے قید کی سزا دی جائے گی جس میں توسیع ہو سکتی ہے، تین سال تک اور جرمانہ ادا کرنے کا ذمہ دار بھی ہو گا"۔[430]

تبصرہ

غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کے بارے میں جو پابندی ان پر اسلامی قوانین نے نافذ کی ہے، وہی پاکستانی آئین اور قانون میں بھی ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق کسی بھی غیر مسلم کو اس بات کی اجازت نہیں ہے، کہ وہ کسی مسلمان کو دھمکی دے کر، یا لالچ دیکر، یا کسی رشتہ اور تعلق کو درمیان میں لاکر، اس کو اس کے دین کے بارے میں کسی قسم کے شکوک وشبہات میں مبتلا کریں۔ اگر کوئی ایسا کریگا، تو اسلامی قانون کی رو سے مجرم ہو گا، اور سخت سزا کا مستحق ہو گا۔

---

428 البقرۃ: 256/2

429 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:12

430 http://www.pakistani.org/pakistan/legislation/1860/actXLVof1860.html#106 21/10/2021

[431] اسی طرح آئین پاکستان کے مطابق بھی غیر مسلموں پر یہ لازم ہے، کہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کر سکتا، اور نہ انکو اسلام چھوڑ کر انکے دین کو قبول کرنے کی دعوت دے سکتا ہے۔ انکو تبلیغ کرنے کی اجازت صرف اس علاقے میں ہے، جہاں پر انکے اپنے ہم مذہب لوگ آباد ہوں، اور اپنے دین کی دعوت بھی صرف غیر مسلموں کو ہی دے سکتے ہیں۔ [432] غیر مسلموں کی تمام تنظیمیں جو اس مقصد کے لیے مصروف عمل ہیں، کہ مسلمانوں کو انکے دین سے متنفر کریں، تو انکا یہ اقدام پاکستان کے آئین کے منافی ہے، آئین نے سب کو اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی اجازت ضرور دی ہے، مگر اس کے لیے اخلاقی حدود اور قانونی دائرہ کار وضع کیا ہے۔ جس کی پابندی مملکت پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے سب پر لازم وملزوم ہیں۔ اس سلسلے میں حد سے تجاوز کرنا اور کوتاہی کا مرتکب ہونا گزشتہ ذکر کردہ واقعات کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔

اظہار رائے کی آزادی

- اسلام نے ہر انسان کو اس بات کی اجازت دی ہے، کہ وہ اپنے تمام معاملات کو آزادی سے سرانجام دے، جو چاہے بولے، جو چاہے کریں، لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے، کہ انسان کی یہ آزادی لامحدود ہے، اسلامی قانون میں ہر آزادی کے حدود و قیود ہیں، اظہار رائی کی آزادی کے بھی حدود نافذ ہیں، اور اسلام صرف حق بات کی اجازت دیتا ہے۔ اظہار رائے کی آزادی کا فلسفہ قرآن مجید میں یوں بیان ہوا ہے:

"﴿وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾"۔[433]

"اور بچو جھوٹی بات اور غلط بیانی سے"

- آئین پاکستان کے آرٹیکل 19 کے مطابق:

"ہر شہری کو اپنا مدعا بیان کرنے اور اظہار رائے کی آزادی حاصل ہوگی۔ پریس آزاد ہوگا، ان قانونا جائز پابندیوں کے دائرے میں جو اسلام کی شان و شوکت، یا پاکستان کی یکجہتی، حفاظت اور دفاع یا پاکستان کے کسی حصے کی یک جہتی، حفاظت اور دفاع، یا پاکستان کے دوست بیرونی ممالک

---

431 الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص:145

432 صفدر حیات صفدر، آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء تجزیہ و تبصرہ، ص:31

433 الحج: 22/30

سے تعلقات یاخوش اطواری کے تقاضوں اور اخلاق اقدار کے خلاف یاتوہین عدالت وہتک عزت یا کسی جرم کی ترغیب دینے کے سلسلے میں عائد کی جائیں"۔ (434)

تبصرہ

اسلامی قانون اور آئین پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی لامحدود نہیں ہے۔ آزادی اظہار رائے پر ان حدود سے ہر گز یہ مراد نہیں ہے، کہ اس حق پر کسی قسم کی پابندی لگائی جارہی ہے، بلکہ اسکا بنیادی مقصد یہ ہے کہ، لوگوں کو ایک دوسرے کی عزت واحترام کرنے پر مجبور کرنا ہے۔ آئین پاکستان کے مطابق تمام شہریوں کو مشروط تقریر وغیرہ کی آزادی حاصل ہے، کہ اس کی رائے یا تقریر و تحریر سے اخلاقی یا قانونی حدود متاثر نہ ہو۔ آئین پاکستان نے غیر مسلموں کو بھی اظہار رائے کی آزادی کا حق تو دیا ہے، لیکن اس حق کی آڑ میں لوگوں کے جذبات واحساسات کو نظر انداز کر کے بے جا تنقید کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ کچھ لوگ بے جا تنقید میں حدیں پار کر جاتے ہیں، اور دوسروں کی بے قدری اور توہین کو معمولی بات سمجھتے ہیں، ایک دوسرے کے مذہب، فرقوں اور مقدس شخصیات کی توہین کو اظہار رائے کی آزادی کا نام دے کر اپنا حق سمجھتے ہیں، حالانکہ اظہار رائے کی آزادی کا یہ ہر گز مطلب نہیں ہے، اور نہ علی الطلاق آزادی دنیا کے کسی ملک میں روا ہے۔ ترقی پذیر اور کمزور ممالک میں اس قسم کی آزادی کو سپورٹ کرنا ناانصافی اور رعونت کی علامت ہے۔

منصب وملازمت

- اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے غیر مسلموں کے منصب وملازمت کے حق کے بارے میں بات کی جائے، تو اس بات کی وضاحت ضروری ہے، کہ اسلامی حکومت ایسے معاملات میں جن کا تعلق صرف غیر مسلموں سے ہوں، ان میں صرف غیر مسلموں سے رائے لی جاسکتی ہے، یا ان معاملات میں غیر مسلموں کو اپنے جیسے غیر مسلموں کا ذمہ دار یا سربراہ مقرر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کسی بھی غیر مسلم کو ایسے منصب وملازمت پر فائز نہیں کیا جاسکتا، جس میں مسلمان اس کی ماتحتی میں آتے ہوں۔ اسلامی شریعت میں کوئی بھی غیر مسلم کسی مسلمان پر ولایت کا حقدار نہیں ہے، قرآن مجید میں اس بات کی صریح الفاظ میں ممانعت ہے، کہ کسی بھی کافر کو اپنا مشیر خاص بنانا، یا ان سے قریبی تعلقات قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

---

434 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:11

"﴿"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا-وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ- قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ،وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ-قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ"﴾"۔[435]

"اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری بربادی میں کوئی کسر نہیں
چھوڑیں گے، انہیں وہی چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف پہنچے، ان کی باتوں سے دشمنی تو
ظاہر ہو چکی ہے، اور جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے، وہ اس سے بھی زیادہ بڑا ہے
اگر تم عقل سے کام لیتے ہو، تو ہم نے تمہارے لیے نشانیوں کو بیان کر دیا ہے"۔

قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں مفسرین، فقہاء، محدثین اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اسلامی ریاست میں کسی بھی غیر مسلم کو چاہے وہ ذمی کیوں نہ ہو، کوئی سرکاری عہدہ نہیں مل سکتا، کیونکہ سرکاری عہدہ ملنے کی صورت میں اسے مسلمانوں پر بھی ولایت حاصل ہو گی، اور دوسرے الفاظ میں اس سے یہ بھی مراد ہو گا، کہ انھیں کسی معاملے کے لیے مشیر بنادیا گیا ہے جو شرعی طور پر جائز نہیں ہے، کیونکہ سرکاری عہدہ ملنے کی صورت میں بعض معاملات میں ان سے مشورہ بھی لیا جا سکتا ہے، اور اس بات کا بھی امکان ہے، کہ وہ کسی ملکی راز سے باخبر ہو جائے، جو ملک کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

❖ آئین پاکستان کے ارٹیکل 27 کے مطابق:

"کسی شہری سے جو پاکستان کی خدمت میں تقرری کا اہل ہو، نسل، مذہب، ذات، جنس، یا، رہائش یا جائے پیدائش کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا"۔[436]

آئین پاکستان کے مطابق غیر مسلم کسی انتظامی، بنیادی اور مرکزی عہدوں پر فائز نہیں ہو سکتے۔ اسکے علاوہ باقی تمام سرکاری عہدوں کے لیے صرف پاکستانی شہری ہونا کافی ہے۔

آئین کے آرٹیکل 36 میں ہے:

435 اٰل عمران: 3/118

436 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:15

"مملکت اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا، جن میں وفاقی اور صوبائی، ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے، تحفظ کرے گی"۔ (437)

آئین کے آرٹیکل (B)41 کے مطابق:

"صدر پاکستان مسلمان ہو گا"۔ (438)

آئین کے آرٹیکل (C)91 کے مطابق:

"وزیر اعظم پاکستان کے منصب کے لیے مسلمان ہونا لازم ہے، اور اسکا انتخاب پارلیمنٹ کے مسلم اراکین میں سے کیا جائیگا"۔ (439)

آئین کے آرٹیکل (C)203 کے مطابق:

"وفاقی شرعی عدالت کے جج مسلمان ہونگے، اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ میں تین مسلمان جج ہونگے"۔ (440)

ان عہدوں کے علاوہ باقی تمام ریاستی مناصبوں پر کوئی بھی اقلیتی فرد کو نامزد کیا جاسکتا ہے۔

تبصرہ

منصب وملازمت کے معاملے میں اسلامی قانون اور آئین پاکستان و قانون میں موافقت نہیں پائی جاتی۔ اسلامی قانون کی رو سے غیر مسلم کسی بھی سرکاری عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا۔ جبکہ آئین پاکستان کی رو سے سوائے چند انتظامی عہدوں کے باقی تمام سرکاری عہدوں کے لیے مسلم اور غیر مسلم کی شرط نہیں رکھی گئی ہے، اور صرف پاکستان کا شہری ہونا لازم قرار دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے پاکستان کے بیشتر اداروں میں غیر مسلم سرکاری عہدوں پر فائز ہیں، جن میں پاکستان کی عدلیہ، افواج پاکستان وغیرہ شامل ہیں۔ ایک اسلامی مملکت ہونے کے ناطے یہ قانون اسلامی قانون کے منافی ہے، کیونکہ اسلام

---

437 ایضا، ص:17

438 ایضا، ص:21

439 محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، ص:57

440 ایضا، ص:119

نے واضح الفاظ میں کہا ہے، کہ یہ غیر مسلم کبھی بھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ ایک غیر مسلم کس طرح اسلامی قانون کے مطابق مسلمانوں کے معاملات حل کر سکتا ہے۔

اسلامی شریعت کا یہ حکم کہ غیر مسلم کو اپنا راز دار اور مشیر نہ بنایا جائے اور نہ اس سے مملکت کے کاموں میں مدد لی جائے، ایک حق حکم ہے، کیونکہ ظاہری بات ہے کہ غیر مسلم اپنے مذہب کی خیر خواہی کریگا، اور وہ دین اسلام کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن افسوس ناک امر ہے کہ آج کے جدید مسلمان اس حکم کو تنگ نظری اور تعصب سمجھتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں کے اپنے سگے بھائی پر انکا اطمینان نہ ہو تو یہ اس کو کبھی بھی اپنا خیر خواہ نہیں بنائیں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس بات کو واضح کر دیا ہم سب پر کہ:

> "کہ جو شخص دین اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہے، تو اسکو اسلامی ریاست میں کوئی عہدہ و منصب نہ دو"۔[441]

آئین پاکستان بناتے وقت اس بات کا پورا خیال رکھا گیا تھا، کہ آئین مین شامل کوئی بات بھی اسلامی قوانین کے منافی نہ ہو، بلکہ اس آئین کو بنانے کا مقصد پاکستاں میں اسلامی اصولوں کو عملی طور پر نافذ کرنا تھا، لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون اور انسان کا بنایا ہوا قانون ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آئین پاکستان میں منصب و ملازمت کے اصول کو اسلامی اصولوں کے منافی ہونے کو بشری غلطی کہا جائے، تو یہ زیادہ منصفانہ بات ہو گی۔ کیونکہ ریاست مسلم اور جمہور عوام مسلمان ہیں، اس لحاظ سے ہم رعایا، اس ملک میں منصب خلافت پر فائز ہے، جن کو خلافت و نیابت کا حق ادا کرنا ہے، مداخلت ان کا حق نہیں۔ لہذا اولا رب کا دیا ہوا قانون پھر ملکی آئین و قانون بشرط موافقت جاری رکھنا ہمارے خلافت و نیابت کی ذمہ داری ہے۔ نیز ملکی آئین و قانون اس کو سپورٹ بھی کرتا ہے۔

---

441 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج:2، ص:158

نتائج بحث

زیر نظر موضوع پر تحقیق و تمحیص کے بعد باحث نے درج ذیل نتائج اخذ کئے ہیں:

- ❖ اسلام میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے متعین حدود و قیود ہیں، جن کی خلاف ورزی کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔
- ❖ عبادت گاہوں کی تعمیر کا حق صرف انکے اکثریتی علاقوں میں حاصل ہے۔
- ❖ دعوت و تبلیغ کی اجازت بھی انکو صرف اپنے علاقے اور اپنے لوگوں تک محدود ہے۔
- ❖ اپنے مذہبی شعائر کے لیے اسلامی شعائر و اصطلاحات کے استعمال کی قطعا اجازت نہیں ہے۔
- ❖ کوئی بھی غیر مسلم کسی مسلمان پر ولایت کا حقدار نہیں ہے۔
- ❖ اظہار رائے کی آزادی کے آڑ میں اسلامی شعائر اور مقدس شخصیات کی بے حرمتی ایک سنگین جرم ہے۔
- ❖ اسی طرح آئین پاکستان میں بھی غیر مسلموں کے حقوق لامحدود نہیں ہے، بلکہ متعین حدود اور قیود ہیں۔
- ❖ پاکستان میں وقوع پذیر واقعات کی بنیادی وجہ ان حدود و قیود سے تجاوز ہے، جو آئین و قانون نے متعین کیے ہیں۔
- ❖ آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر 5 کے مطابق تمام پاکستانی غیر مسلم پاکستان سے وفاداری اور وفاشعاری کے پابند ہیں۔
- ❖ آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر 20 کے جز (ب) کے مطابق غیر مسلموں کو عبادت گاہوں کی تعمیر و حفاظت کا حق حاصل ہے، مگر صرف ان علاقوں میں جہاں ان کی اکثریت ہو۔ مسلم اکثریتی آبادی والے علاقوں میں اپنے عقائد و مسلک کی تبلیغ اور مذہبی جلسے جلوس نہیں کر سکتے۔
- ❖ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ 298-B کے تحت غیر مسلموں کو اسلامی شعائر اور اصطلاحات کے استعمال سے منع کیا گیا ہے، اور خلاف ورزی کی صورت میں سزا کا مستحق ہوگا۔
- ❖ آئین پاکستان کے آرٹیکل 19 کے مطابق قانونی جائز پابندیوں میں اظہار رائے کی آزادی حاصل ہوگی۔
- ❖ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے دفعہ 295-C کے مطابق نبی کریم ﷺ کے لیے توہین آمیز الفاظ کہنے والا سزائے موت یا عمر قید کا مستحق ہوگا۔
- ❖ آئین پاکستان کے آرٹیکل 27 کے مطابق ملازمت کے لیے نسل، مذہب، ذات، جنس، یا، رہائش یا جائے پیدائش کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

❖ زیر نظر تحقیق میں اسلامی قوانین اور آئین پاکستان کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد یہ بات عیاں ہو جاتی ہے، کہ آئین پاکستان اور اسلامی قوانین میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا، اور یہ کہ آئین پاکستان اسلامی قوانین کی روشنی میں مرتب کی گئی ہیں، البتہ کچھ سرکاری عہدیں ایسے ہیں، جن کے بارے میں آئین پاکستان خاموش ہیں، جبکہ اسلامی اصول وضوابط کے تحت وہ مناصب اور عہدے کسی بھی اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم کو نہیں سونپھی جاسکتی ہے۔ مثلا، ملک کا نائب حکمران، فوج کا سربراہ، جج اور قاضی وغیرہ۔

سفارشات

- قرآن وحدیث میں بیان کردہ انسانی حقوق و فرائض کی تفہیم اور تعلیم کا مناسب بندوبست کیا جانا چاہیئے۔
- اسلامی مقدسات اور شخصیات کی توہین کے جرم کی سزا کی دفعات تمام اسلامی ممالک کے قوانین کا حصہ بنالینا چاہیئے۔
- آئین کے آرٹیکل 41 کے تحت صدر پاکستان کا مسلمان ہونا ضروری ہے،لیکن نیابت کے متعلق خاموشی ہے۔لہذا آئین میں نائب صدر کے لیے مسلمان ہوناضروری قرار دیا جائے۔
- پاکستان کے عسکری قیادت ایک حساس منصب ہے،اس کے لیے پاکستانی آئین و قانون میں مسلم ہونے کی شرط کولازم قرار دیا جائے۔
- چیف جسٹس آف پاکستان اور دیگر اعلیٰ عدالتی عہدوں پر نفاذ کے لیے بھی مسلم ہونے کی شرط زیادہ مناسب ہے۔
- غیر مسلموں کے حقوق و فرائض کے ضمن میں ان کی تنظیمی سرگرمیوں پر نظر رکھی جانی چاہیے۔اگر کوئی بھی سرگرمی مملکت پاکستان کے اساس،اقدار اور مسلمان کے خلاف ہو،توبلا تفریق سختی سے قانونی کارجوئی کی جائے ۔
- پاکستانی سالمیت اور اسلامی اقدار اور روایات کے خلاف کسی کو مظاہرے، جلسے، جلوس وغیرہ کی اجازت نہ دی جائے۔
- آئین پاکستان میں غیر مسلموں کے حدود کے دائرہ کار کو معاشرے کے سامنے واضح کرنے کے لئے مناسب اقدامات کئے جائے۔
- بین المذاہب افہام و تفہیم اور ملکی سالمیت کے لیے، شہریوں کے لیے شرعی حدود و قیود اور آئین و قانون کی تفہیم پر مشتمل سمینارز اور کانفرنسز کا مناسب اوقات میں اہتمام ضروری ہے۔

مصادر مراجع

1. القرآن الکریم

عربی کتب

2. ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ, دار السلام للنشر والتوزیع، مصر (س ن)

3. ابن عابدین، محمد امین الشھر، حاشیہ رد المختار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1412ھ

4. ابن قیم، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر، احکام اہل الذمۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1995

5. ابو الفرج عبد الرحمن بن الجوزی، تلبیس ابلیس (مصر: مطبعۃ السادۃ، 1340ھ)

6. ابو سنہ، احمد فہمی، نظریہ الحق، مطبعہ الاہرام التجاریۃ، قاہرہ، 1971ء

7. ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دار الکتب المصریۃ، قاہرہ، 1384ھ

8. ابو عبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، ادارہ تحقیقات الاسلامیۃ، اسلام آباد، 1986ء

9. ابن قدامہ، شمس الدین، الشرح الکبیر، بیروت، 1392ھ

10. ابن زنجویۃ، ابی احمد حمید بن مخلد، الاموال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (س ن)

11. ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم، تفسیر ابن کثیر، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور (س ن)

12. ابی حاتم الرازی، ابی محمد عبد الرحمان، تفسیر ابن ابی حاتم الرازی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان (س ن)

13. ابن حجر، الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، دار المعرفہ، بیروت، 1379ھ

14. ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مصر، 1417ھ

15. افندی ابراہیم، اسرار الشرعیہ الاسلامیہ، طبع، مصر (س ن)

16. الالوسی،شھاب الدین محمود بن عبد اللہ، تفسیر الالوسی ،روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،لبنان (س ن)

17. الدردیر،الشرح الکبیر علی مختصر الحلیل،مکتبہ دار المعارف،مصر،1392ھ

18. امام ابی حاتم،محمد بن حبان، صحیح ابن حبان،باب الجنایات،دار المعرفہ،بیروت،لبنان (س ن)

19. بخاری،محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری،مکتبہ رحمانیہ،لاہور،1985ء

20. بیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی،السنن الکبریٰ ،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،لبنان(س ن)

21. ترمذی،ابو عیسیٰ محمد ترمذی،جامع الترمذی،دار الغرب الاسلامی،بیروت،1998ء

22. جصاص،ابو بکر احمد بن علی الرازی،احکام القرآن،مصر،1335ھ

23. حسن الزین،اھل الکتاب فی مجتمع الاسلامی،بیروت،لبنان،1402ھ

24. خرشی،محمد بن عبداللہ،فتح الجلیل علی مختصر خلیل،مصر،1316ء

25. خطیب الشربینی،محمد بن احمد،مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنھاج،مصر،1398ء

26. خلاف،عبدالوہاب،السیاسۃ الشرعیۃ،مترجم:رئیس احمد جفری،مصر

27. ڈاکٹر محمد إبراھیم حسن، الجغرافیا السیاسیۃ،مرکز الإسکندریۃ للکتاب،الإسکندریۃ،1999

28. زحیلی،وھبہ بن مصطفیٰ، الفقہ الاسلامی وادلتہ،دار الفکر،دمشق،شام،1999ء

29. زرقاء، مصطفی بن احمد، المدخل الفقہی العالم،الناشر دار العلم،للطباعۃ والنشر والتوزیع،2004ء

30. زیلعی،عثمان بن علی بن محمد فخر الدین، تبیین الحقائق،کنز الدقائق،بولاق،مصر،1314ھ

31. سرخسی،محمد بن احمد،المبسوط فی الفقہ الحنفی،دار لمعرفۃ،بیروت،لبنان،1409ھ

32. سجستانی،سلیمان بن الاشعث،سنن ابی داود، قرآن محل،کراچی(س ن)

33. شیبانی،احمد بن حنبل،مسند احمد،مؤسسۃ الرسالۃ،1421ھ

34. شاطبی،ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الغرناطی:الموافقات،قاہرۃ،مصر (س ن)

35. شیرازی،محی الدین نووی،المجموع شرح المذہب،(التکملۃ الثانیۃ)،ناشر زکریا علی یوسف، قاہرہ،

مصر(س ن)

36. عنانی، إبراهيم محمد، القانون الدولي العام،، ط1، دار الفكر العربي، للطباعة والنشر، القاهرة، 1975

37. قشیری، ابی الحسین مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان1406ھ

38. قرافی، شہاب الدین، ابو العاص، الفروق، مصر، 1346ھ

39. قرضاوی، یوسف القرضاوی، غیر المسلمین فی المجتمع الاسلامی، مکتبہ وھبۃ، القاہرۃ، 1993ء

40. قرطبی ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع الاحکام القرآن، المکتبہ العربیۃ، قاہرہ(س ن)

41. کاسانی، علاؤالدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، لبنان، 1402ھ

42. ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری، الاحکام السلطانیۃ، دار الکتب ا لعلمیۃ، بیروت، لبنان(س ن)

43. مرغینانی، برھان الدین ابو الحسن، الھدایۃ مع الدرایۃ، دار احیاء التراث العربی، لبنان، (س ن)

44. مزنی، اسماعیل بن یحیٰ المصری، مختصر المزنی فی فروع الشافعیۃ، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1983ء

45. محی الدین الائی، الدعوہ الاسلامیہ وطورھافی شبھہ القارۃ الھندیۃ، دار القلم، دمشق، 1391

46. نووی، ابی زکریا یحیٰ بن شرف، ریاض الصالحین، دار مکتبہ، بیروت، لبنان(س ن)

47. نمر، محمد الخلیل، اھل الذمۃ والولایات العامہ فی الفقہ الاسلامی، عمان، اردن، 1409ء،

48. نووی، یحیٰ بن شرف،، المجموع شرح المھذب، دار الفکر، بیروت، لبنان

کتب الغات

1. ابراہیم انیس، المعجم الوسیط، دار الدعوۃ، قاہرہ، (س ن)

2. اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، بیروت، 2010ء

3. البعلبکی، روحی، المورد، دار العلم للملایین، بیروت، لبنان، 2001ء

4. الزبیدی، مرتضیٰ، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الھدایۃ(س ن)

5. دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، اسلامیہ پریس، لاہور، 1898ء

6. دامغانی، حسین بن محمد، قاموس القرآن او اصلاح الوجوہ و النظائر فی القرآن، دار العلم للملائین، 1983ء

7. رازی، محمد بن ابو بکر، مختار الصحاح، دارالاشاعت، کراچی، 2003ء

8. سرہندی، وارث، علمی اردو لغت، علمی کتب خانہ لاہور، 1983ء

9. فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، قاموس المحیط، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1415ھ

10. قلعجی، محمد رواس، معجم لغۃ الفقہاء، دار النفائس للطباعۃ۔ 1988ء

11. کرانوی، وحید الزمان، القاموس الاصلاحی، دار الاشاعت، کراچی، (س ن)

12. لوئیس معلوف، المنجد، مجلس علم و دانش، کراچی (س ن)

اردو کتب

1. اصلاحی، امین احسن, جدید اسلامی ریاست میں قانون سازی اور مسائل، انجمن خدام القرآن، 1976ء

2. امینی، محمد تقی, فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر،، اسلامک پبلی کیشنز 1986ء

3. الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القران، ضیاء پبلی کیشنز، لاہور، 1418ھ

4. بخاری، محمد صدیق شاہ، رواداری اور پاکستان، علم و عرفان پبلشرز، لاہور (س ن)

5. جعفری، رئیس احمد، اسلامی جمہوریت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 1968ء

6. حمید اللہ، محمد رسول اللہ ﷺ،، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، (س ن)

7. راجپوت، حفیظ الرحمان، معاشرتی زندگی میں قوانین اسلام کی اہمیت وافادیت، مجلہ: التفسیر (س ن)

8. سردار مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، تجلی میڈیا پبلیکیشنز، لاہور، 1993ء

9. سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفیصل، لاہور (س ن)

10. شبلی، محمد شبلی نعمانی، مقالات شبلی (مذہبی)، دار المصنفین، اعظم گڑھ، انڈیا، 1349ھ

11. صفدر حیات صفدر، آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء تجزیہ و تبصرہ، جنگ پبلیشرز، 1996ء

12. علاؤالدین، علی بن حسام الدین، کنز الاعمال، دار الاشاعت، کراچی (س ن)

13. کاندھلوی، مولانا ادریس، سیرۃ المصطفیٰ، الطاف اینڈ سنز، کراچی (س ن)

14. مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1979ء

15. مودودی، ابو الاعلیٰ، حقوق اھل الذمۃ فی الدولۃ الاسلامیۃ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور (س ن)

16. فضل الدین، تہذیب الاخلاق،، مصطفائی پریس، لاہور (س ن)

17. محی الدین ابی محمد عبد القادر محمد القرشی، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، مجلس دائرہ المعارف النظامیۃ الکائنۃ، ہند، 1332ھ

18. مفتی محمد شفیع، جواہر الفقہ، مکتبہ دار العلوم کراچی، کراچی، 1341ھ

19. منصور پوری، محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، دار الاشاعت، کراچی، 2001ء

20. منشی فضل الدین، تہذیب الاخلاق،، مصطفائی پریس، لاہور، (س ن)

21. مولوی عبد العلیم احراری، سیرۃ نبوی اور مستشرقین، (اردو ترجمہ مقالہ: محمد نزم)، مکتبہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، 1929ء

22. محمد ریاض، اسلامی جمہوریۃ پاکستان کا دستور، دار التحقیق برائے علم و دانش، کراچی (س ن)

23. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، نگارشات پبلشرز، لاہور، 2009ء

24. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، اردو اکیڈمی کراچی، پاکستان (س ن)

25. محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، اردو اکیڈمی، کراچی، 1981ء

26. محمد الیاس بھٹی، مجموعہ تعزیرات پاکستان 1860ء معہ ضابطہ، یاسر لاء بک ہاؤس، (س ن)

27. ندوی، سید ابو الحسن، تاریخ دعوت و عزیمت،، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1983ء

28. نعمانی، علامہ شبلی، الفاروق، مکتبہ رحمانیۃ، لاہور (س ن)

29. ہیکل، محمد حسین، حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علم و عرفان پبلیشرز، 1999ء

رسائل وجرائد

1. اردو نیوز، 21 دسمبر، 2019
2. "جفاکش"، جنوری، 1994ء، کالم:3
3. دی گارڈین، 5 جنوری 2011۔ 01/10/2021
4. ذو لفقار سندھو، جنرل سیکرٹری، پاکستان مسیحی پارٹی، بحوالہ روزنامہ، پاکستان، 29 نومبر، 1992ء
5. روزنامہ نوائے وقت، 15 ستمبر، 2017
6. روزنامہ، جنگ، ۱۰ نومبر، 2018
7. روزنامہ "نوائے وقت"، 26 ستمبر 1995ء (2021/09/12)
8. روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، پاکستان، 7 دسمبر 2015۔ (2021/09/12)
9. روزنامہ "جنگ"، "پاکستان"، "خبریں"، 16 نومبر، 1992ء۔
10. روزنامہ "امت"، 20 نومبر 2010ء۔ 01/10/2021
11. راجپوت، حفیظ الرحمان، معاشرتی زندگی میں قوانین اسلام کی اہمیت وافادیت، مجلہ: التفسیر، ج: 33، شمارہ: 1، 2019،
12. سہ ماہی رسالہ "عالم اسلام اور عیسائیت"، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، 1994ء
13. "شالوم"، جنوری، 1995ء،
14. "شاداب" اگست، 1994ء، کالم: 1،
15. "کاریتاس"، جنوری، 1994ء، کالم: 1
16. محمد رفیق طاہر، احکام ومسائل (مسائل تکفیر وخروج)، 1437ھ
17. مولانا زاھد الراشدی، پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ، ماہنامہ نصرۃ العلوم، گجرانوالہ، دسمبر، 2005ء
18. ہفت روزہ "زندگی"، 14 مئی 1992ء

ENGLISH BOOKS

1. Aristotle and the concept of Law, 1967
2. A.W,Moshen ,The pocket lap Lexicon, ,1951

3. A.s Tritton ,The caliphs and their non muslim subjects
4. Edinburgh,Life of Mohamet,johan grant, 1923,
5. John Donnelly, The concept of Human rights
6. L.B. Curzon, A dictionary of law, Mc Donald and Evans, 1979
7. Mohammad prophet and statesman,oxford university press,1961,
8. The sharia and western law, impact international,T.B.Irving,Dec,1989
9. T.E Holland, Elements of Jurisprudence,
10. Quoted Bv Good hart in, New outline of modern knowledge

WEBSITES

1. www.urdulughat.info 24/08/2021
2. Ur.wikipedia.org./wiki/ فلاح۔ و۔ بہبود 24/08/2021
3. https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/welfare 25/08/2021
4. https://www.oxfordlearnersdictionaries.com/definition/american_english/welfare 25/08/2021
5. https://www.thefatwa.com/urdu/questionID/90/ 01/09/2021
6. https://www.rafiqtahir.com/ur/play-swal-623.html,01/09/2021
7. https://www.banuri.edu.pk,01 /09/2021
8. https://forum.mohaddis.com/threads/22654 05/11/2021
9. https://www.bbc.com/urdu/pakistan-41052081 04/09/2021
10. https://www.humsub.com.pk/397466/voa-2057 04/09/2021
11. https://hrma.punjab.gov.pk/minority_students_scholarship (12/09/2021)
12. https://www.roznama92news.com 7 april 2020. (12/09/2021)
13. https://islamonline.net/archive/2-2-أحمد-فهمي-أبو-سنة-شيخ-الأصوليين
14. http://www.uobabylon.edu.iq/uobcoleges/lecture.aspx?fid=11&depid=1&lcid=37576
15. https://www.noor-book.com/كتب حسن الزين
16. http://www.darululoom-deoband.com/urdu/articles/tmp/1442722931%2002-Islami%20Riyasat%20Men%20Ghair%20Muslim_MDU_06_June_2006.htm
17. 30/07/2021
18. https://ur.wikipedia.org/wiki/ کعب بن اشرف
19. http://www.unhchr.ch/udhr/lang/urd.htm- 19/08/2021
20. https://www.banuri.edu.pk/ 21/08/2021
21. https://www.bbc.com/urdu/pakistan-47020899 30/09/2021
22. https://ur.wikipedia.org/wiki/ ممتاز_قادری#سلمان_تاثیر_کے_قتل_کا_پس_منظر01/10/2021
23. https://www.bbc.com/news/world-south-asia-12617562 02/10/2021
24. https://jang.com.pk/news/570700 02/10/2021
25. http://www.pakistani.org/pakistan/legislation/1860/actXLVof1860.html#106 21/10/2021